فاتبعونی یحببکم اللہ

تم میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (کنزالایمان)

معارفِ رضا

شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان

معارف رضا

شمارہ ہشتم سنہ ۱۹۸۸ء / سنہ ۱۴۰۹ھ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ)

۲۳۴/۷ تیسری منزل نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

رسالہ ـــــــ معارف رضا

شمارہ ـــــــ ہشتم سنہ ۱۹۸۸ء / سنہ ۱۴۰۹ھ

اشاعتِ اوّل ـــــــ ایک ہزار

قیمت ـــــــ روپے

ناشر ـــــــ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی

مطبوعہ ـــــــ
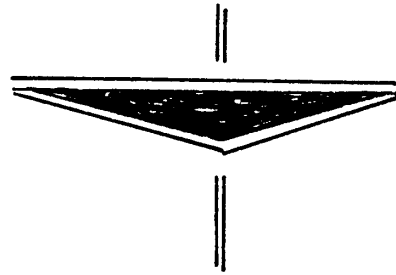
ملنے کا پتہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۲۲۳۴ نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

مکتبہ رضویہ فیروزشاہ اسٹریٹ گاڑی کھاتہ آرام باغ۔ کراچی

مکتبہ قادریہ ـــــــ لوہاری گیٹ۔ لاہور

نمبر شمار
۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷

مشمولات

ا۔کراچی

ڈ۔کراچی

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْکَوْنِ وَالْبَشَرِ

حَمْدًا یَدُوْمُ دَوَامًا غَیْرَ مُنْحَصِرِ

وَاَفْضَلُ الصَّلَوٰتِ الزَّاکِیَاتِ عَلٰی

خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ مُنْجِی النَّاسِ مِنْ سَقَرِ

یَکْفِی الْعِیَاذُ اِلٰہِی اِنْ اَشَا حُکْمًا

سِوَاکَ یَا رَبَّنَا یَا مُنْزِلَ النُّذُرِ

(امام احمد رضا قدس سرہٗ)
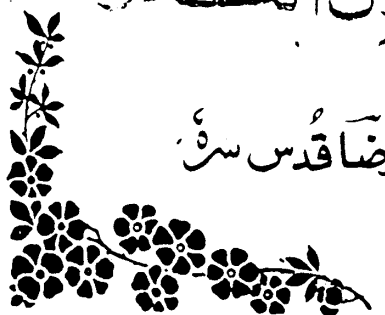
نعتِ رسُولِ مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم

امام احمد رضا فاضل بریلوی

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں، کوچے بسا دیئے ہیں

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمھاری جانب
کشتی تمھیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

دولھا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی پرخار بادیے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مُصطفٰے نے دریا بہا دیئے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُرِ بے بہا دیئے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مُسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

[حدائقِ بخشش حصّہ اوّل]

"منقبت"

فاضلِ بریلوی نور اللہ مرقدہٗ

حافظ محمد شکیل اوجؔ

ہے تمھارے نام سے ہی باغِ دانش میں بہار
جس پہ نازاں نکتہ دانی ایسے نکتہ دان ہو

تم ولی، اللہ کے، عاشق رسول اللہ کے
نام لیوا غوث کے۔ بیشک رفیع الشان ہو

شاعرِ مشرق جو ہے مشہورِ عالم فلسفی
ہاں اسی کی رائے میں تم ثانیٔ نعمان ہو

سر ضیاالدین کو میں طفل مکتب ہی کہوں
محوِ حیرت روبرو ہے کیا ریاضی دان ہو

سب نے مانا ہے تجھے ملکِ سخن کا بادشاہ
شاعر و ماہر ہو یا وہ ، ڈاکٹر فرمان ہو

وجد کرتا ہے ہمارا دل ترے اشعار پر
نعتیہ شعر و سخن کے سعدی و حسّان ہو۔

فلسفہ، منطق، ریاضی اور تصوف ، شاعری
ہر جگہ ہے تیرا چرچا، کوئی بھی عنوان ہو

ہاں زبانی ہی نہ ہو چاہت، ارادت اوجؔ کی
دل تصدق، جاں فدا اور روح بھی قربان ہو

۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علیٰ رسولہ النبی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اداریہ

اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی حسب روایت اس سال بھی اسی کی توفیق سے اپنا سالانہ شمارہ "معارف رضا" ۱۹۸۸ء امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے یوم وصال پر نذر قارئین کر رہا ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی عبقری شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ان کی علمی گہرائی و گیرائی، فقہی بصیرت، مجتہدانہ نظر اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم اسلام کے اکابر اور جیّد علماء و فضلاء نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ سیاسی محاذ پر امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بعد امام احمد رضا محدّث بریلوی علیہ الرحمۃ وہ نمایاں ترین شخصیت ہیں جنہوں نے علی الاعلان دو قومی نظریئے کا پرچار کیا اور قیام پاکستان کے لئے راہ ہموار کی۔

قارئین کرام! "معارف رضا" کی تیاری کے دوران ادارہ اور اس کے اراکین کو کئی جانگداز حادثات سے دوچار ہونا پڑا۔ سب سے پہلے ملک کی ایک مقتدر علمی و روحانی شخصیت اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ ۲۲ فروری ۱۹۸۸ء کو ہم سے جدا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ ہمارے لئے ایک بہت ہی صبر آزما لمحہ تھا۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے متعدد نسبتیں حاصل تھیں۔ اوّل یہ کہ مفتی صاحب اور امام احمد رضا ایک ہی جدِّ امجد کی اولاد تھے۔ دوم یہ کہ مفتی صاحب کو امام احمد رضا سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ اور سوم یہ کہ امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے آپ فرزند نسبتی بھی تھے۔ ادارے کے موجودہ خدوخال آپ ہی کی سرپرستی اور ہمت افزائی کے مرہون منت ہیں۔
اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں اس سانحہ کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے (آمین)

دوسرا صدمہ ہمیں اس وقت پیش آیا جب شہر کراچی کی ایک معروف محبوب شخصیت اور ادارے کے ایک اور سرپرست الحاج حبیب احمد صاحب ۳ اگست ۱۹۸۸ء کو اچانک رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے (آمین) مرحوم نہ صرف ایک معروف صنعت کار تھے بلکہ علمی، دینی اور سماجی حلقوں کے ایک فعال اور مستعد رکن بھی تھے۔ وہ شہر کے تمام حلقوں میں یکساں مقبول تھے مرحوم نہ صرف یہ کہ علمی، دینی اور سماجی تنظیموں کی دامے درمے سخنے دل کھول کر معاونت فرماتے تھے بلکہ شب و روز ان کی بہتری اور ترقی کے لئے کوشاں بھی رہتے تھے۔ وہ ایک محبت کرنے والے انسان تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے خصوصی محبت و لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کے وصال سے ادارہ ایک دیرینہ رفیق اور ایک مخلص سرپرست سے محروم ہو گیا اراکین ادارہ ان کے اہل خانہ اور خصوصاً ان کے بڑے صاحبزادے جناب زبیر احمد صاحب سے دلی تعزیت پیش کرتے ہیں۔

قارئین محترم! امام احمد رضا کی شخصیت اتنی ہمہ جہت ہے کہ معارف رضا کے محدود صفحات پر ایسی شخصیت کے چند گوشوں کا احاطہ بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ امام احمد رضا کے گرانمایہ خزانۂ علمی کے جواہر پاروں سے چند دُرِّ آبدار کا انتخاب کرکے نذرِ قارئین کیا جائے۔ اس کے علاوہ ہم ملک و بیرون ملک کے فضلاء و دانشوروں کے علمی اور تحقیقی مقالات بھی پیش کرتے ہیں۔ اس طرح ہر سال امام احمد رضا کی شخصیت و فکر کے نئے نئے گوشے سامنے آتے چلے جاتے ہیں۔

قارئین کرام! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ تدبیر و تقدیر کا موضوع بہت قدیم ہے اور اس پر فلاسفر قدیمہ وجدیدہ نے اپنے اپنے انداز میں بڑی فلسفیانہ موشگافیاں کی ہیں ہم اس موضوع پر امام احمد رضا کا ایک فاضلانہ مقالہ پیش کر رہے ہیں۔ امام احمد رضا مسئلہ تدبیر و تقدیر کو براہین و دلائل کے ساتھ نہایت سہل نگارانداز میں قرآن و احادیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں جس سے ان کی دقّتِ نظر، قرآن و احادیث پر ان کی گہری نظر اور موضوع پر انکی گرفت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ تقدیر پر ایک مومن کا ایمان ضروری ہے اور تقدیر کو بھول کر صرف تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے۔

پاک و ہند کے اردو اور فارسی ادب و تاریخ کے معروف قلمکار محترم علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کا ایک مقالہ امام احمد رضا کے مشہور نعتیہ فارسی قصیدہ کے مزید پچیس ۲۵ اشعار کی شرح سے متعلق [illegible] اشعار [illegible] علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں [illegible] محاورات و لغت پر [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] شخصیت ہی کا حصہ ہے۔

امام احمد رضا کی شاعری شعر و ادب کے اعلیٰ ترین محاسن کی حامل ہے اس ضمن میں مختلف محترم فاضل مقالہ نگار حضرات نے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے روشنی ڈالی ہے۔

ہندوستان کے معروف شاعر اور ادیب جناب کالی داس گپتا نے بعنوان "رضا داغ میر" امام احمد رضا کی شاعری کا تقابلی مطالعہ مختصر مگر اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے ہندوستان ہی کے مشہور محقق محترم ڈاکٹر طلحہ برق نے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کی خصوصیات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بلند پایہ نعتوں کی بناء پر ان کو "واصف شاہ ہدیٰ" قرار دیا ہے اور اسی عنوان سے مقالہ بھی قلمبند کیا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی سرزمین بریلی سے ایک اور فاضل شخصیت محترم عبدالنعیم عزیزی (علیگ) جو امام ہی کے خانوادے کی ایک عظیم علمی اور دینی شخصیت علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب کی علمی اور دینی سرگرمیوں میں معاونت فرمارہے ہیں اور ماہنامہ "سنّی دنیا" بریلی کے مدیر بھی ہیں کا ایک مقالہ بعنوان "اعلیٰحضرت کی شاعری میں محاکات" بھی اس شمارے میں شامل ہے۔ جو امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ایک نیا زاویہ تنقید ہے۔

مولانا اسمٰعیل ذبیح ترمذی (ہری پور ہزارہ) کی شخصیت علمی حلقوں میں جانی پہچانی جاتی ہے حال ہی میں سیرت پر ان کی ایک کتاب "کمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ادارہ کے تعاون سے طبع ہوئی ہے۔ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے ادبی محاسن پر ان کا ایک گرانقدر مقالہ بھی معارف رضا کے صفحات کی زینت ہے۔

محترم ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب سرزمین ہند کے ابھرتے ہوئے نوجوان محقق ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے انہوں نے "بہار شریعت کا ایک تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے ایک پر مغز مقالہ سپرد قلم کیا ہے، جو ہمارے سالنامے کی صفحات کی زیبائش ہے۔

محترم علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب (عربی یونیورسٹی مبارکپور یو پی۔ ہندوستان) پاک و ہند کے علمی اور دینی حلقوں کی ایک معتبر اور محقق شخصیت ہے۔ "امام احمد رضا" کے عنوان سے ان کا ایک مقالہ زیب قرطاس ہے جو امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کے کارناموں کا احاطہ کرتا ہے۔

امام احمد رضا کو علوم فقہ میں جو کمال اور اس کی جزئیات میں جو گہری بصیرت حاصل تھی فاضل نوجوان مولانا عطاء المصطفیٰ قادری الاعظمی مدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی نے اپنے تحقیقی مقالے "امام احمد رضا کی فقہی بصیرت" میں اس کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی کے ایک معروف استاد ہیں۔ اب تک امام احمد رضا کی شخصیت سے متعلق متعدد مقالے سپرد قلم کرچکے ہیں۔ آپ نے اس بار "امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت" پر ایک جامع مقالہ تحریر کیا ہے۔ جناب پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب جن کا تعلق جامعہ کراچی کے شعبہ ارضیات سے ہے اور جو ادارے کے معتمد بھی ہیں نے فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے ایک طویل مقالہ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ کا موضوعاتی جائزہ" قلمبند کیا ہے یہ درحقیقت فتاویٰ رضویہ کا ایک انڈکس ہے۔

محترم قارئین! ہم نے اپنے موجودہ وسائل کے تحت حتی الامکان کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت شخصیت کے مختلف النوع موضوعات پر ایسے تحقیقی مقالات و مضامین پیش کئے جائیں کہ ہر صاحب ذوق سلیم اس سے استفادہ کرسکے اور امام موصوف کی قد آور نابغۂ عصر شخصیت کی جھلک محسوس کرسکے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری اس سعی کو پسند فرمائیں گے اور اپنے قیمتی مشوروں اور ٹھوس آراء سے ہماری رہنمائی فرمائیں گے۔ تاکہ ہم خوب سے خوب تر کی جانب سفر جاری رکھیں بہتر در معیاری تالیفات و تصنیفات منظر عام پر لائیں اور امام احمد رضا کی ہمہ گیر شخصیت کے خدوخال ابھر کر اہل علم و تحقیق کے سامنے آتے رہیں۔

الحمدللہ اس سال محققین علماء و اہل قلم حضرات نے ہماری بہت پذیرائی کی اور ہمارے پاس اس کثرت سے اندرون ملک اور بیرون ملک سے مقالات موصول ہوئے کہ زیر نظر معارف رضا کی دو جلدیں چھپ جاتیں۔ لیکن افسوس کہ ہمیں تنگیٔ داماں کی شکایت ہوگئی۔ ہم ان تمام حضرات کے قلمی تعاون کے لئے ان کے ممنون ہیں۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ وہ امام احمد رضا کی ہمہ گیر شخصیت سے متعلق اپنی تحقیقات علمی اور رشحات قلمی سے نوازتے رہیں گے۔ اور امام موصوف کے مشن کی تبلیغ میں ہم سے تعاون کریں گے۔ ادارہ ایسے تمام کرم فرما حضرات سے جن کے مقالات صفحات کی تنگی یا تاخیر سے وصول ہونے کی وجہ سے شائع نہ ہوسکے مؤدبانہ معذرت خواہ ہے اور ان کو یقین دلاتا ہے کہ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں ان کو شامل کیا جائے گا ادارہ ان تمام محسنین کا بصمیم قلب شکر گذار ہے جو دامے درمے سخنے ہم سے تعاون فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کا باعث بنے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وازواجہ واصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و

ثلج الصدر لایمان القدر

١٣٠٥ھ

مسئلہ تقدیر

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ

ولادت ١٢٧٢ھ — وفات ١٣٤٠ھ

١٨٥٦ء — ١٩٢١ء

ترجمہ و ترتیب جدید

علامہ محمد احمد مصباحی

رکن المجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا)

التحبیر بباب التدبیر

۱۳۰۵ھ

آرائشِ کلام مسئلہ تدبیر کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۶: مسئولہ مولوی اللہ یار خاں صاحب ۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے ——— اور تدبیرات کو کارِ دنیوی واُخروی میں امرِ مستحسن اور بہتر جانتا ہے۔

ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے ——— بلکہ اسے کافر سمجھ کر سلام وجوابِ سلام بھی ترک کر دیا۔ اور کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے اور جو اشخاص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں۔ (خواہ عربی خواہ انگریزی) وہ جھک مارتے ہیں، گوہ کھاتے ہیں، کیوں کہ پڑھنا لکھنا تدبیر میں داخل ہے۔

پس ولید نے خالد کو جو کافر کہا تو وہ کافر ہے یا نہیں؟ اور نہیں ہے تو کہنے والے کے لئے کیا گناہ وتعزیر ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَدَّرَ الْکَائِنَاتِ۔ وَرَبَطَ بِالْاَسْبَابِ الْمُسَبَّبَاتِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔ سِرًّا وَّجَھْرًا، وَاِمَامِ الْعَالَمِیْنَ وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الَّذِیْنَ بَاطِنُھُمْ تَوَکُّلٌ، وَظَاھِرُھُمْ فِی الْکَدِّ وَالْعَمَلِ[1]

---

[1] تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے تمام ہونے والی چیزیں مقدر فرمائیں اور مُسبَّبات کا اسباب سے ربط رکھا اور درود وسلام خفیہ اور علانیہ توکل کرنے والوں کے سردار اور تمام عالموں اور ان کے امام پر جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں اور انکی آل واصحاب پر جن کا باطن متوکل ہے اور ان کا ظاہر محنت وعمل میں لگا ہوا ہے۔

بے شک خالد سچا، اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہل حق کا عقیدہ ہے۔

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی تقدیر سے ہے

قَالَ تَعَالٰی:۔ کُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ (ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ کنز الایمان)

وَقَالَ تَعَالٰی:۔ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝ (اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔ کنز پ۲۲ یٰسٓ ع ۱ آیت ۱۲)

وَقَالَ تَعَالٰی:۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ (اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔) کنز پ۷ ع ۱۳ انعام آیت ۵۹)

اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالْاَحَادِیْثِ (اس کے علاوہ اور بھی آیات واحادیث ہیں۔م)

مگر تدبیر زنہار مُعطّل نہیں۔ دنیا عالَمِ اسباب ہے۔ رب جَلَّ مَجْدُہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق اس میں مُسبّبات کو اسباب سے ربط دیا۔ اور سُنّتِ الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مُسبّب پیدا ہو۔

جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا، کفار کی خصلت ہے، یوہیں تدبیر کو محض عَبَث ومَطرُود ونضول ومَردُود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنون کا کام ہے۔ جس کی رُو سے صدہا آیات واحادیث سے اِعراض، اور انبیاء وصحابہ وائمہ واولیاء سب پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔ حضراتِ مرسلین صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ سے زیادہ کس کا توکّل، اور ان سے بڑھ کر تقدیرِ الٰہی پر کس کا ایمان، پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے۔ اور اس کی راہیں بتاتے۔ اور خود کسبِ حلال میں سعی کرکے رزقِ طیّب کھاتے۔

① داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام زرہیں بناتے: قال اللہ تعالیٰ:۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا)

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝

(اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے۔ تو کیا تم شکر کرو گے۔ کنز پ۱۷ انبیاء۔ ع ۶ آیت ۸۰)

② وَقَالَ تَعَالٰی:۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۔

(اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔ اور تم سب نیکی کرو۔ بے شک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں کنز[۲] سبا ع ۲ آیت ۱۰-۱۱)

(۳) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس برس شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بکریاں اُجرت پر چرائیں۔

قال تعالیٰ۔ قَالَ اِنِّیٓ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ قَالَ ذٰلِکَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ وَ اللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ ۝ فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی الۡاَجَلَ وَ سَارَ بِاَہۡلِہٖۤ۔ الآیۃ۔

(کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو۔ پھر اگر پورے دس برس کرلو تو تمہاری طرف سے ہے۔ اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے انشاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اِقرار ہو چکا۔ میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کردوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں۔ اور ہمارے اِس کہے پر اللہ کا ذِمہ ہے۔ پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی اور اپنی بیوی کو لے کر چلا.... کنز[۲] قصص۔ ع ۳ و ۷۔ آیت ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹)

خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت اُمّ المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت[1] لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے ـــــــــ حضرت امیر المومنین عثمان غنی و حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بڑے نامی گرامی تاجر تھے ـــــــــ حضرت امام اعظم قدس سرہ الاکرم بزّازی کرتے ـــــــــ بلکہ ولید منکر تدبیر، خود کیا تدبیر سے خالی ہوگا، ہم نے فرض کیا کہ وہ زِراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو آخر اپنے لئے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا ـــــــــ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، یہ کیا تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجئے اگر بغیر

[1] یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام ۱۲۔ بہار شریعت ج ۱۴ ص ۲

اس کے سوال یا اشارہ دایما کے خود بخود کی پکائی اسے مل جاتی ہو تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا
چبانا، نگلنا یہ بھی تدبیر ——— تدبیر کو معطل کرے تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی
لکھی ہے بے کھائے جئے گا، یا قدرت الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا یا خود بخود کھانا معدے میں چلا جائیگا
ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہلسنت میں نہ پانی پیاس بجھاتا ہے نہ کھانا بھوک
کھوتا ہے ——— بلکہ یہ سب اسبابِ عادیہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا۔
اور اپنی عادتِ جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری و سیرابی فرماتا ہے ——— وہ نہ چاہے تو گھڑے
چڑھائے، دَھڑیوں[1] کھا جائے کچھ مفید نہ ہوگا ——— آخر مرضِ استسقاء و جوع البقر[2] میں کیا ہوتا
ہے؟ ——— وہی کھانا، پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا اب کیوں محض بے کار جاتا ہے۔
اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیے بھوک پیاس پاس نہ آئے، جیسے زمانۂ دجّال میں اہلِ ایمان کی
پرورش فرمائے گا۔ اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے نہیں معلوم ——— مگر یہ انسان میں
خرقِ عادت ہے، جس پر ہاتھ، پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل و حماقت ——— یہاں تک کہ اگر
تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کرکے خورد و نوش کا عہد کرلے اور بھوک پیاس سے مرجائے، بیشک حرام
موت مرے ——— اور اللہ تعالیٰ کا گنہگار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا۔

(۴) وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (پ۲ ر ۸) اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

گرچہ مردن مقدر است و لے ⁂ تو مرو در دہان اژدہا[3]

ہم نے مانا کہ ولید اپنے دعوے پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترکِ اسباب کرکے پیمانِ واثق
کرے کہ اصلاً دست و پا نہ ہلائے۔ نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا۔ خدا کے حکم سے
پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول، تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا، یہ کیا تدبیر نہیں کہ دعا خود

---

[1] دَھڑی:۔ دس سیر یا پانچ سیر کا وزن ۱۲ مصباحی [2] جوع البقر:۔ اس بیماری میں کتنا بھی کھائے
بھوک نہیں جاتی جس طرح استسقاء میں جس قدر بھی پیے پیاس نہیں جاتی۔ م۔

[3] اگرچہ موت امر مقدر ہے لیکن از خود اژدہوں اور سانپوں کے منہ میں نہ جا۔ م۔

مؤثرِ حقیقی کب ہے؟ ۔ صرف حصولِ مراد کا ایک سبب ہے ۔ اور تدبیر کاہے کا نام ہے؟ ——
رب جَلَّ جَلَالُہٗ فرماتا ہے:۔

⑤ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ — تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا

وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے ، پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ اور وہ بھی اس تاکید کے ساتھ کہ حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنْ لَّمْ یَدْعُ اللّٰهَ غَضِبَ عَلَیْهِ — جو اللہ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائیگا

رواہ الائمۃ احمد فی المسند وابو بکر بن ابی شیبہ واللفظ لہ فی المصنف ، والبخاری فی الادب المفرد ۔ والترمذی فی الجامع ، وابن ماجۃ فی السنن ، والحاکم فی المستدرک عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بلکہ خلافت و سلطنت و قضا و جہاد و حدود و قصاص وغیرہا یہ تمام امورِ شرعیہ عینِ تدبیر ہیں کہ انتظامِ عالم و ترویجِ دین و دفعِ مُفسدین کے لئے اس عالمِ اسباب میں مقرر ہوئے ۔

⑥ قال تعالیٰ :۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

(حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں کنزالایمان پ۵ ع ۵ نساء آیت ۵۹)

⑦ وقال تعالیٰ :۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

(اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہو جائے کنز پ۹ ع ۱۹ انفال آیت ۳۹)

⑧ وَقال تعالیٰ :۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝

(اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے ۔ مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے کنز بقرہ پ۲ ع ۳۲ ۔ آیت ۲۵۱)

⑨ وقال تعالیٰ :۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ

مَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ۔ ط۔

(اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔ کنز پ۱۷ ع ۱۳ حج ت ۴۰)

دیکھو صاف ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ جہاد اسی لئے مقرر ہوا کہ فتنے فرو ہوں۔ اور دین حق پھیلے اگر یہ نہ ہوتا تو زمین تباہ ہو جاتی اور مسجدیں اور عبادت خانے ڈھائے جاتے۔

(۱۰) وقال تعالیٰ:۔

اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ ۝

(ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ کنز پ۱۰ ع ۱۰ انفال آیت ۷۳)

فتنہ، کفر کی قوت، اور فساد کبیر، ضعفِ اسلام۔

(۱۱) وقال تعالیٰ:۔ وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

(اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔ کنز بقرہ پ۲ ع ۱۱ آیت ۱۷۹)

یعنی خون کے بدلے خون لوگے تو مفسدوں کے ہاتھ رکیں گے۔ اور بے گناہوں کی جانیں بچیں گی۔ اور اسی لئے حد جاری کرتے وقت حکم ہوا کہ مسلمان جمع ہو کر دیکھیں تاکہ موجب عبرت ہو۔

(۱۲) قال تعالیٰ:۔ وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

(اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ کنز پ۱۸ نور ع ۱۔ آیت ۲)

بلکہ اور ترقی کیجئے تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہا تمام اعمالِ دینیہ خود ایک تدبیر۔ اور رضائے الٰہی و ثواب نامتناہی ملنے، اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔

(۱۳) قال تعالیٰ:۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا ۝

(اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا، تو انھیں کی کوشش ٹھکانے لگی کنز پ۱۵ ع ۲۔ بنی اسرائیل آیت ۱۹)

اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ:۔

فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ۝ (ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں کنز پ۲۵ ع ۲ شوریٰ ت ۷)

پھر بھی اعمال فرض کئے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اُسے وہی راہ آسان، اور اُسی کے اسباب مُہیّا ہو جائیں گے۔

قال تعالیٰ:۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ٥ (تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کردیں گے کنز پ۳۰ ع لیل ت۷)

وقال تعالیٰ:۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ٥ (تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کردیں گے کنز پ۳۰ ع لیل ت۱۰)

اسی لئے جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

حدیث ۲: کہ دوزخی، جنتی سب لکھے ہوئے ہیں، اور صحابہ نے عرض کی! یا رسول اللہ پھر ہم عمل کاہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں، کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہوں گے، اور جو شقی ہیں ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا ـ نہیں بلکہ عمل کئے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لئے بنا ہے اسی کا راستہ اُسے سہل کر دیتے ہیں۔ سعید کو اعمالِ سعادت کا، اور شقی کو افعالِ شقاوت کا ــــــــ پھر حضور نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔

اَخْرَجَ الائمۃُ احمدُ والبخاریُّ ومُسْلِمٌ وغیرھم۔ عَنْ امیرِ المؤمنین عَلِیٍّ کَرَّمَ اللہُ تعالیٰ وجہہ قال:۔ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃٍ فَاَخَذَ شَیْئًا فَجَعَلَ یَنْکُتُ بِہِ الْاَرْضَ فَقَالَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ کُتِبَ مَقْعَدُہٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ۔ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ! اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ (زَادَ فِیْ رِوَایَۃٍ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی اَھْلِ السَّعَادَۃِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الشَّقَاءِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی عَمَلِ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ) قَالَ اعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ اَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الشَّقَاءِ فَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الآیۃ۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مُہمل (بیکار ۱۲) ہو تو دین و شرائع و انزالِ کُتب و ارسالِ رُسل و اتیانِ فرائض (فرائض کا کرنا ۱۲) و اجتنابِ محرمات (حرام کاموں سے بچنا ۱۲) معاذ اللہ! سب لغو و فضول و عبث ٹھہریں ــــــ آدمی کی رسّی کاٹ کر بجار کر دیں[1] ــــــ دین و دنیا سب یکبارگی برہم ہو جائیں ــــــ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

[1] آزاد چھوٹا ہوا سانڈ ۱۲

نہیں نہیں بلکہ تدبیر بیشک مستحسن ہے۔ اور اُس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں —— جیسے دُعا و دَوا ——

دعا کی حدیثیں تو خود متواتر ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے یعنی قضاء معلق

حدیث ۱

رواہ الترمذی وابن ماجۃ والحاکم بسند حسن عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسری حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

حدیث ۲

لَا یُغْنِیْ حَذَرٌ مِّنْ قَدَرٍ، وَالدُّعَاءُ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ اِنَّ الْبَلَاءَ یَنْزِلُ فَیَتَلَقَّاهُ الدُّعَاءُ فَیَعْتَلِجَانِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

تقدیر کے آگے احتیاط کی کچھ نہیں چلتی، اور دعا اس بلا سے جو اُتر آئی اور جو ابھی نہیں اتری، دونوں سے نفع دیتی ہے، اور بیشک بلا اترتی ہے دُعا اُس سے جا ملتی ہے دونوں قیامت تک کشتی لڑتی رہتی ہیں۔ یعنی بلا کتنا ہی اترنا چاہے دعا اُسے اترنے نہیں دیتی

رواہ الحاکم والبزار والطبرانی فی الاوسط عن اُم المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، قال الحاکم صحیح الاسناد وکذا قال۔

جسے دعا کے بارے میں احادیثِ مُجملہ ومُفصّلہ وکلیہ وجزئیہ دیکھنا ہوں وہ کتاب الترغیب وحصن وعُدّہ وسلاح وغیرہا تصانیفِ علماء کی طرف رجوع کرے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۳

تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَہٗ دَوَاءً غَیْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ اَلْھَرَمُ

خدا کے بندو دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا۔

اخرجہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم عن اُسامۃ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استعمالِ دوا فرمانا اور امتِ مرحومہ کو صدہا امراض کے علاج بتانا، بکثرت احادیث میں مذکور، اور طبِ نبوی وغیرہا فنونِ حدیثیہ میں مسطور۔

اور تدبیر کی بہت صورتیں فرض قطعی ہیں ——— جیسے فرائض کا بجا لانا، محرمات سے بچنا، بقدر سدِ رمق کھانا کھانا، پانی پینا، یہاں تک کہ اس کے لئے بحالتِ مخمصہ[1] شراب و مردار کی اجازت دی گئی۔ (جان بچانے کی مقدار ۱۲)

اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں اور حلال معاش کی سعی و تلاش جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث ۹:

طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ

آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسب حلال کی تلاش کرے

اخرجہ الطبرانی فی الکبیر، والبیہقی فی شعب الایمان، والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور فرماتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۱۰:

طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ　　طلب حلال ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اخرجہ الدیلمی بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی لئے احادیث میں حلال معاش کی طلب و تلاش کی بہت فضیلتیں وارد۔

مسند احمد و صحیح بخاری میں ہے حضور پر نور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث ۱۱:

مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاؤُدَ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ۔

کبھی کسی شخص نے کوئی کھانا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہ کھایا اور بیشک نبی اللہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دست کاری کی اجرت سے کھاتے۔

واخرجاہ عن مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] جان لیوا بھوک ۱۲ م

اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ ۔ سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھاؤ۔

اخرجہ البخاری فی التاریخ والدارمی وابو داؤد والترمذی والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ بسند صحیح

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اَیُّ الْکَسْبِ اَفْضَلُ سب سے بہتر کسب کون سا ہے؟ ——— فرمایا۔
عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ وَکُلُّ بَیْعٍ مَبْرُوْرٍ اپنے ہاتھ کی مزدوری اور ہر مقبول تجارت کہ مفاسدِ شرعیہ سے خالی ہو

اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر بسند الثقات عن عبد اللہ بن عمر ——— وھو فی الکبیر واحمد والبزار عن ابی بردۃ بن نیار ——— والیضا ہذان عن رافع بن خدیج ——— والبیہقی عن سعید بن عمیر مرسلا والحاکم عنہ عن امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ بیشک اللہ تعالٰی مسلمان پیشہ ور کو دوست رکھتا ہے

اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب وسیدی محمد الترمذی فی النوادر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مَنْ اَمْسٰی کَالًّا مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ اَمْسٰی مَغْفُوْرًا لَّہٗ

جسے مزدوری سے تھک کر شام آئے اس کی وہ شام، شامِ مغفرت ہو۔

اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن ام المومنین الصدیقۃ ——— ومثل ابی القاسم الاصبہانی عن ابن عباس، وابن عساکر عنہ وعن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

طُوْبٰی لِمَنْ طَابَ کَسْبُہٗ۔ الحدیث پاک کمائی والے کے لئے جنت ہے۔

اخرجہ البخاری فی التاریخ والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والبغوی والباوردی وابن قانع وابن شاہین ومندہ کلہم عن رکب المصری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل قال ابن عبد البر حدیث حسن قلت ای لغیرہ۔

ایک حدیث میں آیا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اَلدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ مَنِ اکْتَسَبَ مِنْہَا مَالًا فِیْ حِلِّہٖ وَاَنْفَقَہٗ فِیْ حَقِّہٖ اَثَابَہُ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اَوْرَدَہٗ جَنَّتَہٗ۔ الحدیث۔

دنیا دیکھنے میں ہری، چکھنے میں میٹھی ہے یعنی بظاہر بہت خوشنما وخوش ذائقہ معلوم ہوتی ہے جو اسے حلال وجہ سے کمائے اور حق جگہ پر اٹھائے اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے۔ اور اپنی جنت میں لے جائے۔

اخرجہ البیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ قُلتُ والمتن عند الترمذی عن خولۃ بنت قیس امراۃ سیدنا حمزۃ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلفظ اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَمَنْ اَصَابَہٗ بِحَقِّہٖ بُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ" الحدیث۔ قال الترمذی حسن صحیح۔ قُلتُ واصلہ عن خولۃ عند البخاری مختصراً۔

اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔

اِنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبًا لَا یُکَفِّرُھَا الصَّلٰوۃُ وَلَا الصِّیَامُ وَلَا الْحَجُّ وَلَا الْعُمْرَۃُ۔ یُکَفِّرُھَا الْھُمُوْمُ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَۃِ۔

کچھ گناہ ہیں ایسے ہیں جن کا کفارہ نہ نماز ہو نہ روزے، نہ حج، نہ عمرہ — ان کا کفارہ وہ پریشانیاں ہوتی ہیں جو آدمی کو تلاشِ معاشِ حلال میں پہونچتی ہیں۔

رواہ ابن عساکر وابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ تیز وچست کسی کام کو جارہا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ! کیا خوب ہوتا اگر اس کی یہ تیزی وچستی خدا کی راہ میں ہوتی۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی نَفْسِہٖ یُعِفُّھَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ——— وَاِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی وُلْدِہٖ صِغَارًا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ——— وَاِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی اَبَوَیْنِ شَیْخَیْنِ کَبِیْرَیْنِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ——— وَاِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی رِیَاءً وَّمُفَاخَرَۃً فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ الشَّیْطَانِ۔

اگر یہ شخص اپنے لئے کمائی کو نکلا ہے کہ سوال وغیرہ کی ذلت سے بچے تو اس کی یہ کوشش اللہ ہی کی راہ میں ہے۔ اور اگر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے خیال سے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے۔

اور اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کے لئے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے ہاں! اگر ریا و تفاخر کے لئے نکلا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے۔

رواہ الطبرانی[۲۲] عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورجالہ رجال الصحیح

اسی لئے ترک کسب سے صاف ممانعت آئی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

حدیث ۲۳: لَیْسَ بِخَیْرِکُمْ مَنْ تَرَکَ دُنْیَاہُ لِاٰخِرَتِہٖ لِدُنْیَاہُ[ط] حَتّٰی یُصِیْبَ مِنْھُمَا جَمِیْعًا فَاِنَّ الدُّنْیَا بَلَاغٌ اِلَی الْاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوْنُوْا کَلًّا عَلَی النَّاسِ۔

تمہارا بہتر وہ نہیں ہے جو اپنی دنیا، آخرت کے لئے چھوڑ دے۔ اور نہ وہ جو اپنی آخرت دنیا کے لئے ترک کرے۔ بہتر وہ ہے جو دونوں سے حصہ لے۔ کہ دنیا آخرت کا وسیلہ ہے۔ اپنا بوجھ اوروں پر ڈال کر نہ بیٹھ رہو۔

رواہ ابن عساکر عن[۲۳] انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاشِ حلال و فکرِ معاش و تعاطیِ اسباب ہرگز منافیِ توکل نہیں بلکہ عینِ مرضیِ الٰہی ہے کہ آدمی تدبیر کرے اور بھروسہ تقدیر پر رکھے

حدیث ۲۴، ۲۵۔ اسی لئے جب ایک صحابی نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی اپنی اونٹنی یونہیں چھوڑ دوں، اور خدا پر بھروسہ رکھوں یا اُسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟۔ ارشاد فرمایا۔ قَیِّدْ وَ تَوَکَّلْ۔ باندھ دے اور تکیہ خدا پر رکھ۔ ع بر توکل زانوے اشتر ببند۔

اخرجہ البیہقی فی الشعب بسند جید عن[۲۴] عمرو بن اُمیۃ الضمری، والترمذی فی الجامع عن[۲۵] انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما واللفظ عندہ ـــــ اِعْقِلْھَا وَ تَوَکَّلْ

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ تدبیر کرو مگر اس پر اعتماد نہ کرو ـــــ دل کی نظر تقدیر پر رہے، مولانا قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

ط لعلہ من ترک آخرتہ لدنیاہ یا اسی کے ہم معنی کوئی اور عبارت ہونی چاہئے جو چھوٹ گئی ہے ۱۲ م

توکل کن بجنباں پا و دست ※ رزقِ تو بر توز تو عاشق تر است[1]

خود حضرتِ عزت جَلَّ مجدُہ نے قرآنِ عظیم میں تلاش و تدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھنے کی ہدایت فرمائی۔

(۱۴) قال تعالیٰ:۔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ ۝
لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ

(اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔ اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔
تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ کنزالایمان پ۲ ع۹ بقرہ ۱۹۷ و ۱۹۸)

یمن کے کچھ لوگ بے زادِ راہ لئے حج کو آتے، اور کہتے ہم متوکل ہیں۔ ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا توشہ ساتھ لیا کرو ——— کچھ اصحابِ کرام نے موسمِ حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاصِ نیت میں فرق نہ آئے ——— فرمان آیا کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے ربّ کا فضل ڈھونڈھو۔ اسی طرح تلاشِ فضلِ الٰہی کی آیتیں بکثرت ہیں۔

(۱۵) وقال تعالیٰ:۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اِس امید پر کہ فلاح پاؤ کنز پ۶ ع۱۰۔ المائدہ آیت ۳۵)

صاف حکم دیتے ہیں کہ رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو تاکہ مراد کو پہنچو۔ اگر تدبیر و اسباب مُعطّل و مُہمل ہوتے تو اس کی کیا حاجت تھی؟۔

بلکہ انصاف کیجئے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے۔ وہ خود ایک تقدیر ہے ———

اور اس کا بجالانے والا ہرگز تقدیر سے رُوگرداں نہیں۔ حدیث میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی۔ دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی۔ فرمایا۔

حدیث ۳۴: اَلدَّوَاءُ مِنَ الْقَدَرِ، یَنْفَعُ مَنْ یَّشَاءُ بِمَا شَاءَ

[1] توکل کر اور ہاتھ پاؤں حرکت میں لا کہ تیرا رزق تجھ پر، تجھ سے زیادہ عاشق ہے ۱۲م

دوا خود بھی تقدیر سے ہے ـــــ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچا دیتا ہے۔

رواہ ابن السنی فی الطب والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصدرہ عنہ عند ابی نعیم والطبرانی فی المعجم الکبیر۔

۵۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بقصد شام وادی تبوک میں قریہ سرغ تک پہنچے سرداران لشکر ابو عبیدہ بن الجراح وخالد بن الولید وعمرو بن العاص وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم انہیں ملے۔ اور خبر دی کہ شام میں وبا ہے۔ امیر المومنین نے مہاجرین وانصار وغیرہم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلاکر مشورہ لیا۔ اکثر کی رائے رجوع پر قرار پائی۔ امیر المومنین نے بازگشت کی منادی فرمائی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ـــــ اَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللّٰہِ ـــــ کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگنا؟ ـــــ فرمایا۔

لَوْغَيْرُكَ قَالَهَا يَا اَبَا عُبَيْدَةَ۔ نَعَمْ۔ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ ـــــ اَرَأَيْتَ لَوْكَانَ لَكَ اِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهٗ عُدْوَتَانِ اَحَدُهُمَا خَصِبَةٌ وَالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ اَلَيْسَ اِنْ رَعَيْتَ الْخَصِبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ وَاِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ۔

کاش اے ابو عبیدہ! یہ بات تمہارے سوا کسی اور نے کہی ہوتی۔ (یعنی تمہارے علم وفضل سے بعید تھی) ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ بھلا بتاؤ تو اگر تمہارے کچھ اونٹ ہوں انہیں لے کر کسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز دوسرا خشک تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تم شاداب میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔ اور خشک میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔

اخرجہ الائمۃ مالک واحمد والبخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یعنی باآں کہ سب کچھ تقدیر سے ہے پھر آدمی خشک جنگل چھوڑ کر ہرا بھرا چرائی کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اس سے تقدیر الٰہی سے بچنا لازم نہیں آتا۔ یونہی ہمارا اُس زمین میں نہ جانا جس میں وبا پھیلی ہے یہ بھی تقدیر سے فرار نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تدبیر ہرگز منافی توکل نہیں۔ بلکہ صلاح نیت کے ساتھ عین توکل ہے۔ ہاں یہ بیشک ممنوع ومذموم ہے کہ آدمی ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہوجائے

اور اس کی درستی میں جا و بیجا و نیک و بد و حلال و حرام کا خیال نہ رکھے ـــــ

یہ بات بیشک اسی سے صادر ہو گی جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا شیطان اُسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑی جب تو کار برآری ہے ۔ ورنہ مایوسی و ناکامی ۔ ناچار سب این و آں سے غافل ہو کر اسکی تحصیل میں لہو پانی ایک کر دیتا ہے ۔ اور ذلت و خواری، خوشامد و چاپلوسی، مکر و دغا بازی جس طرح بن پڑے اس کی راہ لیتا ہے ـــــ حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہو گا ـــــ ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے ـــــ اگر یہ علوِّ ہمت و صدقِ نیت و پاسِ عزت و لحاظِ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا رزق کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنے ذمہ لیا ۔ جب بھی پہنچتا ۔ اس کی طمع نے آپ اس کے پاؤں میں تیشہ مارا ۔ اور حرص و گناہ کی شامت نے خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃ[1] کا مصداق بنایا ۔ اور اگر بالفرض آبرو کھو کر گناہ گار ہو کر دو پیسہ پائے بھی تو ایسے مال پر ہزار تف ۔

بِئْسَ الْمَطَاعِمُ حِیْنَ الذُّلِّ تَکْسِبُھَا　　　اَلْقِدْرُ مُنْتَصِبٌ وَ الْقَدْرُ مَخْفُوْضٌ[2]

اسی لئے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَجْمِلُوْا فِیْ طَلَبِ الدُّنْیَا فَاِنَّ کُلًّا مُیَسَّرٌ لِّمَا کُتِبَ لَہٗ مِنْھَا ۔

دنیا کی طلب میں اچھی روش سے عدول نہ کرو کہ جس کے مقدر میں جتنی لکھی ہے ضرور اس کے سامان مہیا پائے گا ۔

رواہ ابن ماجۃ والحاکم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن وابو الشیخ فی الثواب عن[28] ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسنادٍ صحیح واللفظ للحاکم

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا اللہَ وَ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَاِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَوْفِیَ رِزْقَھَا فَاِنْ اَبْطَاَ مِنْھَا فَاتَّقُوا اللہَ وَ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ وَ دَعُوْا مَا حَرُمَ ۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور طلبِ رزق نیک طور پر کرو کہ کوئی جان دنیا سے نہ جائے گی جب تک اپنا رزق پورا نہ لے لے تو اگر روزی میں دیر دیکھو تو خدا سے ڈرو اور روشِ محمود پر تلاش کرو ـــــ حلال کو لو اور حرام کو چھوڑ دو ۔

---

[1] دنیا و آخرت دونوں کے اندر گھاٹے میں رہا ۔ ۱۲ م

[2] بری خوراک ہے وہ جسے ذلت کی حالت میں حاصل کرو قسمت بلند بھی ہے اور قسمت پست بھی ہے ۔ م

رواہ ابن ماجۃ واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح علی شرطہا وبسندٍ آخر صحیح علی شرط مسلم وابن حبان فی صحیحہ کلہم عن[29] جابر بن عبداللہ وبمعناہ عند ابی یعلی بسند حسن ان شاء اللہ تعالیٰ عن[30] ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:-

حدیث ۳۱ تا ۳۴: اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ اَجَلَہَا وَ تَسْتَوْعِبَ رِزْقَہَا۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلَا یَحْمِلَنَّ اَحَدَکُمْ اِسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ یَّطْلُبَہٗ بِمَعْصِیَۃِ اللّٰہِ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُنَالُ مَا عِنْدَہٗ اِلَّا بِطَاعَتِہٖ۔

بیشک روح القدس جبریل نے میرے دل میں ڈالا کہ کوئی جان نہ مرے گی جب تک اپنی عمر اور اپنا رزق پورا نہ کرلے۔ تو خدا سے [illegible] طریقے سے تلاش کرو۔ اور خبردار رزق کی دیرنگی تم میں کسی کو اس پر نہ لائے [illegible] اُسے طلب کرے کہ اللہ کا فضل تو اس کی طاعت ہی سے ملتا ہے۔

اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ واللفظ [illegible] عن[31] ابی امامۃ الباہلی ــــ والبغوی فی شرح السنۃ والبیہقی فی الشعب والحاکم فی المستدرک عن[32] ابن مسعود ــــ والبزار عن[33] حذیفۃ بن الیمان ونحوہ للطبرانی فی الکبیر ــــ عن[34] الحسن بن علی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ــــ غیر ان الطبرانی لم یذکر جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اور مروی ہوا۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:-

حدیث ۳۵: اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ بِعِزَّۃِ الْاَنْفُسِ فَاِنَّ الْاُمُوْرَ تَجْرِیْ بِالْمَقَادِیْرِ

حاجتیں عزتِ نفس کے ساتھ طلب کرو کہ سب کام تقدیر پر چلتے ہیں ــــ

رواہ تمام فی فوائدہ وابن عساکر فی تاریخہ عن[35] عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش و تدبیر کی طرف ہدایت فرمائی ــــ مگر حکم دیا کہ شریعت و عزت کا پاس رکھو ــــ تدبیریں بے ہوش و مدہوش نہ ہو جاؤ ــــ دست در کار و دل بایار، تدبیریں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ ــــ ظاہر میں اِدھر، باطن میں اُدھر ــــ اسباب کا نام، مسبّب سے کام۔ یوں بسر کرنا چاہئے ــــ یہی روشِ بندگی ہے، یہی مرضیٔ خدا ــــ یہی سنتِ انبیا ــــ یہی سیرتِ اولیا ــــ عَلَیْہِمْ جَمِیْعًا الصَّلٰوۃُ وَالثَّنَا ــــ

بس اِس بارے میں یہی قولِ فیصل وصراطِ مستقیم ہے ۔ اِس کے سوا تقدیر کو بھولنا، یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مُہمل جاننا دونوں معاذ اللہ گمراہی ضلالت یا جنون وسفاہت —— وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ——

بابِ تدبیر میں آیات واحادیث اتنی نہیں جنھیں کوئی حصر کرسکے ۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ دعویٰ کرتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر محنت کی جائے تو دس ہزار سے زائد آیات واحادیث اس پر ہو سکتی ہیں۔ مگر کیا حاجت کہ —— ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

جس مسئلہ کے تسلیم پر تمام جہان کے کاروبار کا دارومدار، اُس میں زیادہ تطویل عبث وبیکار، **اِسی تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ[15] آیتیں اور پینتیس[35] حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کئے —— اور صدہا بلکہ ہزارہا کے پتے دیئے**، یہ کیا تھوڑے ہیں؟ - انہیں سے ثابت کہ انکارِ تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اَخبث الامراض اور قرآن وحدیث سے صریح اعراض، اور خدا ورسول پر کھلا اعتراض —— وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ——

ولید پر فرض ہے کہ تائب ہو، اور کتاب وسنت سے اپنا عقیدہ درست کرے ورنہ بدمذہبی کی شامت سخت جانکاہ ہے —— وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رب الْعٰلَمِیْنَ **باقی رہا اس کا عربی پڑھانے، علم سکھانے کی نسبت وہ شنیع لفظ کہنا**، اگر اِس تاویل کا درمیان نہ ہوتا کہ شاید وہ اِن لوگوں پر معترض ہے جو دنیا کے لئے علم پڑھاتے ہیں —— اور ایسے لوگ بیشک لائقِ اعتراض ہیں، تو صریح کلمۂ کفر تھا کہ اس نے علمِ دین کی تحقیر وتوہین کی، اور اِس سے سخت تر ہے اُس کا خالد کو اِس بنا پر کافر کہنا کہ وہ باوجود ایمانِ تقدیر، تدبیر کو بہتر ومستحسن جانتا ہے۔ حالانکہ جو اُس کا عقیدہ ہے وہی حق وصحیح ہے، اور ولید کا قول خود باطل وقبیح —— **"مسلمان کو کافر کہنا سہل بات نہیں"** —— صحیح حدیثوں میں فرمایا کہ جو دوسرے کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ تھا یہ کافر ہو جائے۔

حدیث ۳۶ تا ۳۹

کما اخرجہ الائمۃ مالک واحمد والبخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی عن[36] عبد اللہ بن عمر، والبخاری عن[37] ابی ہریرۃ، واحمد[38] والشیخان عن ابی ذر وابن حبان بسند صحیح عن[39] ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم باسانید عدیدۃ والفاظ متباینۃ ومعانی متقاربۃ۔

اور اگرچہ اہل سنت کا مذہب محقق منقح یہی ہے کہ ہمیں تاہم احتیاط لازم، اور اتنی بات پر حکم تکفیر ممنوع و ناملائم، اور احادیثِ مذکورہ میں تاویلاتِ عدیدہ کا احتمال قائم۔ مگر پھر بھی صدہا ائمہ مثلِ امام ابوبکر اعمش و جمہور فقہاءِ بلخ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ظاہرِ احادیث ہی پر عمل کرتے، اور مسلمان کے تکفیرہ کو مطلقاً کافر کہتے ہیں۔ کما فصّلنا کلّ ذلک فی رسالتنا النّھی الاکید عن الصّلٰوۃ وراء عدی التقلید ۱۲ھ

تو ولید پر لازم کہ از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اگر صاحبِ نکاح ہو تو اپنی زوجہ سے تجدیدِ نکاح کرے۔

فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ عَنْ شَرْحِ الْوَھْبَانِیَّۃِ لِلْعَلَّامَۃِ حَسَنِ الشُّرُنْبُلَالِیْ مَا یَکُوْن کُفْرًا اِتِّفَاقًا یُبْطِلُ الْعَمَلَ وَالنِّکَاحَ وَاَوْلَادُہٗ اَوْلَادُ زِنًا۔ وَمَا فِیْہِ خِلَافٌ یُؤْمَرُ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَۃِ وَتَجْدِیْدِ النِّکَاحِ۔

(دُرِّ مختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرحِ وہبانیہ سے منقول ہے۔ جو بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جائیں گے بلا تجدیدِ ایمان و نکاح اس کی اولاد، اولادِ زنا ہوگی۔ اور جس میں اختلاف ہے قائل کو استغفار، توبہ تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ مترجم)

اور جس طرح یہ کلماتِ شنیعہ علانیہ کہے یوہیں توبہ و تجدیدِ ایمان کا بھی اعلان چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

حدیث: اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَحْدِثْ عِنْدَھَا تَوْبَۃً اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃُ بِالْعَلَانِیَۃِ

جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً از سرِ نو توبہ کر۔ پوشیدہ کی پوشیدہ، اور آشکارا کی آشکارا۔

رواہ الامام احمد فی کتاب الزہد والطبرانی فی المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

ثَلْجُ الصَّدْر لِاِیْمَانِ الْقَدْر

۱۳۲۵ھ

سینے کی ٹھنڈک ایمانِ تقدیر کے سبب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ: از ضلع کھیری ملکِ اودھ، موضع کٹوارہ۔ مرسلہ سید محمد مظفر حسین صاحب خلف سید رضا حسین صاحب تعلقدار کٹوارہ۔ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ۔

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ ــــ قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لئے اسلام کے واسطے مشیتِ ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہوں گے ــــ اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیاتِ قرآنی موجود ہیں ــــ تو پس کیوں کر خلاف مشیتِ پروردگار کوئی امر ظہور پذیر ہوسکتا ہے، کیوں کہ مشیت کے معنی ارادۂ پروردگارِ عالم کے ہیں تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کرسکتا تھا ــــ اور اللہ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اُس کے کافر رکھنے کا کرلیا تھا تو اب وہ مسلمان کیوں کر ہوسکتا ہے ــــ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ کے صاف یہ معنی ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وہ ہوگا ــــ پس انسان مجبور ہے اس سے بازپرس کیوں کر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا ــــ کیوں کہ اُس وقت اُس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہٗ ہوگی فوراً وہ اختیار کرے گا ــــ علم اور ارادہ میں بیّن فرق ہے، یہاں مَنْ یَّشَاءُ سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے ــــ پھر انسان بازپرس میں کیوں لایا جائے پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہلِ جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسی ہی ہدایت ہوتی ہے۔

الجواب

اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ

ترجمہ بر صفحہ آئندہ ۱۲

اللہ عزوجل نے بندے بنائے، اور انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات وجوارح عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا ـــــ اور ان کے ارادے کا تابع و فرماں بردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں ـــــ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا ـــــ عقل کو اُن امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر و شر، نفع و ضرر، یہ حواسِ ظاہری نہ پہچان سکتے تھے ـــــ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس و بے یاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی ـــــ **لہٰذا انبیاء بھیج کر، کتابیں اتار کر، ذرا ذرا بات کا حُسن و قبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی، کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔** لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ[1]

حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہوگیا ـــــ ہدایت و گمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا
لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[2] ـــــ

بایں ہمہ کسی کا خالق ہونا ـــــ یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباسِ وجود پہنا دینا ـــــ یہ اُسی کا کام ہے ـــــ یہ نہ اُس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا، کہ تمام مخلوقات خود اپنی حدِ ذات میں نیست ہیں ـــــ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے ہست بنانا اُسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہستِ حقیقی و ہستِ مطلق ہے ـــــ ہاں یہ اُس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عادات اجراء فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح اُدھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اُسے پیدا فرما دیتا ہے مثلاً اُس نے ہاتھ دیے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قوت رکھی ـــــ تلوار بنائی بنائی، اُس میں دھار، اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی ـــــ اس کا اٹھانا، لگانا، وار کرنا بتایا ـــــ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی ـــــ اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی ـــــ شریعت بھیج کر قتلِ

بقیہ صفحہ گذشتہ:- اے اللہ میں تجھ سے حق اور درستی کا طلب گار ہوں۔ اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔ ۱۲۔م

[1] کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے (کنزالایمان پ ۶ ع ۳۔ نساء آیت ۱۶۵)

حق و ناحق کی بھلائی، برائی صاف جتادی ـــــ زید نے وہی خدا کی بنائی ہوئی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا ـــــ وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی، اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہونچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی، تو یہ ضرب جن اُمور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادۂ خدا واقع ہوئی ـــــ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا ـــــ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام اِنس وجن و مَلَک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے تو اٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین، آسمان، پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیپلے (نوک ۱۲) پر ڈال دیے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی ـــــ اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو مجال تھا کہ ولید کے جسم تک پہونچتی ـــــ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا ـــــ لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی، گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں، شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلقِ خدا، و بارادۂ خدا تھا ـــــ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اُس نے قتلِ ولید کا ارادہ کیا اور اِس طرف اپنے جوارح، آلات کو پھیرا ـــــ اب اگر ولید شرعاً مستحقِ قتل ہے تو زید پر کچھ اِلزام نہیں رہا بلکہ بارہا ثوابِ عظیم کا مستحق ہوگا ـــــ کہ اُس نے اُس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام اِرشاد فرمایا تھا ـــــ اور اگر قتلِ ناحق ہے تو یقیناً زید پر اِلزام ہے اور عذابِ اَلِیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفتِ حکمِ شرع اُس شئی کا عزم کیا، اور اُس طرف جوارح کو متوجہ کیا جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا ـــــ غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے ـــــ یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دیگا اور یہ برے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا ـــــ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں ـــــ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اُسی نے رکھا ہے ـــــ روشن دماغ

حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے۔ کہ دیکھو یہ شہد ہے، اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار یہ زہر ہے اس کے
پینے سے ہلاک ہوجاتا ہے ـــــ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان
میں گونجیں، اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں ـــــ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھاکر پی اور
کچھ نے زہر کی ـــــ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے ـــــ اور ان میں
پیالی اٹھانے، منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی ـــــ منہ اور حلق میں کسی چیز کو
جذب کرکے، اندر لینے کی طاقت، اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے، اب
شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہونچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کرلیں گے؟ یا شہد بذاتِ خود خالقِ
نفع ہوجائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں ـــــ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے،
اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا ـــــ وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا
بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے یوں ہیں زہر والوں کے پیٹ میں زہر جاکر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق
کرلیں گے؟ یا زہر خود بخود خالقِ ضرر ہوجائے گا؟ ـــــ حاشا! ہرگز نہیں ـــــ بلکہ یہ بھی اسی کے قبضۂ
اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا ـــــ وہ نہ چاہے تو سیروں زہر کھاجائے اصلاً
بال بانکا نہ ہوگا ـــــ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہوکر لگے ـــــ بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابلِ تحسین و
آفریں ہیں ـــــ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہئے تھا ـــــ اور زہر پینے
والے ضرور لائقِ سزا و نفریں ہیں ـــــ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بدبخت خودکشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو اول سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا ـــــ اور جتنے آلات اِس کام
میں لئے گئے سب اللہ ہی کے مخلوق تھے ـــــ اور اسی کے حکم سے انہوں نے کام دیے ـــــ جو تمام
عُقلاء کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دوسرے کی مذمت ـــــ تمام کھپریاں جو عقل سے حصہ رکھتی
ہوں اِن زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی ـــــ پھر کیوں بناتی ہیں ـــــ نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا نہ
زہر میں قوتِ اہلاک اُن کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا نہ اس کے بڑھانے اٹھانے کی قوت انکی
رکھی ہوئی، نہ دہن و حلق ان کے پیدا کئے ہوئے نہ ان میں جذب و کشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ
حلق سے اتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا ـــــ آدمی پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے گا اچھو
ہوکر نکل جاتا ہے ـــــ اس کا چاہا نہیں چلتا۔ جب تک وہی نہ چاہے جو صاحب سارے جہان کا ہے۔

اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں ـــــ خون میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دَورہ کرنا اور دَورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادہ سے ہے نہ اس کی طاقت سے ـــــ بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں ـــــ پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے ـــــ اگر اس کے ارادہ سے مضر ہوتا تو اس ارادہ سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا ـــــ مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے **پھر اس سے کیوں بازپرس ہوتی ہے؟** ہاں! بازپرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیے تھے ـــــ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیے تھے ـــــ دست و دہان و حلق اس کے قابو میں کر دئے تھے ـــــ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اُسے دے دی تھی ـــــ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جامِ شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالیٰ اُسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا ـــــ یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اُسی کی خَلق و مَشیّت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے مُوجِب ہوتے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسۂ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا! اور اس کے پینے کا عزم لایا۔ وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے، وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خَلق فرما دے ـــــ اُس نے اسی کاسہ کا اٹھنا اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پا سکتا ہے ـــــ **انسان میں یہ قصد و ارادہ و اختیار ہونا ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون** ـــــ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے ـــــ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے وغیرہ وغیرہ اَفعال کے حرکاتِ اِرادی ہیں ـــــ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دینا، اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رَعشہ سے ہو اُن میں صریح فرق ہے ـــــ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جَست کرتا اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے ان دونوں حرکتوں میں تَفرِقہ ہے ـــــ اوپر کو دنا اپنے اختیار و ارادہ سے تھا اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں ـــــ وَلہٰذا اگر رکنا چاہے تو نہیں رک سکتا ـــــ بس یہی ارادہ، یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدارِ امر و نہی و جزا و سزا و ثواب و عِقاب و پُرسِش و حساب ہے ـــــ اگرچہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً

یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزّوجلّ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے ــــــ جیسے انسان خود بھی اُسی کا بنایا ہوا ہے آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا نہ اپنے لئے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ بنا سکتا تھا۔ یونہیں اپنے لئے طاقت، قوت، ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا ــــــ سب کچھ اُس نے دیا اور اُسی نے بنایا ــــــ مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ واختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو ہم پتھر ہو گئے قابلِ سزا وجزا و بازپرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے ــــــ صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ــــــ ارادہ واختیار! تو اِن کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ، صاحب اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار، صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا؟ ــــــ یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت پیدا کی ــــــ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکت سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو ــــــ یہ کیسی الٹی مت ہے؟ ــــــ اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، اُن میں نور خلق کیا، اِس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذاللہ اندھے، یونہیں اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے ــــــ نہ کہ الٹے مجبور۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فردِ اختیار بھی اُسی کی خلق، اُسی کی عطا ہے ــــــ ہماری اپنی ذات سے نہیں، تو "مختار کردہ" ہوئے "خود مختار" نہ ہوئے ــــــ پھر اس میں کیا حرج ہے؟۔ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے ــــــ نہ جزا و سزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور ــــــ ایک نوعِ اختیار چاہئے ــــــ کسی طرح ہو ــــــ وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اِسی قدر تقریر و مثال کافی ہے ــــــ شہد کی پیالی اِطاعت الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی ــــــ اور وہ عالی شان حکماء، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے ــــــ کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا ــــــ اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہونچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا ــــــ مگر اِطاعت والے تعریف کئے جائیں گے اور سرکشی والے مذموم و مُلزِم ہو کر سزا پائیں گے ــــــ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ[1] باقی ہے ــــــ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

---

[1] جسے چاہے بخش دے ۱۲ م

قرآنِ عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو ـــــ

ہاں! یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے ـــــ اِس کا بیان بھی ہو چکا اور آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا ـــــ نیز فرمایا ہے ـــــ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

وہ جو علمِ الٰہی میں کافر ہیں انہیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے

ہمارے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان کے لئے رحمت بھیجے گئے جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوتا ـــــ یہاں تک کہ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا۔

شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اِس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔

لہٰذا حضور کی تسکینِ خاطرِ اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اِس کا غم نہ کرو۔ لہٰذا یہ فرمایا کہ تمہارا سمجھانا، نہ سمجھانا "اُن کو" یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ "تمہارے حق میں" یکساں ہے۔ کہ ہدایت معاذ اللہ امرِ فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اَجر اللہ پر ہے۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ (اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔ دکنز پ۱۸ ع۱۳ نور ت۵۴)

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ کنز الایمان پ۱۹، شعراء)

اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہِ ضلالت میں ڈوبیں گے۔ مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرمایا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں اُن کے لئے سببِ ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے اُن پر حجتِ الٰہیہ قائم ہو۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ[1]

مروی ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولیٰ عزّوجلّ نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسیٰ! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ[12] ہزار ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام

[1] اور اللہ ہی کی حجت پوری ہے ۱۲م

نے کہا اے موسیٰ! آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے۔ یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

اِبْنُ جَرِیْرٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ۔ قَالَ لَمَّا بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالیٰ مُوسیٰ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ اِلیٰ فِرْعَوْنَ، نُوْدِیَ لَنْ یَّفْعَلَ، فَلِمَ اَفْعَلُ؟ قَالَ فَنَادَاہُ اِثْنَا عَشَرَ مَلَکًا مِنْ عُلَمَاءِ الْمَلٰئِکَۃِ: اِمْضِ لِمَا اُمِرْتَ بِہٖ۔ فَاِنَّا جَھِدْنَا اَنْ نَّعْلَمَ ھٰذَا فَلَمْ نَعْلَمْہُ۔

اور آخر نفعِ بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے، دوستانِ خدا نے ان کی غلامی، انکے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستّر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسیٰ وَھٰرُوْنَ　　ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا، رب ہے موسیٰ و ہارون کا

مولیٰ عَزَّوَجَلَّ قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی و کتاب کے، تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرما دے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَمَعَھُمْ عَلَی الْھُدیٰ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ـــــــ

(اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن۔ کنز الایمان پ۷ ع۱۰ انعام آیت ۳۵)

مگر اس نے دنیا کو عالَمِ اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی ـــــــ یا بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف اُس کے نام پاک لینے سے، کسی کا ہَوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتا ـــــــ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں ـــــــ مگر اُس نے یوہیں چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا۔ کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے دَر سے پلتے ہیں ـــــــ اور کسی پر اس کے اہل و عیال کے ساتھ تین تین فاقے گذرتے ہیں۔

غرض ہر چیز میں اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ [۱] کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بدعقل، یا اجہل بددین وہ جو اس کے ناموس میں چون و چرا کرے کہ یوں کیوں کیا یوں کیوں نہ کیا؟ ـــــــ سنتا ہے، اسکی شان ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

اس کی شان ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ　　اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے۔

[۱] کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان میں انکی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ (کنز الایمان پ۲۵ ع۹ زخرف ت۳۲

اس کی شان ہے :۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ۔ وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ـــــ اور سب سے سوال ہوگا۔

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں پانسو مسجد میں لگائیں، پانسو پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں کیا اس سے کوئی اُلجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنی ہوئی، ایک آوے سے پکی ہوئی ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں ـــــ اُن پانسو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں۔ اور اِن میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں ـــــ اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری مِلک تھی میں نے جو چاہا کیا۔

جب مجازی جھوٹی مِلک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی مِلک کا کیا پوچھنا ـــــ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے ـــــ اس کے کام، اس کے احکام میں کسی کو مجالِ دم زدن کیا معنی؟ کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے۔ بے اشتراک ہے۔ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہِ جبّار سے الجھے تو اس کا سر کھجایا ہے ـــ شامت نے گھیرا ہے ـــــ اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بدعقل بے ادب اپنی حد پر رہ ـــــ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمالِ عادل اور جمیع کمالِ صفات میں یکتا و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال؟ ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش ∴ نظامِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

افسوس کہ دنیوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور مِلک الملوک بادشاہِ حقیقی جَلَّ جلالہٗ کے احکام میں رائے زنی کرے ـــــ سلاطین تو سلاطین اپنا برابر والا بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا ـــــ یہ اُتنا ادراک ہی نہیں رکھتا ـــــ مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا ـــــ جان لے گا کہ یہ اِس کام کا استاد وحکیم ہے ـــــ میرا خیال وہاں تک نہیں پہونچ سکتا ـــــ غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ کہ اس کی حکمت کو ـــــ پھر رب الارباب، حکیم حقیقی، عالم السِرِّ وَالْخَفی عَزَّ جلالہٗ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے ـــــ اگر جنون نہیں، بے دینی ہے وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لئے اُس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی

ـــــــ دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے ـــــــ اور مقناطیسی قوت دیا ہوا ستارۂ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے ـــــــ مگر اس کی حقیقت وکُنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اِس خاکی لوہے اور اُس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے باہم کیا الفت؟ اور کیونکر اسے اس کی جہت کا شعور ہے؟ ـــــــ اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مرگئے اور اُن کی کُنہ نہ پائی ـــــــ پھر اس سے اُن باتوں کا انکار نہیں ہوسکتا۔ آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شئی ہے جسے یہ "میں" کہتا ہے؟۔ اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس وحرکت رہ جاتا ہے۔

اللہ جلّ جلالہٗ فرقانِ حکیم میں فرماتا ہے:۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ — تم کیا چاہو، مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا

اور فرماتا ہے:۔ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللہِ — کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے۔

اور فرماتا ہے:۔ لَهُ الْخِیَرَةُ — اختیار خاص اُسی کو ہے۔

اور فرماتا ہے:۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

سنتے ہو! پیدا کرنا اور حکم دینا خاص اسی کے لئے ہے، بڑی برکت والا ہے اللہ، مالک سارے جہان کا۔

یہ آیاتِ کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص اُسی کا کام ہے۔ دوسرے کو اس میں اصلاً شرکت نہیں، نیز اصل اختیار اُسی کا ہے۔ نیز بے اس کی مشیت کے، کسی کی مشیت نہیں ہوسکتی۔ اور وہی مالک ومولیٰ جلّ وعلا اُسی قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۔ یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انھیں دیا۔ اور بے شک بالیقین ہم سچے ہیں۔ اور فرماتا ہے۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۔ ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اور فرماتا ہے۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۔ جو تمہارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْیَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۔ اے نبی! تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کے پاس سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بے شک

ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سرا پردے انہیں گھیر یں گے۔ ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔

اور فرماتا ہے:۔

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

کافر کا ساتھی شیطان بولا۔ اے رب ہمارے میں نے اسے سرکش نہ کر دیا تھا۔ یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ رب جلّ وعلا نے فرمایا۔ میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو۔ میں تو تمہیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا۔ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی، اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔

یہ آیتیں صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے وہ ایک حرام کا اختیار وارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں ــــــ بے شک بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے۔ بے شک بندہ بے ارادۂ الٰہیہ کچھ نہیں کرسکتا۔ اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنی ہی بد اعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں مگر یوں ہی کہ عقیدۂ اہلسنت وجماعت پر ایمان لایا جائے وہ کیا ہے؟۔ وہ جو اہل سنت کے سردار و مولیٰ، امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحیی بن سلیم ـ امام جعفر صادق سے، وہ حضرت امام باقر، وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، وہ امیرالمومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی:۔

اِنَّهٗ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمًا (فَذَكَرَ خُطْبَتَهٗ ثُمَّ قَالَ) فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْجَمَلَ، فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبِرْنَا عَنِ الْقَدَرِ۔ فَقَالَ بَحْرٌ عَمِيْقٌ فَلَا تَلِجْهُ۔ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبِرْنَا عَنِ الْقَدَرِ۔ قَالَ سِرُّ اللّٰهِ فَلَا تَتَكَلَّفْهُ ـــ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبِرْنَا عَنِ الْقَدَرِ۔ قَالَ اَمَّا اِذَا اَبَيْتَ فَاِنَّهٗ اَمْرٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ لَا جَبْرٌ وَّلَا تَفْوِيْضٌ۔ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ فُلَانًا يَقُوْلُ بِالْاِسْتِطَاعَةِ ــــــ وَهُوَ حَاضِرُكَ فَقَالَ عَلَيَّ بِهٖ۔ فَاَقَامُوْهُ، فَلَمَّا رَاٰهُ سَلَّ سَيْفَهٗ قَدْرَ اَرْبَعِ اَصَابِعَ، فَقَالَ الْاِسْتِطَاعَةُ تَمْلِكُهَا مَعَ اللّٰهِ اَوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ؟ ــــــ وَاِيَّاكَ اَنْ تَقُوْلَ اَحَدَهُمَا فَتَرْتَدَّ فَاَضْرِبَ عُنُقَكَ ــــــ قَالَ فَمَا اَقُوْلُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ قُلْ اَمْلِكُهَا بِاللّٰهِ الَّذِيْ اِنْ شَاءَ مَلَّكَنِيْهَا ــــــ

یعنی ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے ـــــ ایک شخص نے کہ واقعۂ جمل میں امیر المومنین
کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی ـــــ یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے
فرمایا ـــ گہرا دریا ہے، اس میں قدم نہ رکھ ـــــ عرض کی یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے۔
فرمایا ـــ اللہ کا راز ہے، زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا ـــــ عرض کی یا امیر المومنین!
ہمیں خبر دیجئے ـــــ فرمایا اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان نہ آدمی مجبور محض
ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے ـــــ عرض کی یا امیر المومنین فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی
قدرت سے کام کرتا ہے ـــــ اور وہ حضور میں حاضر ہے مولیٰ علی نے فرمایا میرے سامنے لاؤ، لوگوں
نے اسے کھڑا کیا جب امیر المومنین نے اُسے دیکھا، تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی
اور فرمایا کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے؟ یا خدا سے جدا مالک ہے؟۔ اور سنتا ہے
خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن مار دوں گا۔
اس نے کہا یا امیر المومنین پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا یوں کہہ کہ اس خدا کے دیے سے اختیار
رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

بس یہی عقیدۂ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار ـــــ بلکہ اِن دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے ـــــ جس کی کُنہ
رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے ـــــ اللہ عزّوجلّ کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی پر
نازل ہوں کہ اِن دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا ـــــ ایک صاحب نے اسی بارے میں
سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلیگا۔
اَیُعْصٰی قَهْرًا ـــــ یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست
پڑا معاذاللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست
کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گذرتے ہیں ـــــ حاشا وہ مَلِکُ الملوک بادشاہِ حقیقی، قادرِ
مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے مُلک میں بے اس کے حکم کے، ایک ذرّہ جنبش کر سکے ـــــ وہ
صاحب کہتے ہیں فَكَاَنَّمَا اَلْقَمَنِيْ حَجَرًا مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے
کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا ـــــ عمرو بن عبید معتزلی ـــــ کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا

خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا ـــــ میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا؟ ـــــ کہا خدا نہیں چاہتا ـــــ میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتے ـــــ کہا تو میں شریکِ غالب کے ساتھ ہوں ـــــ اسی ناپاک شناعت کے رد کی طرف مولیٰ علی نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرے گا؟ ـــــ باقی رہا اس مجوسی کا عذر وہ بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دم نکلا جاتا ہے ـــــ کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا۔ کہ خدا کا ارادہ نہیں، اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھالیتا ـــــ اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تو نے کاہے سے جانا؟ ـــــ اِسی سے کہ تو نہیں کھاتا ـــــ تو کھانے کا قصد تو کر ـــــ دیکھ تو ارادۂ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا ـــــ ایسی اندھی مت اُسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے ـــــ غرض مولیٰ علی نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادۂ الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟ ـــــ اس کا یوں فیصلہ ارشاد ہوا ـــــ

ابن ابی حاتم و اصبہانی و لالکائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ قِيْلَ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا يَتَكَلَّمُ فِي الْمَشِيْئَةِ فَقَالَ يَاعَبْدَاللّٰهِ خَلَقَكَ اللّٰهُ لِمَا شَاءَ اَوْ لِمَا شِئْتَ؟ قَالَ لِمَا شَاءَ قَالَ فَيُمْرِضُكَ اِذَا شَاءَ اَوْ اِذَا شِئْتَ قَالَ بَلْ اِذَا شَاءَ۔ قَالَ فَيُمِيْتُكَ اِذَا شَاءَ اَوْ اِذَا شِئْتَ؟ قَالَ اِذَا شَاءَ قَالَ فَيُدْخِلُكَ حَيْثُ شَاءَ اَوْ حَيْثُ شِئْتَ؟ قَالَ حَيْثُ شَاءَ قَالَ وَاللّٰهِ لَوْ قُلْتَ غَيْرَ هٰذَا لَضَرَبْتُ الَّذِيْ فِيْهِ عَيْنَاكَ بِالسَّيْفِ۔ ثُمَّ تَلَا عَلِيٌّ: وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۔

مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا، اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اُس لئے پیدا کیا جس لئے اُس نے چاہا یا اُس لئے جس لئے تو نے چاہا؟ کہا جس لئے اُس نے چاہا۔ فرمایا تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا بلکہ جب وہ چاہے، فرمایا تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے؟ یا جب تو چاہے؟۔ کہا جب وہ چاہے

فرمایا تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ یعنی تیرا سر۔ تلوار سے ماردیتا۔ پھر مولیٰ علی نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔ "اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے"۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا، بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا۔ بھیجتے وقت بھی نہ لے گا، تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے دربارۂ ملک سوال نہیں ہو سکتا۔

ابن عساکر نے حارث ہمدانی سے روایت کی ایک شخص نے آکر امیرالمومنین مولیٰ علی سے عرض کی، یا امیرالمومنین مجھے مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا تاریک راستہ ہے اس میں نہ چل — عرض کی یا امیرالمومنین مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا۔ گہرا سمندر ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی یا امیرالمومنین مجھے خبر دیجئے — فرمایا۔ اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول، عرض کی یا امیرالمومنین مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا — اِنَّ اللہ خَالِقَكَ كَمَا شَاءَ اَوْ كَمَا شِئْتَ اللہ نے تجھے جیسا اُس نے چاہا بنایا؟ یا جیسا تو نے چاہا؟ عرض کی جیسا اُس نے چاہا۔ فرمایا فَيَسْتَعْمِلُكَ كَمَا شَاءَ اَوْ كَمَا شِئْتَ؟ تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وہ چاہے یا جیسا تو چاہے؟ عرض کی جیسا وہ چاہے، فرمایا — فَيَبْعَثُكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَا شَاءَ اَوْ كَمَا شِئْتَ؟ تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے اٹھائے گا یا جس طرح تو چاہے؟ کہا جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا اَيُّهَا السَّائِلُ تَقُوْلُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِمَنْ اے سائل تو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات سے؟ کہا اللہ علی عظیم کی ذات سے؟ — فرمایا تو اس کی تفسیر جانتا ہے؟ عرض کی امیرالمومنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں — فرمایا — اِنَّ تَفْسِيْرَهَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى طَاعَةِ اللہِ وَلَا يَكُوْنُ قُوَّةٌ فِيْ مَعْصِيَةِ اللہِ فِي الْاَمْرَيْنِ جَمِيْعًا اِلَّا بِاللہِ اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت، دونوں اللہ ہی کے دیے سے ہیں۔ پھر فرمایا۔

اَيُّهَا السَّائِلُ اَلَكَ مَعَ اللہِ مَشِيَّةٌ اَوْ دُوْنَ اللہِ مَشِيَّةٌ، فَاِنْ قُلْتَ اِنَّ لَكَ دُوْنَ اللہِ مَشِيَّةً، فَقَدِ اكْتَفَيْتَ بِهَا عَنْ مَشِيَّةِ اللہِ وَاِنْ زَعَمْتَ اَنَّ لَكَ فَوْقَ اللہِ مَشِيَّةً فَقَدِ ادَّعَيْتَ مَعَ اللہِ شَرِكًا فِيْ مَشِيَّتِهٖ۔

اے سائل تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے۔ یا بے خدا کے؟ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے

اختیار حاصل ہے تو تو نے ارادۂ الٰہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی، جو چاہے خود اپنے ارادے سے کرلے گا، خدا چاہے یا نہ چاہے، اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعویٰ کیا۔

پھر فرمایا:۔

أَيُّهَا السَّائِلُ اللهُ يَبْجَعُ وَيُدَاوِي فَمِنْهُ الدَّاءُ وَمِنْهُ الدَّوَاءُ أَعَقَلْتَ عَنِ اللهِ أَمْرَهُ؟

اے سائل بے شک! اللہ زخم پہونچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اسی سے مرض ہے، اور اسی سے دوا، کیوں تو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا!

اس نے عرض کی ہاں! حاضرین سے فرمایا۔ الآنَ أَسْلَمَ أَخُوكُمْ فَقُومُوا فَصَافِحُوهُ ـــ اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا، کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو۔

پھر فرمایا:۔

لَوْ أَنَّ عِنْدِي رَجُلاً مِنَ الْقَدَرِيَّةِ لَأَخَذْتُ بِرَقَبَتِهِ ثُمَّ لَا أَزَالُ أَجَؤُهَا حَتَّى أَقْطَعَهَا فَإِنَّهُمْ يَهُودُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَنَصَارَاهَا وَمَجُوسُهَا۔

اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق جانتا اور تقدیر الٰہی سے وقوع طاقت و معصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبوچتا رہوں گا، یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں، اس لئے کہ وہ اس اُمت کے یہود و نصرانی و مجوسی ہیں۔

یہود اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ ہیں، اور نصرانی و مجوسی اس لئے فرمایا کہ نصاریٰ تین خدا مانتے ہیں، مجوسی یزدان و اہرمن دو خالق مانتے ہیں۔ یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لا رہے ہیں کہ ہر جن و انس کو اپنے افعال کا خالق گا رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ ربّ العٰلمین۔

یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے، مگر ان شاء اللہ تعالیٰ کافی و وافی و صافی و شافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے، اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ ہے ـــ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَاللهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَم

بعد وفات اولاد پر والدین کے حقوق

والدین کے فوت ہو جانے کے بعد اولاد پر والدین کے کئی حقوق رہتے ہیں :۔

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل و کفن و نماز و دفن ہے . . . .

(۲) ان کے لئے دعا و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا۔ اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ و خیرات و اعمال صالحات کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا کرنے میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا۔

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا۔

(۶) انھوں نے وصیت جائزہ و شرعیہ کی ہو۔ حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعی اپنے اوپر لازم نہ ہو۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی رکھنا جب تک کہ کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا . . . . راہ میں جب بھی انکی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا۔ ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انھیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر و عام تر، و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا۔

(شرع الحقوق الطرح الحقوق و احکام شریعت)

علامہ یٰسین اختر مصباحی (انڈیا)

علامہ یٰسین اختر مصباحی انڈیا کے معروف عالم دین ہیں، ایک سلجھے ہوئے شعلہ بیان خطیب اور منجھے ہوئے محقق و ادیب ہیں۔ کئی موضوعات پر آپ دلکش و علمی انداز میں کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ المجمع الاسلامی (بھارت) کے روح رواں ہیں۔ ایک طویل عرصے تک الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں شعبہ عربی میں درس و تدریس دیتے رہے ہیں۔ جدید عربی ادب پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ آج کل دہلی سے جاری ہونے والے ایک ماہانہ رسالہ "حجاز جدید" کی ادارت فرمارہے ہیں۔ علمی حلقوں میں اپنی ذکاوت اور تبحر علمی کی بنا پر قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ادارہ

نسب وولادت: عاشق رسول امام احمد رضا قادری بن مولانا محمد نقی علی خان بریلوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کی ولادت مبارکہ بوقت ظہر بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء محلہ جسولی، بریلی (ہند) میں ہوئی آپ کا اسم شریف "محمد" رکھا گیا۔ تاریخی نام المختار (۱۲۷۲ھ) ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت کی وجہ سے اپنے نام سے پہلے عبد المصطفیٰ (بمعنی غلام مصطفیٰ) تحریر فرمایا کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم مرزا قادر بیگ بریلوی (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) سے حاصل کی۔ اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خان بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) سے درسات کی تکمیل کی۔ اسی ماہ آپ نے فتاویٰ نویسی کی ذمہ داری سنبھالی اور مدت العمر تک اپنی انفرادی حیثیت اور امتیازی شان و شوکت کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

مذکورہ دو حضرات کے علاوہ ان علماء و مشائخ سے بھی علوم نقلیہ و عقلیہ یا سند حدیث کی تحصیل کی۔

(۳) مولانا عبدالعلی خاں رام پوری م ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی م ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء

(۴) شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء تلمیذ مولانا نور احمد بدایونی م ۱۳۰۱ھ

(۵) شاہ آل رسول مارہروی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۲۳۹ھ

حضرت شاہ آل رسول مارہروی کی خدمت میں اپنے والد ماجد اور علامہ عبدالقادر بدایونی م ۱۳۱۹ھ بن علامہ فضل رسول بدایونی م ۱۲۸۹ھ کے ہمراہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء ..... میں آپ مارہرہ ضلع ایٹہ پہنچے۔ بیعت و اجازت اور خلافت سے اسی وقت نوازے گئے ان عنایات کو دیکھ کر سلسلہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے کچھ مریدین نے آپس میں چہ می گوئی کی کہ ہم یہاں کب سے مصروفِ عبادت و ریاضت ہیں مگر ہماری طرف یہ نظرِ رحمت و عنایت نہیں اٹھی جو آج ان کے ساتھ ہے جس کا جواب حضرت شاہ آلِ رسول نے یہ عنایت فرمایا۔ اور دل کو تیار کرنا پڑتا ہے اور یہ بالکل تیار ہو کر آئے ہیں۔

(۶) امام شافعیہ شیخ حسین صالح م ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء

(۷) مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء

(۸) مفتی شافعیہ شیخ احمد بن زین دحلان م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء قاضی القضاۃ حرم محترم۔

تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام، تصوف، نحو، صرف، تاریخ، منطق، فلسفہ، ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت، لوگارثم، جبر و مقابلہ وغیرہ پچپن[۵۵] علوم و فنون میں آپ کو دقتِ نظر مہارت تامہ اور ملکہ راسخہ حاصل تھا جس کی شہادت آپ کے سینکڑوں جلیل القدر تلامذہ و عظیم المرتبت خلفاء اور مشاہیر علمائے عرب و عجم نے دی ہے۔

تبحر علمی: آپ کا ترجمہ قرآن حکیم اپنے فنی و ادبی خصائص و محاسن کے لحاظ سے شہرۂ آفاق ہے۔ علمی اعتقادی جس رُخ سے بھی اسے دیکھا جائے قرآن مقدس کی جھلک ایک ایک سطر سے نمایاں ہے۔

معاصر محدثین کاملین کی صف میں آپ امیر المومنین فی الحدیث ہیں اور فقہ و افتاء کے میدان میں پوری چودھویں صدی ہجری آپ کا کوئی مثیل و نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے عالم اسلام کے سارے علماء آپ کے تفقہ کی دل کھول کر تحسین و آفرین کرتے چلے آرہے ہیں۔

چنانچہ شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کے ذاتی تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر عابد احمد علی مہتمم بیت القرآن لاہور لکھتے ہیں۔ غالباً ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ علامہ اقبال مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) میں موجود تھے۔ ایک محفل جس میں میں بھی موجود تھا۔ دوران گفتگو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا تذکرہ کیا گیا۔ علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:۔

"ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا" سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا کہ "میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمال فقاہت اور علومِ دینیہ میں تبحر کے شاہد عدل ہیں۔

نیز فرمایا کہ "مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔ لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتوؤں میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی"۔

(راقم الحروف اس وقت شعبہ عربی میں لکچرر تھا) عابد احمد علی یکم اگست ۶۸ء نے تحریری بیان کی فوٹو کاپی ہفت روزہ افق کراچی (۲۲ تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء) میں شائع کر دیا ہے جو راقم سطور کے پاس بھی موجود ہے)

ڈاکٹر سید عابد احمد علی صاحب ۱۹۳۳ء کی اس مجلسِ اقبال میں خود موجود تھے جس میں مولانا سید سلیمان اشرف م ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء خلیفہ مولانا احمد رضا بریلوی سے علامہ اقبال نے مذکورہ تاثرات بیان کئے اور سید عابد احمد علی ایک جگہ لکھتے ہیں "استاد محترم سید سلیمان اشرف (صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) پر حضرت مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ میں نے مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاد محترم ہی کی شخصیت سے لگایا۔ مجھے مولانا سید سلیمان اشرف صاحب سے شرفِ تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی حاصل رہا اور

دیکھتا رہا کہ اکثر وہ مولانا بریلوی کا ذکر چھیڑ دیتے۔" (ص ۹ مقالات یوم رضا لاہور ۱۹۷۱ء)
عربی و فارسی اور اردو ہندی کے آپ قادر الکلام شاعر تھے "حدائق بخشش" آپ کا ایمان افروز مجموعۂ کلام ہے جسے ہند و پاک کے سینکڑوں اہلِ نظر ادباء و شعراء اور محققین و ناقدین خراج عقیدت پیش کر چکے ہیں۔

فلسفۂ قدیمہ و جدیدہ میں بھی آپ کی مجتہدانہ شان تھی جیسا کہ الکلمۃ الملہمۃ' نزول آیات فرقان اور فوز مبین میں ان کے بکثرت شواہد ملتے ہیں۔

علم ریاضی میں تو ڈاکٹر سر ضیاء الدین سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے مولانا سید سلیمان اشرف کے توسط سے بریلی پہنچ کر آپ سے استفادہ کیا جس کا واقعہ مشہور اور کتب سوانح میں مذکور ہے۔ سید سلیمان اشرف نے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء کے درمیان جب کہ سر ضیاء الدین ریاضی کے کسی مسئلہ میں بے حد پریشان تھے انہیں آپ کی طرف متوجہ کیا اور بریلی لے جاکر ان کی مشکل آسان کی۔ اس واقعہ کے ایک عینی شاہد مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ بھی ہیں جن سے خود راقم السطور نے بھی بعض تفصیلات سنی ہیں اور وہ اس کا ذکر کرتے ہوئے اختتام واقعہ کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں

باہر آکر ڈاکٹر (سر ضیاء الدین) صاحب نے سید سلیمان اشرف سے کہا۔ یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی۔ حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔ صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔ مگر گوشہ نشینی ریا اور نام و نمود سے پاک، شہرت کے طالب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو۔" (ص ۵۹۔ ۶۰۔ اکرام امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

حج و زیارت: ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء اور ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوبار آپ نے حج و زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔

النیرۃ الوضیۃ۔ الجام السنۃ۔ فتاوی الحرمین۔ حسام الحرمین
الدولۃ المکیۃ۔ کفل الفقیہ الفاہم وغیرہ انہیں دونوں سفروں کا شاہکار عربی
تصانیف ہیں جن میں سے بعض پر سینکڑوں اجلّہ علماء کرام کی تصدیقات و تقریظات ہیں۔

سرزمینِ حجاز میں آپ کی بے پناہ مقبولیت کے بارے میں شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی تلمیذ شیخ
الدلائل محمد عبدالحق مہاجر مکی م ۱۳۳۳ھ) اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مدینہ طیبہ میں کئی سال سے میرا قیام ہے۔ ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے ہیں ان
میں علماء صلحاء اتقیا سبھی ہوتے ہیں۔ شہر کے گلی کوچوں میں ان کی آمد و رفت رہتی ہے مگر ان کی
طرف یہاں کے لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن بڑے بڑے علماء آپ کے پاس جوق در جوق آتے
اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے" (عربی سے ترجمہ
الاجازات المتینہ مرتبہ مولانا حامد رضا قادری بریلوی)

مشہور مؤرخ مولانا رحمٰن علی ممبر کونسل ریاست ریواں اسی سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

"روزے نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواند بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل
بلا تعارف سابق دست صاحب ترجمہ (مولانا احمد رضا بریلوی) گرفتہ بخانۂ خود برد۔ و تا دیر پیشانی
وے گرفتہ فرمود انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین پس سندِ صحاح ستہ و
اجازتِ سلسلۂ قادریہ بدستخط خاص فرمودند کہ نام تو "ضیاء الدین احمد است" در سند مذکور
تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اند" (ص ۱۶ تذکرۂ علماء ہند مطبوعہ بار دوم نولکشور
لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ جناب ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔ علماء حجاز
سے بعض فقہی و کلامی مسائل میں آپ (فاضل بریلوی) کا مذاکرہ ہوا۔ چند رسائل لکھے اور علماء حرمین کی
خدمت میں پیش کئے گئے بعض سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ فقہی متون اور اختلافی مسائل پر آپ
کے وفورِ علم، وسعت معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت و ذہانت دیکھ کر سب لوگ حیران و ششدر
رہ گئے (عربی سے ترجمہ ص ۳۸-۳۹ نزہۃ الخواطر جلد ہشتم دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۹۷۰ء)

تصنیف و افتاء :۔ آپ نے تدریس کی طرف کم توجہ دی زندگی بھر فتاویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف کی طرف ہمہ تن متوجہ رہے ۔ باوجودیکہ نہ کسی تنظیم یا ادارہ کی مالی سرپرستی حاصل تھی اور نہ کسی سے ایک پیسہ بطور معاوضہ لیتے ۔ اخلاص وللہیت اور بے غرض خدمتِ مذہب و ملت کی روایت جو اسلاف کرام کا طرۂ امتیاز ہے اسے آپ نے ہر حال میں باقی و برقرار رکھا۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات اور شرح و حواشی جن کا اب تک محققین کو علم ہوچکا ہے ہر علم و فن میں عربی و فارسی و اردو کے اندر موجود ہیں اور ان کی تعداد لگ بھگ ایک ہزار ہے جن میں بمشکل تمام نصف تک چھپ سکی ہیں بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ آپ کا فقہی شاہکار ہے جس کی کئی جلدیں بریلی، مبارک پور اعظم گڑھ اور بیسلپور پیلی بھیت سے چھپ چکی ہیں اس کے فاضلانہ و محققانہ فتاویٰ کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔ اور متعصب و غیر جانبدار فضلاء ان کے مطالعہ کے بعد اپنی سابقہ رائیں بدلنے پر مجبور ہوجاتے ہیں ۔

ملک غلام علی صاحب نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ تبصرہ پڑھنے کے لائق ہے جو انھوں نے ایک جلد پر کیا ہے۔ انکشافِ حقیقت کے طور پر وہ رقم طراز ہیں :۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف و فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے ۔ اور عشقِ خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے ۔" (ہفت روزہ شہاب لاہور ۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۶۲ء)

سیاسی بصیرت : آپ کی سیاسی بصیرت فراست مومنانہ کا بہترین نمونہ تھی۔ تحریکِ خلافت اور تحریک ترک موالات کے پُر آشوب دور (۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۲ء تک) میں جب کہ بعض بڑے بڑے مشہور علماء بھی حالات کے دھارے کے ساتھ بہہ رہے تھے اور شعائر اسلام و مسلمین کو زبردست خطرات کا سامنا تھا۔ اس وقت بھی آپ نے اعتدال و سنجیدگی اور شریعتِ اسلامیہ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنے کی تلقین و ہدایت دی اور جوش و اشتعال کے مضر اثرات اور عجلت پسندی کے نقصان دہ مضمرات کی نشاندہی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بقیۃ السلف مولانا عبدالباری فرنگی محلی م ۱۳۴۴ھ کو توبہ و رجوع کرنا پڑا (ص ۳ اخبار ہمدم لکھنؤ شمارہ ۲۰ر مئی ۱۹۲۱ء) اسی طرح حضرت فاضل بریلوی کے

خلیفہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی م ۱۳۶۷ھ جب مولانا محمد علی جوہر کے سفر لندن سے پہلے ان کی
قیام گاہ پر دہلی پہنچے تو آپ کی تبلیغ حق سے متاثر ہو کر مولانا جوہر نے آپ کو گواہ بنا کر توبہ کی۔

(ص ۲۷ احیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور)

سیاسی غلطیوں کے سنگین نتائج اور تلخ تجربات نے بیشتر قائدین ملت کو بہت کچھ سوچنے سمجھنے
پر مجبور کر دیا اور بالآخر وہ اسی نتیجہ تک پہنچے جس کی نشاندہی حضرت فاضل بریلوی نے روز اول ہی
فرمادی تھی۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے آپ کے خلیفہ مولانا سید سلیمان اشرف کے اسی مؤقف کا
ذکر کرتے ہوئے اور مذکورہ تحریکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے یہی باتیں ٹھیک
ہیں ان کے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج (علی گڑھ) میں عجیب افراتفری تھی۔
مرحوم (سید سلیمان اشرف) مطعون ہو رہے تھے لیکن چہرے پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی
فرق! سیلاب گزر گیا جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ
لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی۔ آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ قائم ہے سارے
علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے۔ صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے۔"

(ص ۲۹ گنجہائے گرانمایہ۔ مکتبہ جامعہ نئی دہلی)

عشق رسول :۔ آپ کے اخلاص و دیانت۔ صدق و صفا۔ زہد و ورع اور طہارت و پاکیزگی قلب و روح
کی شہادت تو بیشتر علماء و مشائخ نے دی ہے لیکن اتباع کتاب و سنت رسول اور عشق رسول
آپ کا وہ امتیازی وصف ہے جس کا ایک عالم میں شہرہ ہے۔ اپنوں کے ساتھ ہی انصاف پسند
اغیار بھی آپ کے جذبۂ دل کی صداقت کے گواہ ہیں۔ شہر شہر اور قریہ قریہ آپ نے شمع عشق مصطفے
کی وہ جوت جگائی ہے کہ دلوں کی آبادیاں صاف و شفاف آئینے کی طرح چمک اٹھی ہیں اور ہندو پاک
نیپال و بنگلہ دیش، انگلینڈ و ہالینڈ اور امریکہ و افریقہ کی فضاؤں میں صبح و شام آپ کا یہ نغمہ ہزاروں
بار گونجتا ہے :۔

مصطفے جان رحمت پہ لاکھوں سلام = شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

نشان تجدید :۔ اندرونی و بیرونی باطل پرست تحریکوں، دور جدید کی گمراہیوں، معاشرے میں پھیلی

ہوئی برائیوں اور غلط رسم و رواج کے خلاف آپ نے فقیہانہ و مجددانہ شان کے ساتھ جہاد بالقلم کیا۔ ملحدانہ افکار و نظریات اور اسلام دشمن سازشوں کو بے نقاب کر کے مسلمانوں کو ان سے دُور رہنے کی تاکید کی۔ اپنی مسلسل جدوجہد کے ذریعہ اسلامی اُصول و ضوابط اور شعائرِ مذہب و ملت کی حفاظت و پاسبانی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا اور اس سلسلے میں کسی کی بے جا تنقید و ملامت کی بھی کوئی پروانہ کی۔ چنانچہ آپ کی انہیں خدماتِ جلیلہ کو دیکھ کر پٹنہ کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقدہ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں ہزاروں سامعین اور سینکڑوں مقامی و بیرونی علماء و مشائخ کے علاوہ مولانا عبدالقادر بدایونی م ۱۳۱۹ھ مولانا معوان حسین رام پوری (ابن مفتی ارشاد حسین رام پوری م ۱۳۱۱ھ) علامہ ہدایت اللہ رام پوری ثم جونپوری م ۱۳۲۶ھ سید شاہ عبدالصمد پھپھوندوی ۱۳۲۳ھ مولانا محب احمد بدایونی م ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء مولانا عبدالکافی الہ آبادی م ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۰ء سید محمد فاخر الہ آبادی وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان بھی شریک تھے۔ اسی تاریخی کانفرنس میں مولانا عبدالمقتدر بدایونی م ۱۳۳۴ھ نے سب سے پہلے آپ کو مجدد ماۃ حاضرہ کہہ کر مخاطب کیا جس کی سارے موجود علماء و مشائخ اور خواص و عوام نے تائید و توثیق کی۔ متعدد علمائے حرمین نے بھی آپ کو مجدّد کہا اور لکھا۔ چنانچہ شیخ سید اسمٰعیل بن خلیل محافظ کتب حرم م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء نے آپ کے بارے میں تحریر فرمایا

بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا و صدقا (ص ۵۱ حسام الحرمین مطبوعہ لاہور) ترجمہ: بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کو اس صدی کا مجدّد کہا جائے تو یہ حق اور سچی بات ہو گی۔

وصال مبارک: علم و فضل اور شریعت و طریقت کا یہ نیر تاباں اپنی پوری جلوہ گستری اور ضیا باری کے بعد بریلی شریف میں دو بج کر ۳۸ منٹ پر بروز جمعہ بتاریخ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء غروب ہوا اور اپنے پیچھے عظیم المرتبت خدمات اور عدیم النظیر کارناموں کی ایک زریں تاریخ چھوڑ گیا جس کا ورق ورق روشن ستاروں کی طرح تابناک ہے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری	خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
توڑی ہیں تری ضربات کاری نے چٹانیں	پگھلے ہیں تری آہ سحر گاہی سے پتھر
تو میری نگاہوں میں مجدّد سے نہیں کم	زندہ ہوئے پھر تجھ سے فرائض پیمبر

پروفیسر مجید اللہ قادری (گورنمنٹ)

العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ کا موضوعاتی جائزہ

جناب مجید اللہ قادری ایم۔ اے' ایم۔ ایس۔ سی کا تعلق جامعہ کراچی سے ہے آپ شعبۂ ارضیات میں اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر فائز ہیں۔ علوم اسلامیہ سے بھی لگاؤ ہے۔ دونوں ہی مضامین میں کئی تحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں۔ آج کل قرآن مجید کے اردو تراجم سے متعلق تحقیقی مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ کے زیر نگرانی تیار کر رہے ہیں۔

ادارہ

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ ہر عالم دین مفتی نہیں ہوتا لیکن ہر مفتی عالم دین ہوتا ہے اور ایسے کسی عالم دین کے تفقہ فی الدین اور تبحر علمی کا اندازہ اس کے فنِ فتویٰ نویسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ فنِ فتویٰ نویسی پر جو ایک عظیم ترین فن ہے' یوں تو ہر صدی میں متعدد فقہا کرام کے مجموعہ ہائے فتاویٰ ملتے ہیں اور ایسے مشہور فتاویٰ میں فتویٰ اتارخانیہ فتاویٰ ولوالجیہ فتاویٰ خانیہ فتاویٰ عتابیہ' فتاوی دیناری' فتاویٰ قاضی خان' فتاویٰ ظہیریہ' فتاویٰ کامل' فتاویٰ طرطوسیہ فتاویٰ تتارخانیہ' فتاویٰ بزازیہ' فتاویٰ خیریہ' فتاویٰ النقرویہ' فتاویٰ ہندیہ' فتاویٰ حامدیہ وغیرہا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تمام مجموعہ فتاویٰ پانچویں صدی ہجری سے بارھویں صدی ہجری کے زمانے پر محیط ہیں جبکہ فتاویٰ رضویہ تیرھویں صدی ہجری کے عشرہ آخر اور چودھویں صدی ہجری کے ربع اوّل میں لکھے جانے والے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو امام اہلسنّت مجدّد دین وملّت شاہ احمد رضا خاں بریلوی قادری نوری نور اللہ مرقدہٗ کی فطانت وذکاوت تبحّر علمی اور تفقہ فی الدین کا ایک عظیم ترین شاہکار ہے اور ۷۰ سال گزر جانے کے باوجود ایسا جامع، مبسوط' مدلل اور مُبرہن کوئی دوسرا مجموعہ فتاویٰ نہ تو احناف کے ہاں ہی مرتب ہوسکا اور نہ کسی

اور دوسرے مذہب اہلسنت وجماعت میں مرتب ہوا۔ اوپر جن مجموعہ ہائے فتاویٰ کا ذکر کیا گیا ہے ان میں بھی اتنا مبسوط اور جامع مجموعہ شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی پر مشتمل آخری گرانقدر فتاویٰ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ ہندیہ کے مقابل میں یہ مجموعہ بہت مدّلل ہے کیونکہ جس طرح فتاویٰ رضویہ میں استدلال و استنباط اور جرح و تعدیل کو روا رکھا گیا ہے وہ فتاویٰ ہندیہ میں ناپید ہے اور دوسری طرف فتاویٰ ہندیہ میں ان کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جن کا استعمال فقہا کرام نے منع فرمایا ہے جبکہ فتاویٰ رضویہ میں تمام مستند فقہی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

فنِ فتاویٰ نویسی میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا اپنے دور میں جواب نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی اُن کا مثیل و عدیل تھا۔ آپ نے فقہ میں شیخ عبدالرحمٰن حنفی مکی سے سند حاصل کی جن کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور یہ وہ دن اور تاریخ ہے جس دن آپ پر نماز فرض ہوئی اور علوم دینیہ کی تعلیم بھی مکمل ہوئی۔ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء کو فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت مل گئی اور پھر حضرت مفتی مولانا محمد نقی علی خاں (جو آپ کے والد ماجد تھے) کے وصال کے بعد ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں آپ مستقل طور پر مسندِ افتاء پر فائز ہو گئے[1] اور آج اسی مسند پر تسلسل کے ساتھ ساتویں پشت یعنی حضرت مولانا الحاج الشاہ مفتی اختر رضا خاں بریلوی ازہری یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اس سے قبل ان کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی ابراہیم رضا خاں جیلانی متوفی ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء یہ خدمت انجام دیتے رہے ان سے قبل شہزادگانِ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا مفتی حامد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۲ء اور مفتی اعظم ہند مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی متوفی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء یہ خدمت انجام دیتے رہے اور اعلیٰ حضرت کے والد ماجد سے قبل اس مسند پر ان کے جد امجد مولانا مفتی رضا علی خاں متوفی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء فائز تھے۔ جنھوں نے اس خاندان میں اس مسندِ افتاء کی بنیاد رکھی[2] مجموعی طور پر امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے ۵۴ سال فتویٰ نویسی کا کارگراں انجام دیا۔ آپ

۱۔ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی — فقیہہ اسلام — ص ۲۴

۲۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد — حیات مولانا امام احمد رضا بریلوی ص ۸۴، ۸۶، ۲۱۲

کی سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مسودات کو نقل کرنے والے بیک وقت چار افراد نقل کرتے جاتے یہ ابھی فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار بھی ہو جاتا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زندگی میں کتنا کچھ لکھا ہوگا۔ اور خود امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحریر کے مطابق ایک وقت میں پانچ پانچ سوا استفتاء جمع ہو جاتے تھے۔[1]

ایک فقیہہ کے لئے جہاں کثیر علوم وفنون میں مہارت تامّہ لازم ہے۔ خاص کر قرآن وسنت پر اس کی مکمل دسترس لازمی ہے وہیں اصول فقہ پر بھی مہارت اور ممارست تامہ جزوٗ لاینفک ہے کہ اس کے بغیر قرآن وحدیث کے مفاہیم واشارات تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ فقہ کی سب سے اولین اساس اصول فقہ ہے۔ اسی لئے جملہ ائمہ مذاہب اور اُن کے بعد کے فقہا کی کتابیں اور ارشادات اصول فقہ سے کہیں بھی سرِ مو تجاوز نہیں ہوا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اصُول فقہ کے مسائل اور ابحاث پر بھی تحقیقات فرمائی ہیں بلکہ اصول کی متعدد متداول کتابوں پر آپ کے مفصّل حواشی موجود ہیں خاص طور پر اصول فقہ کی معرکۃ الآرا کتاب "مسلم الثبوت" اور اس کی شرح "فواتح الرحموت" پر بہت ہی قیمتی اور مفصّل تعلیقات لکھ کر اس کو نکھار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اہل اصول کی بعض تحقیقات سے اختلاف بھی کیا ہے اور بعض مواقع پر لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی بھی فرمائی ہے اور کچھ ایسے مقامات بھی ہیں جن میں آپ نے اصلاحات فرمائی ہیں اور چونکہ آپ فقیہہ مزاج رکھتے تھے اس لئے آپ کے چند ایسے نوادرات بھی ملتے ہیں جس کا نمونہ اسلاف میں نہیں ہے اور پھر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

"کم ترک الاوائل للمتاخر"

نمونے کے طور پر ایک اصولی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔

شریعت مطہرہ کے احکامات جو امر اور نہی دونوں پر مشتمل ہوتے ہیں، فقہا اور علمائے اصولین نے ابتدأ ہیں اِن کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا تھا۔

---

[1] ڈاکٹر حسن رضا اعظمی   فقیہہ اسلام   ص ۲۴

مدارج (امر) — فرض، مستحب، مباح، مکروہ، حرام — مدارج (نہی)

فرض
مستحب
مباح
مکروہ
حرام

مدارج
(امر)

مدارج
(نہی)

بعدازاں علمائے اصولین نے اس میں مزید توسیع کی اوران کو پانچ کے بجائے سات اقسام میں اس طرح تقسیم کیا۔

مدارج
(امر)

فرض
واجب
مستحب
مباح
مکروہ تنزیہی
مکروہ تحریمی
حرام

مدارج
(نہی)

بعد میں اصولین نے مزید کام کیا اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مزید توسیع فرمائی اوران کو پھیلاکر نو[9] مدارج میں تقسیم کردیا اوران کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی۔

مدارج
(امر)

فرض
واجب
سنت موکدہ
سنت غیر موکدہ
مستحب
مباح
مکروہ تنزیہی
مکروہ تحریمی
حرام

مدارج
(نہی)

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ان اصولین کی مزید اصلاح فرمائی اوران تیرہ سو سالہ دور کے فقہاکرام کی نہ صرف اصلاح فرمائی بلکہ ان کے دیئے گئے ۹ مدارج میں مزید اضافہ کیا اور امرونہی کا توازن قائم کیا چنانچہ آپ نے جو گیارہ مدارج کی اصولی ترتیب فرمائی وہ مندرجہ ذیل خاکہ میں دکھائی گئی ہے۔ ان احکامات کی شرعی حیثیت میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے

فرض
واجب
سنت موکدہ
سنت غیر موکدہ
مستحب
مباح
خلاف اولیٰ
مکروہ تنزیہی
اسائت
مکروہ تحریمی
حرام

مدارج (امر)　　مدارج (نہی)
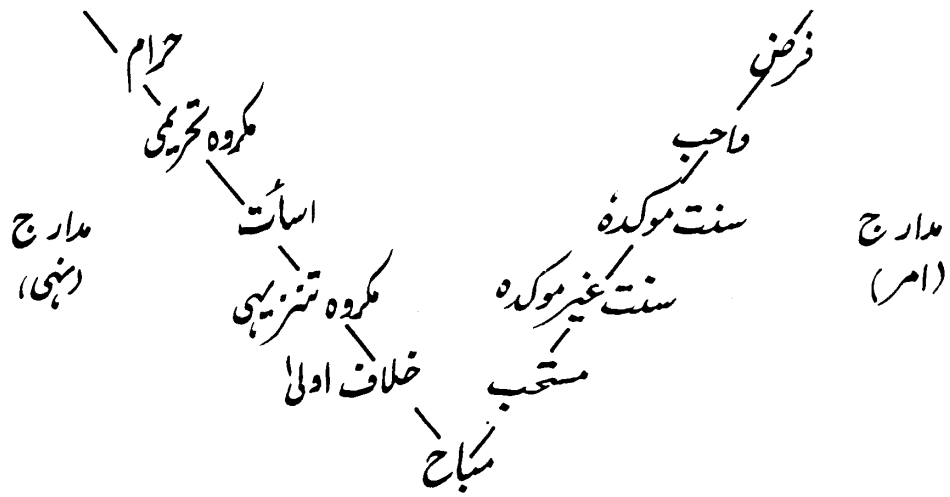
(میزان احمد رضا خاں بریلوی)

نظیر کا مقابل ہے اور ان سب کے وسط میں مباح خالص ہے۔ احکام کی یہ تمام قسمیں منتشر طور پر کلام فقہا میں مستعمل ہیں لیکن یکجا اصولی اور میزان کے طرز پر ان گیارہ اقسام کا بیان سوائے امام احمد رضا کے کسی اور کے ہاں پورے عالم اسلام میں نہیں ملتا۔ اس امت پر ان کا یہ کتنا بڑا احسان ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فتاویٰ میں جو نظم وضبط اور جامعیت ہے اس کا بھی ایک نمونہ پیش کرتا ہوں جس سے آپ کے علم کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ تیمم میں متقدمین اور متوسطین فقہا کرام کی صدہا کتابوں میں مٹی کی وہ اقسام جن سے تیمم جائز ہے ان کی کل تعداد ۷۴ ہے جو کہ ہزاروں فقہا کی ہزار سال سے زیادہ کی محنت کا ثمرہ ہے لیکن فرد واحد نے اس میں ۱۰۷ اقسام کا اضافہ کیا اس طرح مٹی کی وہ اقسام جن سے تیمم ناجائز ہے فقہا کی اجتماعی کوششوں سے ان کی تعداد ۵۸ بنتی ہے اور امام احمد رضا کی علمی بصیرت نے یہ تعداد ۵۸ سے ۷۲ پہنچا کر کل تعداد ۱۳۰ تک پہنچا دی۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ فقہ میں آپ کی نظر میں کتنی وسعت تھی کہ ہزاروں فقہا کے مجموعی کام پر آپ نے نہ صرف اضافہ فرمایا بلکہ جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں دلائل کی تعداد کو دوگنے سے بھی زیادہ کردیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کے مطالعے سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مجتہد کے لئے اسلاف نے جن شرطوں کا ذکر کیا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ یقیناً ان شرائط کے مکمل حامل تھے۔ علامہ تفتازانی نے مجتہد کے اجتہاد کی شرائط کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے کہ

"کتاب اللہ کے مفاہیم تک رسائی کے لئے لازم ہے کہ لغت، نحو، صرف اور معانی وبیان میں مہارت ہو اور اصولی طور پر جو خصوصیات احکام پر اثر انداز ہوتی ہیں اُن کی معرفت میں بھی کمال ہو مثلاً عام خاص مشترک، مجمل، مفسر اور اقسام دلالات جاننا بھی ضروری ہیں، اور مفاہیم سنت تک پہنچنے میں جہاں یہ تمام علوم اور اقسام اصولی شرط ہیں وہیں احادیث کی سند اور احوال رواۃ پر بھی آگاہی ضروری ہے۔ قیاس کی شرائط، اقسام اور ان کے احکام نیز ان میں مقبول اور نامقبول میں تمیز کا علم بطور ملکہ حاصل ہو، فقیہہ کو اجماع امت سے بھی آگاہ ہونا چاہیئے تاکہ اس کا اجتہاد اجماع سے مزاحم نہ ہو"

(تلویح مصری جلد دوم ص ۱۱۷)

امام سرخسی نے تمامیت فقیہہ کے لئے عمل صالح کی قید کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ان شرائط کو یہاں لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ قاری اندازہ کر سکے کہ فقہ واجتہاد کے لئے کتنے علوم کی مہارت شرط ہے اس طرح اصول وفروع کی تفصیلات نیز اجماع اُمت اور قیاس کے اقسام میں کس قدر بصیرت لازم ہے

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ میں ایک ایسے ہی فقیہہ کی خصوصیات اجتماعی طور پر نظر آتی ہیں کہ آپ بچپن ہی سے صائب الفکر، صائب الرائے شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا بچپن ایک ذکی الطبع قوی الفکر اللسان کے شباب سے کم نہ تھا۔ آپ سرحد شباب میں داخل ہونے پر جملہ فنون عربیہ اور علوم دینیہ اور ان کے مبادیات کے ماہر نظر آتے ہیں۔ علم کے کسی بھی میدان میں آپ کی تحریر میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ علم حدیث میں امام جلال الدین سیوطی رح کے مظہر نظر آتے ہیں، تفسیر میں ابن جریر طبری کے پرتو ہیں، علوم ادبیہ عربیہ میں سحبان کی شان رکھتے ہیں، امام ابو حنیفہ کے قواعد واصول برتنے میں آپ بزدوی و سرخسی کے نائب نظر آتے ہیں اور صرف ان ہی علوم تک نہیں بلکہ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں آپ کی مہارت یکساں نظر آتی ہے اور اس تبحر اور مہارت میں آپ کی انفرادیت کا یہ عالم ہے کہ اقران وامثال ہی نہیں بلکہ صدیوں قبل بھی آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو آپ منفرد نظر آئیں گے۔

یہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے فقہائے مشاہیر کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہو گا وہ اس نتیجہ پر آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ ابن ہمام کی شان روایت اور اجتہاد سے مزین فکر جو ان کی خصوصیت تھی اور جس نے ان کو مجتہد فی المذہب کے مقام پر فائز کر رکھا ان کے بعد صرف امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ ہی میں وہ خصوصیات نظر آتی ہیں۔ اسی طرح فقہ کی جز

متداول کتب پر نظر رکھتے ہوئے مسائل کی تنقیح کرنے میں علامہ شامی کی ایک مسلّمہ خصوصیت تھی امام احمد رضا میں یہ خصوصیت بھی موجود ہے گویا آپ بیک وقت امام ابن ہمام بھی تھے اور امام ابن عابدین شامی بھی تھے۔

عرب و عجم کے بے شمار فقہا اور اصحاب دانش و فن امام احمد رضا کا تفقہ فی الدین تسلیم کر چکے ہیں مثلاً

(۱) مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن دحلان مکی فرماتے ہیں۔

"وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علمائے کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے"

(حسام الحرمین ص ۸۳)

(۲) شیخ عبداللہ نابلسی مدنی فرماتے ہیں۔

"وہ نادرِ روزگار اس وقت اور اس زمانے کا نور... معزز مشائخ اور فضلا کا سردار بلا تامل وہ زمانے کا گوہر یکتا"

(الدولۃ المکیہ ص ۹۴)

(۳) علامہ شیخ محمد القاسمی دمشقی تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں کہ جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے ان کی فضیلت کا یقین دوست و دشمن دونوں کو ہے ان کا علمی مقام بہت بلند ہے ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے"

(امام احمد رضا اور عالم اسلام ص ۱۳۷)

(۴) مولانا مودودی بانی جماعت اسلامی اس طرح اعتراف کرتے ہیں۔

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے ہیں اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں"

(مقالات یوم رضا ص ۹۰)

(۵) مولانا عبدالحیٔ علی ندوی ہم خیال نہ ہوتے ہوئے بھی یہ اظہارِ خیال فرماتے ہیں۔

"جزئیات فقہ پر جو ان کو عبور حاصل تھا ان کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی"

(نزہۃ الخواطر ص ۴۱)

(۶) مفکر پاکستان شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال امام احمد رضا کی علمیت و فقاہت اور قوتِ فیصلہ پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

ورمعانی و بیان میں مہارت
ں بھی کمال ہو مثلاً عام خاص
پہنچنے میں جہاں یہ تمام علوم
ری ہے۔ قیاس کی شرائط
حاصل ہو فقیہہ کو اجماع
بلد دوم ص ۱۱۷)
یا ہے۔ ان شرائط کو یہاں
وم کی مہارت شرط ہے اس
س قدر بصیرت لازم ہے
ت اجتماعی طور پر نظر آتی ہیں
کا بچپن ایک ذکی الطبع قوی الحافظہ
ں عربیہ اور علوم دینیہ اور ان
ریر میں کوئی فرق محسوس نہیں
ابن جریر طبری کے پرتو ہیں
ں برتنے میں آپ بزودی
لیہ و نقلیہ میں آپ کی مہارت
ہے کہ اقران و امثال ہی نہیں
ر وہ شخص جس نے فقہائے متاخر
مام کی شان روایت اور
ب کے مقام پر فائز کر رکھا
ہیں۔ اسی طرح فقہ کی جز

"ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طبّاع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہُوا ..... میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ مولانا جو ایک دفعہ رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت ہی غور و فکر کے بعد کرتے تھے (مقالات یوم رضا ص ۱۰)

(۷) شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (پروفیسر محمد بن سعود یونیورسٹی ۔ ریاض) فرماتے ہیں ۔

میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے، ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل موجود تھی ۔ میں نے جلدی جلدی ایک عربی فتوے کا مطالعہ کیا ۔ عبارت کی روانی اور کتاب و سنت اور اقوالِ سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوے کے مطالعے کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہہ ہے ۔"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں ص ۱۸۴)

امام احمد رضا کے طریقہ استنباط اور استخراج کو یہاں تفصیل سے بیان کرنا تو بہت دشوار ہے کہ اختصار پیشِ نظر ہے ۔ البتہ آپ کے فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کے مطالعے کے بعد آپ کی فقہی اور کلامی بصیرت، دلائل اور اندازِ تحقیق کے مطالعے کے بعد مندرجہ ذیل نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ

(ا) کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کتاب اللہ سے استنباط ممکن ہو تو اسے آپ ہرگز نظر انداز نہیں ہونے دیتے اور ضمنی مسائل پر بھی قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں بسا اوقات اصولی اور تفصیلی بحثیں بھی سامنے آجاتی ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم مفسر اور ماہر اصول فقہ ہیں ۔ آپ تفسیر قرآن میں اپنی رائے کو ہرگز دخل نہیں دیتے ہیں یعنی تفسیر بالرائے سے ہمیشہ اعراض فرماتے ہیں ۔

(ب) آپ کے تحقیقی فتاویٰ میں احادیث کریمہ سے استدلال اس وسیع پیمانے پر ملتا ہے کہ گویا تمام احادیث شریفہ آپ کے پیشِ نظر ہیں ۔ بسا اوقات ایک ہی فتوے میں متعدد حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں ۔ احادیث کے راویوں، حدیث کی صحت و ضعف اور متن و سندِ حدیث کی روایات پر حسبِ موقع بحث بھی فرماتے ہیں اور اس طرح کہ ایک ایک حدیث کی تخریج میں کبھی کبھی دس پندرہ کتابوں کے نام بطور حوالہ پیش کرتے ہیں اور اگر محققینِ سلف سے حدیث کے حوالے میں کوئی سہو ہو گیا ہو تو آپ اس کی تصحیح فرما کر صحیح تخریج پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں وہ معرض بیان میں لاتے ہیں ۔

(ج) مسائل فقہیہ کے استخراج اور استنباط و تائید میں ضمناً متعدد علوم سے استدلال فرماتے ہیں لغت، نحو صرف، معانی، بیان، منطق، فلسفہ، حساب، اقلیدس اور ہیئت وغیرہ کے مباحث اس شان سے پیش کرتے ہیں کہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان علوم پر آپ کو کامل دسترس تھی۔ (مآخذ فقیہہ اسلام)

علوم کی معرفت اور ان کے ابحاث پر کامل تصرف بہت ہی اہم اور مشکل کام ہے لیکن کمالِ علمی یہ ہے کہ غیر متعلقہ سے بھی اپنا مقصود حاصل کر لیا جائے اور غیر دینیہ علوم وفنون کو بھی دین متین کے علوم کا ضمیمہ بنا دیا جائے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ میں یہ خصوصیات بدرجۂ کمال موجود ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کے مجلدات کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کی حسب ذیل خصوصیات کا ادراک ہوتا ہے۔

(۱) جس مسئلے کی تحقیق فرماتے ہیں اس میں اقوال سلف کا استقصاء فرماتے ہیں۔
(۲) احتمال شقوق کا استیعاب کرتے ہیں۔
(۳) غیر معتمد اقوال و شقوق پر کلام وافر فرماتے ہیں اور تعقب سے بھی گریز نہیں کرتے۔
(۴) کلام سلف کی توجیہات ضروریہ فرماتے ہیں۔
(۵) اقوال متباینہ و دلائل مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں۔
(۶) تطبیق و توجیہہ ناممکن ہو تو ترجیح دیتے ہیں
(۷) توجیہہ و تطبیق اور ترجیح کے اسباب و علل پر مدلل کلام فرماتے ہیں۔
(۸) ضوابط کلیہ وضع فرماتے ہیں۔
(۹) اصلاح و اضافہ فرماتے ہیں۔
(۱۰) جب دلائل کا تکاثر پایا جاتا ہو تو اس کی بھرپور تنقیح فرماتے ہیں۔
(۱۱) مسائل جدیدہ اور مسائل قدیمہ کا استنباط فرماتے ہیں۔
(۱۲) علوم عصریہ کو دینی مسائل کی تائید میں پیش کر کے علوم قدیمہ کی اہمیت وفضیلت کو پایۂ ثبوت پر پہنچاتے ہیں۔ (مآخذ فقیہہ اسلام)

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی ان ہی فقہی تحقیقات اور بے مثال تنقیحات کا جائزہ لینے کے بعد علامہ حافظ الحدیث مفتی حرم شیخ سید اسماعیل بن خلیل پکار اُٹھے۔ (الاجازات المتینۃ۔ ص ۹)

"لو راٰہ الامام ابو حنیفہ لجعلہ فی اصحابہ"

ڈاکٹر حسن رضا اعظمی اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ "فقیہہ اسلام" میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی فقاہت ختم کلام پر اسطرح تجزیہ فرماتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت قواعد اصول وفروع احکام میں امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلّد تھے اور تقلیدی شان کے ساتھ ہی منصب اجتہاد فی المسائل و اجتہاد فی المذہب کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔"

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے فقہ حنفی کے لئے جو بہترین مواد اور عظیم ترین سرمایہ چھوڑا ہے وہ بارہ ۱۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل جہازی سائز کے بارہ ہزار صفحات پر پھیلا ہوا عظیم خزانہ ہے جس کا آپ نے خود "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" نام رکھا۔ اس میں فقہ حنفی کے جمیع ابواب پر مکمل بحث کی گئی ہے اور بہت سی ابحاث نادر اور قدیم ہیں جو کہ دیگر فتاویٰ میں ناپید ہیں یہاں تک کہ فتاویٰ عالمگیریہ میں بھی فتاویٰ رضویہ کے مقابل سینکڑوں ابحاث کو تشنہ چھوڑ دیا گیا ہے جبکہ وہ سینکڑوں کتابوں کا ماخذ ہے اور جس کو ۴۰ فقہائے اپنی بھرپور صلاحیتوں سے مزیّن کیا ہے۔"

فتاویٰ رضویہ میں فتوے چار زبانوں میں ملتے ہیں یعنی عربی، فارسی، اردو، انگریزی جبکہ ہندی زبان کا استعمال عام ہے۔ اس طرح پانچ زبانیں کہی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح ایک انفرادیت فتاویٰ رضویہ کی یہ بھی ہے کہ ادبی نقطہ نگاہ سے استفتا کا جواب چھ طریقوں سے دیا ہے۔ عربی نظم، عربی نثر، فارسی نظم، فارسی نثر، اردو نظم ونثر گویا جس نوع کلام وزبان میں استفتاء آتا اسی نوع میں جواب دیتے جس زبان میں آتا اسی زبان میں جواب لکھتے جس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پانچوں زبانوں کے شعر و ادب پر بھی مکمل دسترس حاصل ہے اور اس کا ثبوت انھوں نے اس طرح بھی پیش کیا کہ ایک نعت میں آپ نے چار زبانوں کا امتزاج بہ یک وقت اس طرح کیا کہ تاریخ ادب میں اس کی مثال مفقود ہے کیونکہ اس سے پہلے تین زبانوں کا امتزاج صرف امیر خسروؔ اور جامیؔ کے یہاں ملتا ہے۔ یہاں میں اعلیٰ حضرت کی مقبولِ عام نعت کا مطلع نمونے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ تفصیل کے لئے "حدائق بخشش" ملاحظہ ہو۔

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا

(عربی) (فارسی)

جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ شہہ دوسرا جانا

(ہندی) (اردو)

اُس دور میں ہزاروں مسائل جن کا تعلق عبادات سے لیکر معاملات تک، پھیلا ہوا تھا اور مسلمانوں کے لئے حل طلب تھے۔ حضرتِ رضا قدس سرہٗ نے ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے ایک عظیم تجدیدی کارنامہ انجام دیا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے بے شمار اور مستقبل میں ہونے والی ایک سے ایک اعلیٰ ایجاد اور انسانی زندگی پر ان کے اثرات سے پیدا ہونے والے نتائج کے احکام و علل کی دریافت کے ایسے رہبر و رہنما اصول وضع فرما دیئے کہ آئندہ مسائلِ جدیدہ کی وجہ سے فقہا اور مفتیان کو جو مشکلات پیش آئیں گی اُن کا حل اُن کو اعلیٰ حضرت کے ان فتاویٰ میں مل جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ اہلِ سنت و جماعت کے لئے سرمایہ عقیدت و محبت ہی نہیں بلکہ عبادات و معاملات میں آئے دن پیش آنے والے ہزاروں مسائل کے جوابات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے اور اس میں صرف رضویت کی تخصیص نہیں بلکہ عامۃ المسلمین کی ضروریاتِ فقہی کا ایک جامع دستور العمل ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر عصر حاضر کے بلند پایہ محقق ادیب شہیر مؤلف "سرور کونین کی فصاحت"، علامہ شمس الحسن شمس بریلوی فتاویٰ رضویہ کی گیارہویں جلد کے مقدمہ میں اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ۔

"میں بڑے وثوق سے یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ اگر فتاویٰ رضویہ سے سوالات کو حذف کر دیا جائے تو اس کی ہر جلد اس فقہی موضوع (کتاب) پر ایک گرانقدر تصنیف ہوگی جس میں آپ کو اس فقہی موضوع سے متعلق تمام جزئی مسائل بھی پوری صراحت اور دلالت کے ساتھ ملیں گے۔ اس سلسلے میں خامۂ رضا نے ایسی موشگافیاں کی ہیں اور فکر رضا ان بلندیوں تک پہنچی ہے اور ایسے ایسے حقائق کو واشگاف کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ قاری کو مسئلہ زیر بحث میں ایسے نکات سے روشناس کرایا گیا ہے کہ ان تک کسی عظیم فقیہہ کی نگاہ ہی پہنچ سکتی ہے۔" آگے چل کر رقمطراز ہیں۔

"فتاویٰ رضویہ کی کسی بھی جلد کا مطالعہ کیجئے ہر مسئلہ کے جواب میں ایسے نکات پیش فرماتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فہم و ذکا کا ایک بحرِ ذخار ہے۔ جو پُر شکوہ اور پُرسکون ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی گہرائی اور گیرائی رکھتا ہے جس کا اندازہ کرنا ناممکن ہے یہی سبب کہ بعض بظاہر معمولی نظر آنے والے مسائل کی تنقیح میں آپ نے جواب میں باقاعدہ رسائل تحریر فرما دیئے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کے اگر ان تمام رسائل کو جو ایک سو سے زیادہ ہیں یکجا کر دیا جائے تو ایک بہت ہی ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی جو سینکڑوں صفحات سے متجاوز ہوگی۔"

(اقتباس از مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم)

فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد جہازی سائز کے تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے
اب تک ان بارہ جلدوں میں سے نو جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ پہلی سے ساتویں تسلسل کے ساتھ اس کے
علاوہ دسویں اور گیارھویں جلد طبع ہو چکی ہیں۔ جبکہ آٹھویں اور نویں جلدوں پر انڈیا (مبارک پور) میں کام
ہو رہا ہے اور جلد ہی یہ دونوں جلدیں بھی زیورِ طبع ہو جائیں گی لیکن افسوس کہ بارہویں جلد کا صحیح اندازہ
نہیں کہ وہ کہاں اور کس کے پاس محفوظ ہے۔ فی الحال مفقود ہے۔ میں یہاں ان نو مطبوعہ مجلدات میں
سے ہر جلد کا علیحدہ علیحدہ تعارف پیش کر رہا ہوں محض اس لئے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ ہر ایک جلد میں کتنے
رسائل شامل ہیں اور ہر جلد کتنے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

سب سے اوّل میں فتاویٰ رضویہ کے مسمیٰ بہ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" ہونے کے سلسلے
میں خود امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی تشریح پیش کرتا ہوں، فرماتے ہیں۔

"ہاں ہاں میں اپنے رب کی رضا کے لئے اس کی حمد کرتا ہوں اور وہ مجھے کافی ہے میرے دل میں
کبھی یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں یا فقہا کے گروہ سے ہوں یا اماموں کے مقابل مجھے کوئی لفظ کہنا
زیب دیتا ہے۔ یا حکم و حکمتِ شرح میں مجھے ان کے ساتھ کچھ مجال ہے۔ میں نے اس کا نام۔
العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ رکھا۔ اللہ اسے اپنی رضا کا وسیلہ بنائے اور دونوں جہان میں مجھے
اور اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے۔ میں نے یہ نام اس لئے رکھا کہ میں ان کا نام لیوا ہوں اور ان کا
طفیلی۔ انھیں سے لیتا ہوں اور فائدہ پاتا ہوں۔ مجھ پر جو فیض آتا ہے انھیں سے آتا ہے اس کی برکت
سے مولٰے نے مجھ پر دروازے کھول دیئے اور اسباب آسان کئے اور خدا چاہے تو ہر مسئلہ میں حق کی
طرف ہدایت فرمائے اور میں پہچانتا ہوں کہ مقلّد کو کس جگہ اقول کہنا روا ہے تو میں اپنے ہی میدان میں
جولان کرتا اور اسی کی طرف پھرتا ہوں اور میری مدد اور میری حفاظت نہیں مگر اللہ سے پھر نبی سے پھر
ہمارے اماموں سرداروں مردان میدانِ علم سے (فتاویٰ رضویہ ج اوّل) (ترجمہ خطبہ)

(۱) العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (الجزء اوّل)

فتاویٰ رضویہ جلد اول ۸۴۶ صفحات پر مشتمل ہے اور پوری جلد کتاب الطہارۃ پر مشتمل ہے اس جلد
میں اسّی ۸۰ فتوے عربی زبان میں ہیں۔ ۲۸ تحقیقی رسائل ہیں۔ ۴۱۱ سے زیادہ فتاویٰ ہیں اور ہزاروں
کی تعداد میں مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے اس جلد کی ایک انفرادی اور بے مثال
خصوصیت کی نشاندہی کرتا چلوں۔ فقہ یا فتاویٰ کی کتابوں میں ہر مصنف ایک خطبہ تحریر کرتا ہے جس میں حمد و نعت

بیان کی جاتی ہے اور وجہ تالیف کا اظہار کیا جاتا ہے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہاں بھی اپنی انفرادی حیثیت کو منوالیا ہے کہ خطبہ کے اندر جو حمد و نعت بیان کی ہے اس کو بیان کرنے کے لئے آپ نے ان تمام مستند کتابوں کے ناموں کو پیش کر دیا ہے جو آپ نے ماخذ کے طور پر اپنے فتاوٰی میں پیش نظر رکھی ہیں۔ ان کتب کی تعداد خطبہ میں ۹۰ کے لگ بھگ ہے یعنی فقہ اور اصول فقہ کی تمام جامع اور مستند کتابوں کے نام خطبہ میں شامل کر کے اعلیٰ حضرت نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ خود ان کی نگاہ اور فہم نکتہ رس فقہ حنفیہ کی تمام مستند کتابوں سے کس قدر معانی شناس تھا۔ ساتھ ہی خطبہ میں فقہا صاحبین اور تلامذہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے گرامی بھی پیش فرما دیئے ہیں تفصیل کے لئے فتاوٰی رضویہ جلد اوّل ملاحظہ کیجئے

خطبہ مندرجہ ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر والجامع الکبیر لزیادات فیضہ المبسوط الدرر الغرر بہ الھدایہ ومنہ البدایہ والیہ النھایہ بجدہ الوقایہ والنقایہ الدرایہ وعین العنایہ وحسن الکفایہ والصلوٰۃ والسلام علی الامام الاعظم المرسل الکرام مالکی وشافعی احمد الکرام یقول الحسن بلا توقف محمد الحسن ابو یوسف فانہ الاصل المحیط بکل فضل بسیط ووجیز و وسیط البحر الزخار والدر المختار وخزائن الاسرار وتنویر الابصار ورد المحتار علی امنح الغفار وفتح القدیر وزاد الفقیر وملتقی الابحر ومجمع الانھر وکنز الدقائق وتبیین الحقائق والبحر الرائق منہ یستمد کل نھر فائق فیہ المنیہ وبہ الغنیہ ومراقی الفلاح وامداد الفتاح والایضاح اصلاح نور الایضاح وکشف المضمرات وحل المشکلات والدر المنتقی وینابیع المبتغی وتنویر البصائر وزواھر الجواھر البدائع النوادر المنزہ وجوبا عن الاشباہ والنظائر مغنی السائلین ونصاب المساکین الحاوی القدسی لکل کمال وقدسی والسمی الکافی والوافی الشافی المصفی المصطفی المستصفی المجتبی المنتقی المصافی عمدۃ النوازل وانفع الرسائل لاسعاف السائل لعیون المسائل عمدۃ الاواخر وخلاصۃ الاوائل وعلی الہ وصحبہ واھلہ وحزبہ

مصابیح الدجیٰ، ومفاتیح الھدیٰ لاسیما الشیخین، الصاحبین، الاٰخذین من الشریعۃ والحقیقۃ بکلا الطرفین، والختنین المکریمین کل منھما نور العین، ومجمع البحرین، وعلی مجتھدین ملۃ وائمۃ امتۃ خصوصًا الارکان الاربعۃ، والانوار اللامعۃ، وابنہ الاکرم الغوث الاعظم ذخیرۃ الاولیاء وتحفۃ الفقھا، وجامع الفصولین فصول الحقائق، والشرع المھذب، بکل زین وعلینا معھم وبھم ولھم یا ارحم الراحمین اٰمین اٰمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

ان مذکورہ بالا کتب میں مذاہب اربعہ انکی شروح اور ان شروح کی شروح تمام کتب معتبرہ کا احاطہ کیا ہے اس جلد میں شامل مختلف رسائل اور مختلف ابواب میں دیئے گئے فتوؤں کی تفصیل یہ ہے۔ یہ جلد صرف کتاب الطہارۃ پر مشتمل ہے۔

(ا) باب الوضوٴ	۱۱ فتوے اور ۲۲۰ ضمنی مسائل
(ب) باب الغسل	۱۲ فتوے اور ۹۰ ضمنی مسائل
(ج) باب المیاہ	۴۷ فتوے اور ۲۵۰ ضمنی مسائل
(د) باب التیمم	۷ افتوے اور ۲۶۴ ضمنی مسائل

اس جلد میں ابواب سے ہٹ کر ضمنًا متفرق مسائل کی تعداد بھی ۸۰۰ سے تجاوز کرتی ہے ایک اور خصوصیت اس میں یہ ہے کہ اس جلد میں امام احمد رضا نے خود اپنے ۳۵۳۶ اقوال بیان کئے ہیں

فہرست رسائل

(۱) الجود الحلو فی ارکان الوضوٴ سنہ ۱۳۲۴ھ وضو کے فرائض علمی اور اعتقادی کا بیان۔

(۲) تنویر القندیل فی اوصاف المندیل سنہ ۱۳۲۱ھ طہارت کے بعد بدن پوچھنے کا بیان۔

(۳) لمع الاحکام ان لا وضوٴ من الزکام سنہ ۱۳۲۴ھ اس کی تحقیق کہ زکام ناقض وضوٴ نہیں۔

(۴) الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم سنہ ۱۳۲۴ھ بدن سے خون نکلنے کے مسائل ودلائل کی تنقیح یکتا، خروجِ دوم کی تین حالتیں اور انکے احکام

(۵) نبہ القوم ان الوضوٴ من ای النوم سنہ ۱۳۲۵ھ سونے سے نقض وضو کے مسائل میں بےنظیر تحقیق

(۶) خلاصہ تبیان الوضوٴ سنہ ۱۳۱۴ھ وضو وغسل کی احتیاطوں کا مشرح بیان

(۷) الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل ۱۳۲۰ھ
احتلام کے متعلق جملہ مسائل کی یکتا تحقیق۔

(۸) بارق النور فی مقادیر ماءُ الطھور ۱۳۲۷ھ وضو وغسل میں ماءِ طہور کی مقدار پر بحث مع تنقیحات

(۹) (رسالہ ضمنیہ) برکات السماء فی حکم اسراف الماء ۱۳۲۷ھ وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے مصنف کی منفرد تحقیق۔

(۱۰) ارتفاع الحُجب عن وجوہ قراءۃ الجنب ۱۳۲۸ھ قرأتِ جنب کے متعلق وہ عظیم تحقیق کہ اس رسالے کے سوا کہیں نہیں ملے گی۔

(۱۱) الطرس المعول فی حد الماء المستعمل ۱۳۲۰ھ آبِ مستعمل کی تعریفات ومسائل میں گرانمایہ تحقیقات، آبِ مستعمل کی جامع مانع تعریف معہ شرائط کا تین شعروں میں نظم کرنا۔

(۱۲) النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی ۱۳۳۳ھ پانی میں بے وضو یا جنبی کا ہاتھ لگ جانے سے پھر اس پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں، بے نظیر تحقیق۔

(۱۳) الھنی النمیر فی الماء المستدیر ۱۳۳۴ھ آبِ مستدیر کی مساحت اور مصنف کی تحقیق۔

(۱۴) رجب الساحۃ فی میاہ لایستوی وجہا وجوفہا فی المساحۃ ۱۳۳۴ھ ان پانیوں کے احکام جنکی مساحت اوپر کم ہے اور نیچے دہ در دہ یا بالعکس، تحقیق یگانہ

(۱۵) ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر ۱۳۳۴ھ آبِ کثیر میں مقدارِ عمق کی تحقیق یکتا۔

(۱۶) اجل الاعلام ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام ۱۳۳۴ھ بے نظیر تحقیقات سے اس کا ثبوت کہ ہمیشہ ہر مسئلہ میں قول امام ہی پر فتویٰ ہے۔

(۱۷) النور والنورق لاسفار الماء المطلق ۱۳۳۴ھ آبِ مطلق کے بیان میں وہ تحقیقاتِ عالیہ جن کی نظیر نہیں یہ رسالہ پوری جلد میں عظیم تحقیقی رسالہ ہے جس کی نظیر ۱۴ سو سالہ فقہا کی تحقیق میں نہیں ملتی۔ اس میں دو ضمنی رسائل بھی ہیں۔

(۱۸) (رسالہ ضمنیہ) عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی ۱۳۳۴ھ
(بچّے کے بھرے ہوئے پانی سے وضو کے مسائل)

(۱۹) (رسالہ ضمنیہ) الدقتہ والتبیان لعلم الرقتہ السیلان ۱۳۳۴ھ
(تحقیق معنی رقّت وسیلان میں بحث)

(۲۰) حسن التیعمم لبیان حد التیمم ۱۳۳۵ھ
(تیمّم سے متعلق تحقیق' کہ ۱۸۱ اقسام کی مٹّی سے تیمّم جائز ہے اور ۱۳۰ اقسام سے ناجائز ہے ان کل (۳۱۱) اشیا میں خود مصنف نے ۱۹۷ کا اضافہ کیا ہے اس میں سات رسائل ضمنیہ شامل ہیں)

(۲۱) (رسالہ ضمنیہ) سمع الندا فیما یورث العجز عن الماء ۱۳۳۵ھ
(پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں)

(۲۲) (رسالہ ضمنیہ) الظفر لقول زفر
(تقویت قول امام زفر میں کہ تنگیٔ وقت کے سبب تیمّم روا ہے)

(۲۳) (رسالہ ضمنیہ) المطر السعید علی بنت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ
(جنس ارض کے متعلق نادر تحقیقات رضویہ)

(۲۴) (رسالہ ضمنیہ) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ھ
(تیمم میں جنسِ ارض اصلاً مستعمل نہیں ہوتی۔ مصنف کی دلیلیں)

(۲۵) (رسالہ ضمنیہ) باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ
(مختلف بد مذہب فرقوں پر کاری ضربیں)

(۲۶) (رسالہ ضمنیہ) قوانین العلماء فی متیمم علم زید الماء ۱۳۳۵ھ
(تیمّم کرنے والا نماز میں یا اس سے پہلے یا بعد میں پانی پر مطلع ہو' اس کی تفاصیل احکام میں بے نظیر تحقیقات)

(۲۷) (رسالہ ضمنیہ) البدیعۃ لطلبۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ
(امام صدر الشریعہ کی عبارت کہ آج تک معرکتہ الآرا رہی ہے)

(۲۸) مجلی الشمعتہ لجامع الحدث ولمعۃ ۱۳۳۶ھ
(جنابت اور حدث دونوں جمع ہونے کی ۹۸ صورتیں اور ان کے احکام میں حیرت انگیز ابحاث)

اس جلد میں طہارت کے بقیہ مسائل اور کتاب الصلوٰۃ کے مسائل اور دیگر روزمرّہ کے ضروری مسائل شامل کیے گئے ہیں۔ نواقص الوضوء، غسل اور صلوٰۃ وغیرہ کے مسائل بڑی تشریح کے ساتھ معرض بحث میں لائے گئے ہیں۔ اس جلد میں ہزارہا مسائل اس تحقیق کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ کہیں یکجا نہیں مل سکتے۔ اس جلد میں ۳۸۸ فتویٰ شامل ہیں اور سات عدد تحقیقی رسائل جو تحقیقات کا خزانہ اور ابحاث کا گنجینہ ہیں شامل کئے ہیں۔ صلوٰۃ کے بقیہ مسائل الجزء ثالث میں بیان ہوئے ہیں۔ ابواب کے اعتبار سے فتوؤں اور رسائل کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے۔

کتاب الطہارۃ

(ا) باب الوضوء وغسل	۶ فتوے	(د) باب الحیض	۱۴ فتوے
		فصل فی المعذور	۸ 〃
(ب) باب المیاء	۱۹ 〃	(ہ) باب الانجاس	۵۶ 〃
(ج) باب المسح علی الخفّین	۲ 〃	(و) باب الاستنجا	۳۰ 〃

کتاب الصلوٰۃ

		(ب) باب اوقات الصلوٰۃ	۵۵ فتوے
(ا) باب الصلوٰۃ	۱۳۰ فتوے	(ج) باب الاذان والاقامۃ	۶۸ 〃

فہرست رسائل:

(۱) سلب الثلب عن القائلین بطهارة الکلب　　۱۳۱۳ھ

کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی اور صرف شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

(۲) جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج　　۱۳۱۶ھ

قبل معراج سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے

(۳) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین　　۱۳۱۳ھ

سفر میں جمع بین الصلوٰۃ جائز ہے یا نہیں طویل تحقیقی زکات کے ساتھ بے نظیر رسالہ۔

(۴) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین　　۱۳۰۱ھ

انگوٹھے چومنے سے متعلق نادر تحقیق اور ساتھ ہی اقسام احادیث پر لازوال تحقیق۔

(۵) نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامۃ　　۱۳۳۳ھ

اقامت میں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انگوٹھے چومنے کا بیان اور تھانوی صاحب کا رد

(۶) ایذان الاجر فی اذان القبر ۱۳۰۷ھ
دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق

(۷) الاحلی من السکر لطلبة سکردہ ۱۳۰۳ھ
شکر کی صفائی میں استعمال ہونے والی ہڈیوں کی حرمت کے متعلق بے نظیر نکات

فتاوٰی رضویہ الجزء الثالث

جلد سوم میں کتاب الصلوۃ سے متعلق تمام امور پر بحث شامل ہے۔ اس کتاب میں احکام صلوٰۃ سے متعلق ۲۰ ابواب ہیں۔ اس جلد میں ۸۴۲ فتاوی شامل ہیں اور رسائل کی تعداد ۱۶ ہے اور یہ کتاب ۸۳۵ جہازی سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

کتاب الصلوٰۃ

باب	فتوے	باب	فتوے
(۱) باب شروط الصلوٰۃ	۵ فتوے	(۱۱) باب مکروھات الصلوۃ	۴۵ فتوے
(۲) باب القبلة	۳ ″	(۱۲) باب الوتر والنوافل	۱۷ ″
(۳) باب اماکن الصلوٰۃ	۳ ″	(۱۳) باب احکام المسجد	۶۱ ″
(۴) باب صفة الصلوٰۃ	۴۸ ″	(۱۴) باب ادراك الفریضه	۵ ″
(۵) باب القرأۃ	۸۴ ″	(۱۵) باب قضاء الفوائت	۲۴ ″
(۶) باب الامامة	۲۰۶ ″	(۱۶) باب سجود السھو	۳۱ ″
(۷) باب الجماعت	۱۷ ″	(۱۷) باب سجود التلاوۃ	۶ ″
(۸) فصل المسبوق	۱۱ ″	(۱۸) باب صلوٰۃ المسافر	۱۶ ″
(۹) فصل الاستخلاف	۳ ″	(۱۹) باب الجمعه	۱۰۶ ″
(۱۰) باب مفسدات الصلوٰۃ	۱۰ ″	(۲۰) باب العیدین	۲۸ ″
		(۲۱) باب الکسوف والاستسقا	۱ ″

فہرست رسائل

(۱) ھدایة المتعال فی حدّ الاستقبال ۱۳۲۵ھ
(سمت قبلہ کے بیان میں تحقیق جلیل)

(۲) نعم الزاد المروم الضاد — سنہ ۱۳۱۵ھ
(حرف "ض" کی تحقیق)

(۳) الجام الصاد عن سنن الضاد — سنہ ۱۳۰۵ھ
(حرف ضاد کے احکام اور ادا کرنے کا طریقہ اور تجوید سے انکار کفر ہے اس کی تحقیق رضوی)

(۴) النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید — سنہ ۱۳۱۲ھ
(غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کے بیان میں)

(۵) القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجابۃ الاربعۃ — سنہ ۱۳۱۳ھ
(مولوی اشرف علی تھانوی کے چار فتووں کا رد)

(۶) القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعۃ الثانیہ — سنہ ۱۳۲۰ھ
(جماعت ثانیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی)

(۷) تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب — سنہ ۱۳۱۶ھ
محراب کے معنی اور اس میں امام کے کھڑے ہونے کی تحقیق

(۸) اجتناب العمال عن فتاوی الجہال — سنہ ۱۳۰۵ھ
(قنوت نازلہ پڑھنے کے بیان میں)

(۹) انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار — سنہ ۱۳۰۵ھ
(نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی)

(۱۰) ازھار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار — سنہ ۱۳۱۲ھ
(نماز غوثیہ کے نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ)

(۱۱) وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح — سنہ ۱۳۰۷ھ
ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنے کے بیان میں۔

(۱۲) التبحیر المنجدیان صحن المسجد مسجد — سنہ ۱۳۲۰ھ
صحن مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں

(۱۳) مرقاۃ الجمان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان
خطبۂ ثانی میں ایک سیڑھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق

کا جواب دیا گیا ہے اور اس میں ۲۷ رسائل شامل ہیں۔ یہ جلد بھی جہازی سائز کے ۷۰۵ صفحات پر مشتمل ہے جو گرانمایہ علمی فقہی تحقیقات کا گنجینہ ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس میں شامل مختلف ابواب کے بہت سے فتوے اور کئی رسائل موجود نہیں۔ جن کے شمول کے بعد کتاب کی شان اور بھی بڑھ جاتی۔ اس جلد کے معدوم رسائل نقاء النیرہ فی شرح الجوہرہ، جو حج اور زیارت کے مسائل پر مشتمل ہے اور معدل الزلال فی اثبات الھلال جس میں انجمن اسلامیہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی پر تنبیہہ کی گئی ہے۔ یہ رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہیں ہیں

یہ جلد مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) کتاب الجنائز : اس میں ۲۳۳ فتوؤں کا جواب دیا گیا ہے

(II) کتاب الزکوٰۃ : اس میں ۲۶ فتوؤں کا جواب دیا گیا ہے۔

(III) کتاب الصوم

(۱) باب احکامات الصوم : ۴۲ فتوے
(۲) باب المفسدات الصوم : ۸ 〃
(۳) باب القضاء والکفارہ : ۵ 〃
(۴) باب الفدیۃ : 〃
(۵) مکروہات الصوم : ۷ 〃
(۶) باب سحر و افطار : ۱۱ فتوے
(۷) باب الصوم النفل : ۴ 〃

کتاب الحج

(۱) باب احکامات حج : ۱۶ 〃
(۲) باب شرائط الحج : ۹ 〃
(۳) الجنایات فی الحج : ۵ 〃

(۱۴) رِعَایَۃُ المذھَبَین فی الدُّعاءِ بین الخطبتَین — سنہ ۱۳۱۰ھ
مابین الخطبتین دعا کرنے کے بارے میں

(۱۵) اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجُمعۃ — سنہ ۱۳۲۰ھ
اذان ثانی مسجد سے باہر ہونے کے جواز میں

(۱۶) سُرور العید السعید فی حل الدّعاء بعد صلاۃ العید — سنہ ۱۳۳۹ھ
نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں

فتاوی رضویہ — الجزءُ الرابع

یہ جلد کتاب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں ۱۳۵۵ استفتاء

فہرست رسائل

(۱) النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز — سنہ ۱۳۱۵ھ
نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہے۔

(۲) الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب — سنہ ۱۳۲۶ھ
غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں

(۳) بذل الجوائز علی الدعا بعد صلاۃ الجنائز — سنہ ۱۳۱۱ھ
نماز جنازہ کے بعد دعا مغفرت کرنے کا ثبوت اور منکرین کا رد

(۴) المنۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازہ — سنہ ۱۳۱۸
جو دعائیں حدیث میں وارد ہیں وہ مع ترجمہ اس رسالے میں جمع کی گئی ہیں اور قبر پر تلقین کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

(۵) الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن — سنہ ۱۳۰۸ھ
قبروں میں شجرہ رکھنے اور کفن پر کلمہ طیبہ اور عہد نامہ وغیرہ لکھنے کا بیان۔

(۶) جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت — سنہ ۱۳۱۰ھ
میت کے گھر کھانے کا بیان (دعوت قطعاً منع ہے)

(۷) بریق المنار بشموع المزار — سنہ ۱۳۳۱ھ
مزارات پر روشنی کرنے کا ثبوت

(۸) جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور — سنہ ۱۳۳۹ھ
عورتوں کو قبروں پر جانا جائز نہیں۔

(۹) الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ — سنہ ۱۳۰۷ھ
مروجہ تاریخوں میں عرس پر برسی منانے کا ثبوت۔

(۱۰) اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح — سنہ ۱۳۲۱ھ
گھروں پر ارواح کے آنے کا بیان اور اس کا ثبوت

(۱۱) حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات — سنہ ۱۳۰۵ھ

میت کا زائر کو دیکھنا، کلام سننا وغیرہ، یہ رسالہ تحقیق کا انمول شاہکار ہے۔
قرآن وسنت کے علاوہ علمائے کے ۳۰۵ قول نقل کئے ہیں۔

(۱۲) الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین — سنہ ۱۳۱۶ھ
مسئلہ یمین سے سماع موتی کے خلاف پر استدلال کا جواب

(۱۳) تجلی المشکوۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ — سنہ ۱۳۰۷ھ
ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ کے حساب لگانے اور ادا کرنے کے اوقات اور مصارف کا بیان۔

(۱۴) اعزالاکتناہ فی رد صدقتہ مانع الزکوٰۃ — سنہ ۱۳۰۹ھ
صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے اور دیگر نوافل صدقات ادا کرے تو یہ مقبول نہیں

(۱۵) رادع التعسف عن الامام ابی یوسف — سنہ ۱۳۱۸ھ
امام ابویوسف کی جانب زکوۃ کے ایک غلط مسئلہ کا منسوب کیا جانا اس کا اس رسالہ میں رد کیا گیا ہے۔

(۱۶) افصح البیان فی حکم مزارع ھندوستان — سنہ ۱۳۱۸ھ
ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام۔

(۱۷) الزھر الباسم فی حرمتہ الزکوٰۃ علی بنی ھاشم — سنہ ۱۳۰۸ھ
بنی ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ حرام ہیں

(۱۸) ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال — سنہ ۱۳۰۵ھ
رؤیت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں

(۱۹) طرق اثبات الھلال — سنہ ۱۳۲۰ھ
رؤیت ہلال سے متعلق دو اہم مسائل

۲۰ البُدور الاجِلّۃِ فی امور الاھِلّۃ — سنہ ۱۳۲۳ھ
رؤیت ہلال کے تفصیلی احکام

معہ شرح
نور الادِلّۃِ للبُدورِ الاَجِلّۃ

معہ حاشیہ
رَفعُ العِلّۃِ عن نورِ الاَدِلّۃِ

(۲۱) الاعلام بحال النجور فی الصیام ۱۳۱۵ھ

اگربتی یا لوبان کا دھواں منھ یا ناک میں کس طرح جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔

(۲۲) تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلاۃ والصیام ۱۳۱۶ھ

نماز اور روزے کے فدیہ کی مقدار کا بیان

(۲۳) ھدیۃ الجنان باحکام رمضان ۱۳۲۳ھ

صبح صادق وکاذب اور افطار وسحر کے اوقات کا تفصیلی بیان

(۲۴) درالقبح عن درك وقت الصبح ۱۳۲۶ھ

صبح صادق معلوم کرنے کا طریقہ اور قاعدے کا بیان

(۲۵) العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار ۱۳۱۲ھ

دعائے افطار بعد افطار پڑھنے کا بیان

(۲۶) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین ۱۳۰۵ھ

حرمین طیبین میں سکونت کرنے کا بیان

(۲۷) انور البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ ۱۳۲۴ھ

آداب، سفر، مقدمات، حج، احکام حج احرام، طواف اور طریقہ حج وغیرہ کا بیان۔

فتاوی رضویہ   الجزء الخامس

اس جلد کے مضامین کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر پر مشتمل ہیں۔ پوری جلد میں ۹۵۴ استفتاء کے جواب دیئے گئے ہیں۔ اور ہزاروں مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ یہ جلد بھی جہازی سائز کے آٹھ سو ستر (۸۷۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ کتاب الطلاق سے متعلق دو رسائل اس میں شامل نہ ہو سکے۔ ایک "حق الاحقاق فی حادثۃ من نوازل الطلاق" اور دوسرا "الکأس الدھاق باضافتہ الطلاق" اسی طرح کتاب الایمان کا ایک گرانمایہ رسالہ "الجوھر الثمین فیما ینعقد بہ الیمین" بھی شامل نہیں کیا جا سکا۔ مجموعی طور پر اس جلد پنجم میں دس رسائل شامل کئے گئے ہیں۔

جلد پنجم میں مختلف ابواب کے تحت فتاویٰ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

I کتاب النکاح

باب احکامات النکاح وضروری مسائل : ۱۲۸ فتوے

باب المحرمات : ۱۳۱ "

باب الولی ۹۵ "

باب الکفائۃ فی النکاح : ۲۵ "

باب المہر ۵۹ فتوے

باب الجہاز ۱۹ "

باب المعاشرۃ ۳ "

باب القسم ۵ "

باب متفرقات فی النکاح ۳ "

(II) کتاب الطلاق :

باب احکامات ومسائل فی الطلاق ۱۲۳ فتوے

باب الایلاءٗ ۲ "

باب الخلع ۲ "

باب الظہار ۱۱ "

باب العدۃ ۴۰ "

باب الحداد (سوگ) ۱۰ "

باب النسب ۱۸ فتوے

باب الحضانت (پرورش) ۱۸ "

باب النفقۃ ۴۰ "

III کتاب الایمان : ۲۲ "

باب النذر ۱۹ "

باب الکفارۃ ۲ "

کتاب الحدود والتعزیر ۲۹ "

فہرست رسائل

(۱) مُحبابُ الانوار اَن لاَ نکاح بِمُجرّد الاقراس — سنہ ۱۳۰۷

عورت کہے یہ میرا شوہر ہے مرد کہے یہ میری بیوی ہے کیا فقط اس طرح کہنے سے نکاح ہو جائے گا جبکہ شاہدین کے سامنے کہیں

(۲) مَاحِیِ الضّلولہ فی انکحتہ الھند و بنجالہ — سنہ ۱۳۱۷ھ

ہند و بنگال میں عورت سے اجازتِ نکاح لینے کی رسم کے متعلق۔

(۳) ھیۃ النساء فی تحقیق المصاھرۃ بالزناءٗ — سنہ ۱۳۱۵ھ

بیوی کی موجودگی میں ساس سے زنا کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم کا بیان۔

(۴) ازالۃ العار الحجر الکرائمُ عن کلاب النار — سنہ ۱۳۱۵ھ

غیر مقلد وہابی سے نکاح ناجائز ہے یا ممنوع اس کا تفصیلی بیان۔

(۵) تجویز الرّد عن تزویج الابعد ۱۳۱۵ھ

ولئ ابعد بغیبت ولی اقرب اگر نکاح کردے تو ولیٔ اقرب کا اختیار

(۶) البسط المسجّل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجّل ۱۳۰۵ھ

وطی کے بعد تا وصول مہرِ معجل شوہر کے یہاں جانے سے انکار ہو تو آیا اسے حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں اس کا تفصیلی بیان۔

(۷) اطائب التہانی فی النکاح الثانی ۱۳۱۲ھ

نکاح ثانی کے احکام میں

(۸) رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق ۱۳۱۱ھ

طلاق کے الفاظ جن کی تعداد تقریباً سو ہے، کہ ان سے طلاق بائن ہو جاتی ہے اگر طلاق کی نیّت ہو

(۹) آلد التحقیق بباب التعلیق ۱۳۲۲ھ

مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی فتوے کا ردِّ بلیغ

(۱۰) الجواھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین

ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی جزئیہ اور اس پر تفصیلی بحث

فتاویٰ رضویہ الجزءُ السادس

زیرِ نظر جلد اس لحاظ سے بڑی اہمیّت کی حامل ہے کہ اس میں برصغیر کی سیاست کے چند ایسے مسائل کا ذکر ہے کہ جن کو پڑھ کر گاندھی اور اس کے ہمنوا مسلمان سیاستدان اور علماء سُو کی ایک بڑی جماعت کو اپنے خد و خال میں پہچانا جاسکتا ہے۔ نیز وہابیت اور قادیانیت کی بیخ کنی کرکے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ مرزا غلام احمد کو قادیانی کو مرتد قرار دیا ہے۔ اس جلد میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ختم نبوت پر بھی نگارشات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سیاسی مسائل پر بے شمار شرعی فیصلے ہیں یہ جلد فقہ کی چھ کتابوں پر مشتمل ہے۔

(i) کتاب اسیر (ii) کتاب اللقطہ (iii) کتاب اللقیط (iv) کتاب المفقود (v) کتاب الشرکۃ (vi) کتاب الوقف۔

افسوس کہ کتاب اللقطہ اور کتاب للقیط پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحریر دستیاب نہ ہو سکی البتہ کتاب اسیر اور کتاب الوقف کافی مبسوط اور ضخیم ہیں۔ جس میں آٹھ (۸) عدد انتہائی قیمتی رسائل شامل ہیں۔ ان رسائل کے علاوہ جلد ششم میں "جوال العلو تبیین الخلو" کے عنوان سے بھی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ "مصارف وقف" اور "باب المسجد" پر فتاوٰی کا بیش بہا ذخیرہ ہے جس کو پڑھ کر امام احمد رضا قدس سرہٗ کی علمیت وذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ غرض مجموعی طور پر یہ جلد موجودہ دور کے مفتیان اور علماء ہی کے لئے نہیں بلکہ وکلاء اور دانشوروں اور سیاست دانوں کے لئے بھی ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ جلد ششم میں لگ بھگ ۵۰۰ فتاوٰی شامل ہیں اور ۳۰۰ مختلف مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

کتاب اسیر: ۲۲۷ فتوے شامل کئے گئے ہیں۔

کتاب المفقود: صرف ۵ فتووں کو شامل کیا گیا ہے باقی دستیاب نہیں ہوئے۔

کتاب الشرکۃ: اس میں بھی صرف ۴ فتوے ہیں باقی فتوے دستیاب نہ ہو سکے۔

کتاب الوقف: ۴۲ فتوے شامل ہیں۔

باب مصارفِ وقف: ۲۵ فتوے شامل ہیں۔

باب المسجد: ۱۹۰ فتوے شامل ہیں۔

فہرست رسائل

(۱) رسالہ نابلغ النور علی سوالات جبلفور — ۱۳۳۹ھ
ترک موالات سے متعلق چند اہم امور کا تفصیلی جواب

(۲) رسالۃ المبین ختم النبیین — ۱۳۲۶ھ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ضرورتِ دین سے ہے۔

(۳) سبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح — ۱۳۰۷ھ
اللہ تعالیٰ کو محال پر قادر ماننا اس کو عیب لگانا ہے بلکہ اس کی الوہیت کا انکار ہے صفات الٰہی کی تفصیل وتوضیح۔

(۴) دامان باغ سبحٰن السبوح — ۱۳ھ

امکان کذب الٰہی کے قائل پر ہزاروں وجہ سے کفر ثابت ہونے کا بیان۔ کذب عیب ہے اور اللہ کے لئے قطعاً محال ہونے کا بیان

۱۳۲۹ھ

(۵) القمع المبین لآمال المکذبین

مسائرہ وشرح مواقف وحاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی عبارات میں مکذبوں کی سرشکنی (یہ رسالہ مکمل نہیں ہے)

۱۳۲۰ھ

(۶) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

مرزا قادیانی مثل المسیح ہے مگر اللہ کا نہیں بلکہ مسیح دجّال کا۔ مرزا کی کفریہ عبارات کا رد۔

۱۳۳۹ھ

(۷) حجب العوار عن مخدوم بہار

مخدوم بہار کے وسوسوں کا جواب کہ سید اسماعیل دہلوی نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں کون کون سے بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے

۱۳۳۶ھ

(۸) حدّال العلو لبنیۃ الخلو

مستاجر نے اجارہ کو دائمی بنانے کے لئے اجارہ پر لی گئی دکان یا مکان میں اپنے مال سے اضافہ کیا اس کی شرعی حیثیت کا بیان۔

فتاویٰ رضویہ — الجزالسابع

یہ جلد مندرجہ ذیل ابواب فقہی پر مشتمل ہے۔

کتاب البیوع، کتاب الکفالۃ، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء، الدعاوی وغیرہا۔
اوّل الذکر مبسوط اور آخر الذکر مبسوط تر ہے۔ درمیانی باب مختصر ہیں۔ اس جلد میں کچھ ایسے مسائل کا بھی ذکر موجود ہے جو بالکل اچھوتے اور نوادر میں سے ہیں۔ ان میں بعض فتوے تو مثلاً کچہری کا نیلام، بیمہ، کوآپریٹو بنک، اور کمپنیوں کے حصص کی بیع وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ جو عوام کی عصری ضرورتوں اور تقاضوں سے مربوط ہیں اور ان تمام کا شرعی اور تحقیقی وتفصیلی بیان پیش کیا گیا ہے۔

اس جلد کی کتاب البیوع میں دو نہایت تحقیقی مقام ہیں، جہاں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بے مثال فقاہت نمایاں نظر آتی ہے۔ ایک باب المرابحہ میں مرابحہ کی تعریف کا بیان اور دوسرا کاغذ کے نوٹ کا اہم مسئلہ جس پر اس وقت تک کسی مفتی یا عالم نے قلم نہیں اٹھایا تھا اور جس کے بغیر روزمرہ کے معمولات میں ہرج رونما ہوتا تھا

بیع مرابحہ کی تعریف جو عام کتب میں مرقوم ہے وہ جامع اور مانع نہیں ہے اور اس سلسلے میں صاحب

دُرر کی ترمیم اور صاحب بحر الرائق کی طویل اور مکمل تعریف کو بھی امام احمد رضا نے نامکمل قرار دیتے ہوئے اس بات کی نشاندہی فرمائی کہ یہ شرط ثانی ضروری ولازمی وواجب تھی جس سے بحر الرائق سے باوصف استقصا غفلت واقع ہوئی۔ غور کیجئے ایک طرف صاحب ھدایہ، صاحب دُرر، علامہ بحر جیسے غوّاصانِ علم وتفقہ ہیں اور دوسری طرف تنہا امام احمد رضا قدس سرہٗ ہیں اب اندازہ لگائیے کہ اسلاف کرام نے بھی فاضل بریلوی کے لئے بعض مضامین بغرض تکملہ چھوڑ دیئے تھے۔

رسالہ کفل الفقیہ الفاہم تو علم وتحقیق کے میدان میں ایک نادر اور اچھوتا شاہکار ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے نوٹ کی کم وبیش بیع کا جزیہ قدیم کتب فقہی سے استنباط کیا ہے۔ پھر اس کو دلائل وبراہین سے اس طرح مدلل اور مبرہن فرمایا ہے کہ اسے دیکھ کر علمائے حرم پر بھی وجد طاری ہو گیا۔ ۱۳۲۴ھ میں زیارت حرمین شریفین کے سفر میں علمائے حرم میں سے امام حرم مولانا احمد سردار اور ان کے استاد مولانا حامد احمد محمد جدّادی نے نوٹ سے متعلق دس (۱۰) سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء کیا جس کے جواب میں یہ رسالہ وجود میں آیا اور اس لاثانی رسالہ کی تصویب وتائید اعلام علماء حرم نے کی۔ امام احمد رضا کے اس فتاویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ نوٹ مال ہے اور ثمن اصطلاحی ہے۔ اس لیئے اس کا حکم بھی وہی ہو گا جو فقہا نے ثمنِ اصطلاحی کا قرار دیا ہے اور مانعین کے فتوے کی بنیاد یہ تھی کہ نوٹ تمسک کی طرح ہے اور مال نہیں ہے کہ اس کی بیع اور شرا کا سوال اٹھے۔ اس کے ذریعے دراصل بیع ان روپیوں کی ہوتی ہے جو اس پر تحریر ہوتے ہیں اس لئے کمی بیشی سود ہے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس سلسلے میں اصل دعوے پر دلائل کا انبار لگا دیا ہے اور مخالفین کے مزعومہ پر کم وبیش ۱۲۰ ایراد قائم فرمائے ہیں۔

اسی طرح کتاب الکفالہ، کتاب الحوالہ، اور کتاب القضاء والروی کا ایک ایک صفحہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی خداداد فقہی عبقریت کی آئینہ دار ہے مگر اس میں شامل دو رسالے خاص طور سے قابل مطالعہ ہیں "النفح الحکومۃ فی فصل الخصوصۃ" جس میں شرکت اور میراث کے الجھے ہوئے مسئلہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ دوسرا رسالہ "الھبۃ الاحمدیہ فی ولایۃ الشرعیۃ والعرفیہ" ہے۔ جس میں کئی نامور علماء کے فتوؤں کا رد اور دنیاوی ودینی حکومت کی تحقیق فرمائی ہے۔ جس سے مجتہدانہ شان جھلک رہی ہے الغرض گذشتہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی مضامین عالیہ ومفیدہ کا گنجینہ ہے۔ اس جلد میں ۴ ضخیم رسائل بھی شامل ہیں۔ اور اس جلد میں تقریباً ۲۷۵ استفتاء کے جواب دیئے گئے ہیں۔ اور ہزارہا مسائل کا حل فرمایا ہے۔ یہ جلد مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) **کتاب البیوع :**

باب شرائط البیوع	۲ فتوے	باب البیع الفاسد والباطل	۲۳ فتوے
باب ایجاب وقبول	۲ //	باب البیع المکروہ	۵ //
باب خیار شرط	۴ //	باب البیع الفضولی	۷ //
باب خیار تعیین	۱ //	باب الاقالہ	۱ //
باب بیع المطلق	۳۲ //	باب المرابحہ	۲ //
باب التصرف المبیع والثمن	۱۰ فتوے	باب بیع الوفا	۳ //
القرض	۱۲ //	باب المتفرقات البیع	۴ //
باب الربوٰ	۷۲ //	II **کتاب الکفالۃ**	
باب الاستحقاق	۳ //	باب احکامات الکفالۃ	۱۰ //
باب البیع السلم	۱۸ //	III **کتاب الحوالہ**	۵ //
باب الاستصناع	۲ //	IV **کتاب الشہادۃ**	
باب الصرف	۲۰ //	V **کتاب القضاء والدعوی**	۱۰۶ //
باب البیع التلجیہ	۲ //		

فہرست رسائل

(۱) كِفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاسِ الدَّراھِم — ۱۳۲۴ھ

نوٹ کو مال ثابت کرتے ہوئے میں شامل کیا ہے

(۲) کاسِرُ السَّفیہِ الوَاھم فی اِبدالِ قرطَاس الدَّرَاھِم — ۱۳۲۹ھ

رشید احمد گنگوہی اور عبد الحئی لکھنوی کے نوٹ کے بارے میں عدم جواز کے فتوے کا رد

(۳) النصح المحکومہ فی فصل الخصومہ — ۱۳۲۱ھ

شرکت اور میراث کے الجھے ہوئے مسئلہ کا شاندار حل

(۴) الھبۃ الاحمدیہ فی الولایۃ الشرعیۃ والعرفیہ — ۱۳۳۳ھ

ہندوستان میں عدالت عالیہ کا انگریز جج شرع محمدی کے بموجب قاضی ہوسکتا ہے یا نہیں اس کا مدلل جواب۔

فتاویٰ رضویہ — الجزء الثامن — غیر مطبوعہ

اس جلد میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں۔

کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، صلح، مضاربۃ، امانات، ھبۃ، اجارہ، اکراہ، حجر، غضب، شفعہ، قسمت، مزارعۃ، صید، ذبائح، اضحیہ

فتاویٰ رضویہ — الجزء التاسع — (غیر مطبوعہ)

اس جلد میں کون کون سی کتابیں شامل ہیں اس کی تفصیل کہیں سے بھی حاصل نہ ہو سکی۔ البتہ ان دونوں جلدوں پر مبارکپور میں علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی صاحب کی سرپرستی میں کام ہو رہا ہے اور جلد ہی یہ دونوں جلدیں بھی منظر عام پر آجائیں گی۔ اور عوام اس سے مستفیض ہو سکیں گے۔

فتاویٰ رضویہ — الجزء العاشر

یہ جلد دو حصّوں میں شائع ہوئی ہے دونوں حصّوں میں یعنی نصف اوّل اور نصف آخر میں "کتاب الحظر والاباحۃ" کے موضوع پر مجموعی طور پر ۱۵۱۹ فتوے شامل ہیں اور دونوں جلدوں میں مجموعی رسائل کی تعداد ۱۳ ہے اور ایک انتہائی اہم رسالہ مسمّٰی بہ "الجُنۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" جو سو سے زیادہ صفحات پر محتوی ہے اس جلد میں شامل نہیں کیا ہے کیونکہ اس کو جداگانہ شائع کیا جا چکا ہے۔ اس جلد میں روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق (۳۰) سے زیادہ موضوعات ہیں جن سے ایک عام مسلمان بہت زیادہ استفادہ کرسکتا ہے مضامین کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ

باب	نصف اوّل		نصف آخر	مجموعی تعداد
(۱) باب۔ اعتقادیات (ایمان، کفر، شرک، تقدیر، گناہ، توبہ)	۸۵	+	۶۷	۱۵۲
(۲) باب۔ شرب طعام (دعوت ولیمہ، مہمانی، شکار، وغیرہا)	۸۰	+	۴۴	۱۲۴
(۳) باب۔ ظروف وزیورات (سونا، چاندی، تانبہ، لوہے کا استعمال)	۱۵	+	۲۳	۳۸
(۴) باب لباس (لحاف، توشک، عمامہ، ٹوپی، نعلین وغیرہا)	۳۳	+	۳۸	۷۱

باب	نصف اوّل		نصف آخر	مجموعی تعداد
(۵) باب۔ نظر و مس (پردہ، ستر عورت، بلوغ وغیرہا)	۳۴	+	۲۸	۶۲
(۶) باب۔ سلام و تحیت (مصافحہ، معانقہ، بوسۂ قبر، طواف قبر وغیرہ)	۸۰	+	۳۱	۱۱۱
(۷) باب۔ حلق و قصر و ختنہ (داڑھی، مونچھ، ختنہ اور ناخن کے مسائل)	۲۹	+	۳۶	۶۵
(۸) باب۔ زینت (خضاب، مہندی، سنگھار وغیر)	۸	+	۱۶	۲۴
(۹) باب۔ کسب حصول مال (خرید و فروخت، دین، ہبہ، میراث)	۷۷	+	۷۶	۱۵۳
(۱۰) باب۔ علم و تعلیم (عالم، متعلم، مفتی، واعظ، تعلیم گاہ وغیرہ)	۵۸	+	۵۴	۱۱۲
(۱۱) باب۔ لھو و لعب (کھیل، تماشہ، مزامیر، موسیقی، ناچ گانا وغیرہ)	۴۲	+	۴۲	۸۴
(۱۲) باب۔ امر بالمعروف و نھی عن المنکر	۸	+	۱۰	۱۸
(۱۳) باب۔ مرض و تداوی (بیماری، اسقاط حمل، مصنوعی اعضا)	۳۱	+	۳۸	۶۹
(۱۴) باب۔ آداب (مسجد، تلاوت، خطبہ، قبلہ، مصحف)	۴۲	+	۴۶	۸۸

(صرف حصہ اول)

باب	تعداد
(۱۵) باب۔ صحبت، موالات، محبت، عداوت وغیرہ	۲۰
(۱۶) باب۔ جھوٹ، غیبت، بد عہدی وغیرہ	۱۱
(۱۷) باب۔ ظلم ایذائے مسلم	۷
(۱۸) باب۔ بغض و تکبر	۶
(۱۹) باب۔ سلوک۔ حقوق۔ تحائف کا لین دین وغیرہ	۶۰
(۲۰) باب۔ ایصال ثواب، صدقہ وغیرہ	۲۴
(۲۱) باب۔ مجالسِ میلاد، ذکر شہادت وغیرہ	۲۵
(۲۲) باب۔ ذکر، دعا، تلاوت	۱۳
(۲۳) باب۔ نوحہ، جزع و فزع	۶
(۲۴) باب۔ تعزیہ اور اس سے متعلقہ بدعات	۹

صرف نصف اوّل

(۲۵) باب۔ رسم ورواج۔ بدعت واسراف	۱۲
(۲۶) باب۔ تشبہ وشعارِ کفار	۸
(۲۷) باب۔ تصویر بنوانے یا بنانے سے متعلق	۷
(۲۸) باب۔ نماز، طہارت، امامت، وضو واستنجاء	۱۶
(۲۹) باب۔ نکاح، طلاق، عدت، حقوق زوجین	۱۴
(۳۰) باب۔ جانوروں کا پالنا	۱۱
(۳۱) باب۔ آثار مقدسہ اور ان سے تبرک وتوسل	۷
(۳۲) باب۔ دیگر متفرقات	۹۴
مجموعی تعداد:	۱۵۱۹

فہرست رسائل (حصہ اول)

(۱) حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب — سنہ ۱۳۰۷ھ

سیاہ خضاب کے بارے میں مفصل احکام

(۲) مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد — سنہ ۱۳۱۰ھ

باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے اور ادا نہ کرے تو حکم شرعی کیا ہے۔ مفصل بیان۔

(۳) اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد — سنہ ۱۳۱۰ھ

حقوق العباد کس قدر ہیں اور کس طرح معاف ہوسکتے ہیں۔ تفصیلی بیان۔

(۴) لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی — سنہ ۱۳۱۵ھ

داڑھی منڈانے اور کتروانے سے متعلق تحقیق رضوی۔

(۵) شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ — سنہ ۱۳۱۵ھ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی تصویر بنانا سخت حرام ہے اس کے روضے کی شبیہ کی بھی تعظیم چاہیئے۔

۱۳۲۴ھ

(۶) الحق المجتلی فی حکم المبتلی

لبعض بیماریوں میں اطبا حکم دیتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ کھانا پینا نہ چاہیئے شرعًا

اس کا کیا حکم ہے اس کی تفصیل

۱۳۲۵ھ

(۷) تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون

طاعون کی وبا پھیل جائے اس وقت شرعًا کیا احکامات ہیں

فہرست رسائل (نصف آخر)

۱۳۲۸ھ

(۱) الکشف شافیا حکم فونوجرافیا

فونو گرام میں آواز سننے کی شرعی حیثیت اور آواز سے متعلق تحقیق کہ یہ آواز بدل جاتی ہے

یا وہی رہتی ہے۔

۱۳۳۱ھ

(۲) العطایا القدیر فی حکم التصویر

تصویر سے متعلق عدم جواز کا تحقیقی مقالہ

۱۳۳۷ھ

(۳) جلی النص فی اماکن الرخص

شدید ضرورت کے وقت فوٹو کھچوانے کا حکم شرعی

۱۳۳۷ھ

(۴) المزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ

سجدہ تعظیمی یا تحیت قطعًا حرام ہے بلکہ کفر و شرک ہے۔

۱۳۳۹ھ

(۵) الرمز المرصف علی سوال مولینا السید آصف

مولانا سید آصف کے استفتاء کا جواب کہ کافر کو رازدار بنانا مطلقًا حرام ہے

۱۳۳۹ھ

(۶) الحجتہ المؤتمنہ فی آیتہ الممتحنہ

یہ رسالہ جداگانہ شائع ہوا ہے۔

فتاویٰ رضویہ الجزء الحادی عشر

یہ جلد یازدہم فقہ کی مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے۔

(۱) کتاب المداینات (قرض اور سود سے متعلق احکام) ۱۸ مسائل

۱۳۰۷ھ

۱۳۱۰ھ

...بیان۔

۱۳۱۰ھ

۱۳۱۵ھ

۱۳۱۵ھ

...روضے کی شبیہ

(۲) کتاب الاشربہ (پینے والی چیزوں سے متعلق احکام ۲۰ "

(۳) کتاب الوصایا (وصیّت، وصی اور وراثت کے احکام ۷۵ "

(۴) کتاب الرھن (گروی رکھنے سے متعلق احکام ۴۴ "

یہ جلد ابھی نامکمل ہے کیونکہ اصل مسودہ کا پڑھنا بہت دشوار تھا اس لئے آسانی سے جس قدر پڑھا جاسکا اس کو جلد یازدھم کی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔ غالباً اس جلد کے کچھ اور ابواب حاصل بھی نہ ہوسکے۔ اس وجہ سے بھی یہ جلد نامکمل ہے۔ اس جلد میں کل ۵۷ امسائل کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے جس کی ترتیب اوپر دے دی گئی ہے۔ اس میں شامل ۴ مستقل رسائل کی فہرست درج ذیل ہے

(۱) المنیٰ والدّرر لمن عمد منی آرڈر ۱۳۱۱ھ

منی آرڈر کے سود نہ ہونے کا بیان

(۲) حقّۃ المرجان لمہم حکم الدخان ۱۳۰۷ھ

حقّہ کے جواز میں تحقیق رضوی

(۳) الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی ۱۳۱۸ھ

تاڑی سے خمیر شدہ آٹے کی روٹی کا حکم شرعی

(۴) الشرعۃ البہیۃ فی تحدید الوصیۃ ۱۳۱۷ھ

ورثہ کو وصیت پر عمل واجب ہے یا نہیں۔

ان میں سے ہر رسالہ اپنی اپنی جگہ نہایت نادر اور اہم مباحث پر مشتمل ہے پہلے رسالے میں منی آرڈر سے متعلق احکام ہیں کہ منی آڈر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو رقم منی آرڈر کے لئے ڈاک خانے کو دی جاتی ہے۔ تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ یہ محض قرض ہے یا اجارہ، اس رسالے میں رشید احمد گنگوہی کے اس فتوے کا رد بھی ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ منی آرڈر کرنا سود ہے۔

دوسرے رسالے میں حقّہ نوشی سے متعلق ضروری احکامات بیان کئے گئے ہیں جس میں فاضل بریلوی نے فقہی دلائل سے حقّہ نوشی کو جائز کہا ہے اور مولوی عبدالحئی فرنگی محلی کے عدم جواز فتوے کا رد صادر فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کی طرف عدم جواز منسوب قول کو بھی غلط ثابت فرمایا ہے۔ البتہ حقّہ نوشی کی اس شکل کو فاضل بریلوی نے بھی ناجائز قرار دیا ہے جس سے حواس اور دماغ میں اختلال پیدا ہوجاتا ہے۔

تیسرے رسالے میں تاڑی اور ہر نشہ آور چیز کی حرمت کا بیان ہے اس کا اکثر حصّہ عربی میں ہے اور یہ رسالہ نامکمل ہے۔ اس رسالے میں حدیث اور اسماء الرجال سے متعلق بھی بحث موجود ہے۔

چوتھے رسالے میں وصیّت سے متعلق نادر و نایاب بحثیں ہیں اور وصیّت کی تعریف بیان کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ کب وصیت کا نفاذ ہوتا ہے اور کب نہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ ثلث مال میں وصیّت نافذ ہے اِس کو ورثہ بھی نہیں روک سکتے ہاں اس سے زائد میں ان کو اختیار ہے۔

الفتاویٰ الرّضویہ — الجزالثانی عشر

افسوس کہ فتاویٰ رضویہ کی یہ گرانمایہ جلد دستیاب نہیں ہے باوجود تجسّس و تلاش بسیار کے اس کو ابھی تک حاصل نہیں کیا جا سکا۔ خدا معلوم کسی صاحب کے پاس ہے یا مسودہ ضائع ہو گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے فتاویٰ رضویہ کی بارہ میں سے نو (۹) طبع شدہ مجلدات کا ایک مختصر جائزہ پیش کر دیا ہے جس میں ۱۱۶ تحقیقی رسائل ہیں اور تقریباً ۵۵۰۰ فتوے شامل ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ فقیہہ بے عدیل، نابغہ روزگار حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کی فکر و نکتہ سنج اور نظر دقیقہ شناس مسائل شرعیہ میں کن گہرائیوں تک پہنچی ہے اور دینی و دنیوی احکام میں کیسے کیسے جزئیات کو اپنی نگارش کا موضوع بنایا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مضمون کی طوالت اور موضوع کی تخصیص کے باعث میں آپ کے تفقہ پر مزید کچھ عرض نہیں کر سکوں گا بلکہ چند گرامی قدر اصحاب اور مشہور مصنفین کی مختصر آرا کو آپ کے سامنے پیش کرکے اس جائزہ کو ختم کر رہا ہوں۔

مولانا عبدالحئی ندوی نزہۃ الخواطر میں رقمطراز ہیں۔

"فقہ حنفیہ اور اس کی جزئیات پر جو آگاہی آپ (امام احمد رضا فاضل بریلوی) کو حاصل تھی اس کی نظیر آپ کے زمانے میں ملنا ناممکن ہے آپ اس وصف خاص میں "وحید عصر" تھے۔ میرے اس قول پر آپ کا مجموعہ فتاویٰ اور خاص کر آپ کا رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم" شاہد ہے"

فتاویٰ نگاری میں یہ تبحر و بالغ نگاہی آپ کی وسعت مطالعہ کتب متداولہ پر کامل عبور اور اس کے ساتھ ہی حدت طبعی اور حقائق تک پہنچنے والی بصیرت کا نتیجہ ہے۔ مولانا عبدالحئی نے تو آپ کو فن فتاویٰ

نگاری اور فقہی مسائل پر دسترس کامل کے باعث "وحیدِ عصر" کہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ سے قبل جو فقہائے کرام گذرے ہیں ان میں آپ کی مثال کم نظر آتی ہے۔ اور آپ کے بعد تو اب تک ایسا بالغ نظر فقیہہ اسلام نظر ہی نہیں آتا ہے۔

اسی طرح ہندوستان کا مشہور شہرت یافتہ علمی مجلہ "معارف" جو اعظم گڑھ (بھارت) سے شائع ہوتا ہے۔ اپنے ستمبر ۱۹۴۹ء کے شمارے میں فتاویٰ رضویہ اور امام احمد رضا پر کچھ اس طرح تبصرہ کیا ہے

"دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی۔ مولانا جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علمائے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت فقہی جزئی استحضار، ذہانتُ طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے کمالانہ اور محققانہ فتاویٰ مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعے کے لائق ہیں (معارف ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۴۳)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد جو آج کل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ کے پرنسپل ہیں اور امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ پر پچھلے ۱۸ سال سے تحقیقی کام میں مشغول ہیں۔ اور سینکڑوں تحقیقی مضامین اور کتابیں آپ رح کے متعلق لکھ چکے ہیں اور ساتھ ہی حیات امام احمد رضا پر پندرہ جلدوں پر مشتمل ضخیم دائرہ معارف امام احمد رضا مکمل کر رہے ہیں۔ آپ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی علمی کاوشوں کا یوں تجزیہ فرماتے ہیں

"امام احمد رضا کے فکر کا ہر گوشۂ تحقیق و تدقیق کا متقضی اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے۔ راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے ہوئے ۱۸ سال گذر چکے ہیں مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ساحل سمندر تک بھی رسائی حاصل نہ ہو سکی، شناوری اور غواصی تو بہت دُور کی بات ہے۔"

(مقدمہ: فقیہہ اسلام ص ۳۳)

اخلاص

عبادت محض توجہ الی اللہ ہونا چاہیئے۔ کبھی اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو کہ کسی کے عمر بھر کے اعمال حسنہ اس کی کسی ایک نعمت کا جو اس نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی بدلہ نہیں ہو سکتے۔ (الملفوظ)

فاضل بریلوی کی
فقہی بصیرت

مولانا عطاء المصطفےٰ قادری، دارالعلوم امجدیہ کراچی

مولانا عطاء المصطفیٰ قادری ابن علامہ ضیاء المصطفیٰ علیہ الرحمہ ایک علمی خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ شیخ الحدیث والتفسیر علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کے بھتیجے ہیں اور صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت (خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز) کے لائق، متقی اور صالح نبیرہ ہیں۔ علوم دینیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور آج کل دارالعلوم امجدیہ میں مدرس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ نوجوان قلمکار ہیں اس سے پہلے بھی کئی تحقیقی مقالے لکھ چکے ہیں

(ادارہ)

عالم اسلام کی نابغۂ روزگار شخصیت دنیائے سنیت کا عظیم المرتبت اجدار اسلام کے اجڑتے ہوئے گلستان کو نئی زندگی بخشنے والا اپنے قلم کی تیغ برّاں سے باطل پرست طاغوتی طاقتوں کا سر قلم کرنے والا عرب وعجم، حل وحرم میں دشمنان مصطفیٰ پر قہر وغضب کی بجلیاں گرانے والا سرکار کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا ڈنکا پوری دنیا میں بجانے والا جسے دنیا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدّد دین وملت اور فاضل بریلوی جیسے عظیم القاب سے یاد کرتی ہے جن کی عظمت شان جلالت علمی اور تفقہ فی الدین کا اعتراف صرف غیر منقسم پاک وہند کے معاصر علماء وفقہاء ہی کو نہیں بلکہ حجاز مقدس کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر علماء ومشائخ اور اصحاب افتاء وقضا نے بھی ان کی علمی برتری کے آگے سر تسلیم خم کیا اور پکار اٹھے۔ لَوْ قِیْلَ فِیْ حَقِّہٖ اَنَّہٗ مُجَدِّدُ ھٰذَا الْقَرْنِ لَکَانَ حَقًّا وَصِدْقًا۔ اگر ان کے حق میں یہ کہا جائے کہ یہ اس صدی کے مجدد ہیں تو حق وصحیح ہے۔

(حسام الحرمین ص ۱۴۰ - ۱۴۲)

حقیقت یہ ہے کہ صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کے بعد امام احمد رضا ہی کی وہ عظیم شخصیت ہے جس میں ایک عظیم فقیہ کی تمام خصوصیات اجتماعی طور پر نظر آتی ہیں۔ اعلیٰحضرت کی حیاتِ طیبہ کے تمام گوشوں پر نظر ڈالنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بچپن ہی سے صالح الفکر، صائب الرائے شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کا بچپن ایک ذکی الطبع اور قوی الفکر انسان کے شباب سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اور سرحد شباب میں داخل ہونے تک جملہ فنون عربیہ، علوم دینیہ اور ان کے مبادی میں ماہر نظر آتے ہیں۔ علم و فن کے کسی بھی میدان میں آپ کی جولانیٔ قلم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ علم حدیث میں آپ امام سیوطی کے مظہر نظر آتے ہیں تو تفسیر میں ابن جریر طبری کے پَرتو۔ علوم عربیہ میں سحبان کی شان رکھتے ہیں تو امام اعظم ابوحنیفہ کے قواعد و اصول برتنے میں آپ پر امام بزدوی و سرخسی کا احساس ہوتا ہے اور صرف انھیں علوم تک نہیں بلکہ جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں آپ کی شان یکساں نظر آتی ہے اور اس شان میں ایسی انفرادیت حاصل ہے کہ اَقران و امثال ہی نہیں بلکہ کئی صدی قبل بھی آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو ملنا مشکل ہے۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے مشہور فقہاء کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا وہ اس نتیجہ پر بہت آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ امام ابن ہمام کی شان روایت اور رنگ اجتہاد سے مزیّن فکر، جو ان کی خصوصیت تھی، ان کے بعد صرف اعلیٰ حضرت کو حاصل ہوئی اور فقہ کی جملہ متداول کتب پر نظر رکھتے ہوئے مسائل کی تنقیح و توضیح جو علامہ ابن عابدین شامی کی ایک مسلّم خصوصیت تھی امام اہلسنّت کے حق میں مقدر ہوئی گویا اعلیٰ حضرت بیک وقت امام ابنِ ہمام بھی تھے اور علامہ ابن عابدین شامی بھی۔

اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ میں چند ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دیگر کتب فتاوی میں بہت کم نظر آتی ہیں ہم ان چند خصوصیات پر ایک اجمالی گفتگو کر رہے ہیں تاکہ آپ کی فقہی بصیرت سب پر واضح اور روشن ہو جائے۔

کثرتِ استدلال: ایک فقیہ کے لئے تمام مسائل میں مکمل اور مفصل دلائل پر واقف ہونا فقہ کی اساس و بنیاد ہے۔ اگر دلائل کی قوت اور ندرتِ استدلال ایک فقیہ کی بصیرت پر روشن ثبوت ہے تو دلائل کی کثرت اس کے علم کی وسعت اور ہمہ گیری کا واضح نشان ہے۔ دلائل ہی سے ایک فقیہ کی شانِ تفقہ ظاہر ہوتی ہے اور دلائل ہی سے اس کی رفعت مراتب نمایاں ہوتی ہے۔ اس حیثیت سے جب ہم فاضل بریلوی کے فتاویٰ پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو آپ کتاب و سنت سے استنباط کرنے میں ایک صاحب بصیرت فقیہ

نظر آتے ہیں، دلائل کی کثرت آپ کے فتاویٰ میں اس حد تک ہے کہ آپ کئی سو سال کے فقہا کے درمیان یکتا و یگانہ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے یہاں دلائل کی بہتات دیکھنے کے بعد مذہب حنفی کی قوت بخوبی واضح ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی اس اعتراض کی حیثیت بھی ظاہر ہوجاتی ہے کہ علمائے حنفیہ زیادہ تر قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ آپ کے اکثر مبادی کئی کئی صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں الگ الگ سینکڑوں مسائل پر مستقل رسائل بھی تصنیف فرمائے۔ فتوے کی یہ وسعت صرف دلائل کی کثرت اور بار علم کی بنیاد پر ہے۔
یہاں چند فتاوی کی نشان دہی ضروری ہے تاکہ آپ کے کثرت استدلال کا اندازہ ہوسکے۔

(۱) نماز جنازہ دوبارہ پڑھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ آپ نے اس سوال کی مکمل تنقیح فرماکر دس نوعوں میں بحث فرمائی اور فقہ کی مستند و متداول کتابوں سے دو سو سات حوالے اور عبارتیں پیش کیں بلکہ ایک دوسرے مقام پر خاص اسی مسئلہ میں کتب فقہ کی چالیس عبارتیں اور حدیثیں ذکر کیں (فتاوی رضویہ ج: ۴)

(۲) اولیائے کرام کا بعد وفات سننا اور حاجت روائی کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں ایک طویل رسالہ "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" تحریر فرمایا جس میں پہلے ساٹھ احادیث پیش کیں پھر صحابہ کرام و تابعین عظام اور علمائے سلف کے دو سو اقوال پیش کرنے کے بعد خاص ان علماء کے ایک سو اقوال تحریر فرمائے جو وہابیہ کے نزدیک بہت ہی معتمد و مستند ہیں گویا کل چار سو حوالے پیش کئے لیکن اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کی تائید میں ایک اور طویل رسالہ "الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین" تحریر فرمایا اور صرف ایک سوال کے جواب میں جہازی سائز کے تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل یہ فتویٰ اپنی مثال آپ ہے۔

(۳) نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلے میں ثبوت طلب کیا گیا تو آپ نے اس کے ثبوت میں ایک آیت اور حدیث کی متداول کتب سے دس حدیثیں تخریج فرمائیں جبکہ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی نے اسی مسئلہ کے جواب میں صرف ایک حدیث پیش کی اور فرقۂ اہل حدیث کے مسلم الثبوت محدث مولوی محمد نذیر حسین نے بھی اس موضوع پر صرف ایک ہی لکھی تھی۔

(۴) اوقات صلوٰۃ کی پابندی لازم ہے اور جمع بین الصلوٰتین ناجائز ہے۔ اس موضوع پر آپ نے ایک مستقل رسالہ "حاجز البحرین" تصنیف فرمایا جس میں قرآن عظیم کی سات آیات اور احادیث کی مشہور و مستند کتابوں سے چھتیس ۳۶ حدیثیں پیش فرمائیں۔

(۵) اس دور کے مشہور محدث حضرت علامہ وصی احمد صاحب محدث سورتی نے عمامہ سے متعلق استفتاء کیا تو آپ نے صرف عمامہ کی فضیلت میں چالیس احادیث پیش کردیں اور تمام حدیثوں کی تخاریج بھی بالالتزام تحریر کیں۔ یہی نہیں بلکہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ نے جامع الرموز کے حوالے سے ایک حدیث کا متن نقل کر کے اس حدیث کے موضوع ضعیف ہونے سے متعلق اور اس کے تخریجی حوالے سے متعلق سوال کیا تو مزید آپ نے تحقیق فرمائی اور حدیث مذکور کو ابن عساکر ابن بخار اور دیلمی کے مسند الفردوس کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر سے مروی ہونا نقل فرمایا اور امام جلال الدین سیوطی سے اس حدیث کی تقویت نقل کی پھر اس کے رجال پر بھی گفتگو کی اور جن لوگوں نے اس حدیث پر وضع یا ضعف کا حکم لگایا تھا اس کا مدلل جواب بھی دیا۔

تنقیح مسائل:۔ آئمہ مذاہب کے لئے دشوار ترین منزل یہ ہے کہ دلائل آپس میں متعارض ہوں اور تقدیم و تاخیر ناسخ و منسوخ کا کوئی تعین نہ ہو ایسی صورت میں ہمتیں جواب دے جاتی ہیں اور فیصلہ مشکل ہوجاتا ہے امام اعظم کے سوا متقدمین میں اس طرح کی مثالیں وافر مقدار میں ملتی ہیں ائمہ کے بعد ان کے مذہب کے فقہا کے لئے اس طرح کی صعوبتیں پیش آئیں جہاں تائید الٰہی کے بغیر ان کا حل مشکل تھا متاخرین میں امام ابن ہمام سے لیکر علامہ ابن عابدین شامی تک کئی جلیل القدر فقہا پیدا ہوئے جنھوں نے دلائل کی تنقیحات کیں اور بہت حد تک افتاء کے مسند نشینوں کی مشکلات حل فرمائیں لیکن اس کے باوجود ہزاروں مسائل تشنۂ تنقیح رہ گئے۔ نویں صدی ہجری سے اب تک کی تاریخ میں ہم نے جن فقہا سے تعارف حاصل کیا ان میں اعلیٰحضرت کو اس شان میں منفرد پایا ہے کہ مشکل سے مشکل مقام تنقیح میں آپ کا قلم چابک دست نظر آتا ہے کئی ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ان کے فتاویٰ میں ایک بھی مقام ایسا نظر نہیں آتا کہ جہاں حکم کی تنقیح باقی رہ گئی ہو۔ فقہ حنفی کی جن کتابوں پر آپ کے حواشی و تعلیقات ہیں ان سے بھی یہی شان نمایاں ہے۔ فقہ کی پُرخار وادیوں سے آپ کی یہ سبک خرامی اور علم کے بحر ذخار سے گوہر مراد کی تحصیل کا مشاہدہ کر کے حرمین طیبین کے فقہا بھی

بار ہے۔ اس موقع پر کہہ اٹھے۔ لَو رَآھا ابوحنیفة النعمان لَاَقَرَّتْ عَیْنُہٗ وَیَجْعَلُ مؤلِّفَہَا
ن عظیم کی سات۔ ایات مِنْ جملةِ الاصحاب (الاجازات المتینہ ص۲)

اگر امام اعظم ابوحنیفہ ان فتاویٰ کو دیکھتے تو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی اور ان کے مصنف
حدث سورتی نے عمامہ کو اپنے اصحاب میں جگہ دیتے۔ اعلیحضرت نے صاع، قنوتِ نازلہ، جمعہ کی آذان ثانی، تصویر سے
یث پیش کردیں اور تمام نماز کی کراہت وغیرہ مسائل سے متعلق جو تحقیقات پیش کی ہیں اور جس طرح کی تنقیح و توضیح فرمائی ہے
تی علیہ الرحمہ نے جامع الر اور کہیں نظر نہیں آتیں ۔

ضعیف ہونے سے متعلق **معروضات**:۔ اپنے پیش رو فقہا کے اقوال پر اعتراضات وارد کرنا اس بات کا بین ثبوت
ور حدیث مذکور کو ابن عسا ہے کہ معترض کے پاس قوی دلائل موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے بے شمار متقدمین فقہا پر
ی ہذا نقل فرمایا اور اما معروضات تمام فرمایا ہے مگر ادب کی پاسبانی یہ ہے کہ ان کے اقوال پر جہاں تنقید کی ہے لفظ معروضہ
پر بھی گفتگو کی اور جن لوگ نہیں استعمال کیا بلکہ فرق مراتب کا پاس رکھتے ہوئے معروضہ کے بجائے لفظ تطفّل استعمال کیا ہے مثلاً
فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل میں ایک سو پینتالیس ۱۴۵ جگہ متقدمین فقہا کے اقوال پر تطفّل کے عنوان سے
ں آپس میں متعارض ہوں دقیق بحث کی ہے اور ایک سو اکتالیس ۱۴۱ جگہ متاخرین فقہا کے اقوال پر معروضہ کے عنوان سے اہم تحقیق
جواب دے جاتی ہیں اور فن پیش کی جس سے آپ کی فقہی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے ۔

ر مقدار میں ملتی ہیں امہ **مسائل جدیدہ کا حل**:۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی ایسے دور میں پیدا ہوئے جبکہ مادیت نے ساری
تائید الٰہی کے بغیر ان کا حل دنیا میں ہل چل مچادی تھی اور سائنس کی ترقی نے ایک انقلاب برپا کر کے مختلف الانواع نئے نئے
کسی جلیل القدر فقہا پید مسائل اس طرح کھڑے کر دیئے تھے کہ پوری تاریخ عالم میں مسائل جدیدہ کی اتنی طویل فہرست نظر
نشینوں کی مشکلات حل نہیں آتی ہے جو انیسویں اور بیسویں صدی کے درمیان تیار ہوئی ٹرین، موٹر اور ہوائی جہاز کی ایجاد نے
ہجری سے اب تک کسی کی تار احکام سفر سے متعلق کئی مسائل پیدا کر دیئے۔ سگریٹ، بیڑی، تمباکو وغیرہ کی ایجادات نے اپنے حکم کا مطالبہ
میں منفرد پایا ہے کہ مشکل ہے کیا۔ فوٹو جو قلم اور سنگ تراش کی مدد کے بغیر صرف ایک روشنی کے ذریعہ عکس لینے کا طریقہ ہے اس
پر پھیلے ہوئے ان کے فتاو کی علت وحرمت کا کیا حکم ہے؟ رنگ، مسکر دوائیں اور دوسری بعض مصنوعات جن میں شراب کی
فقہ حنفی کی جن کتابوں پر آمیزش یا اور کسی حرام چیز کی آمیزش کا شبہ ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟ ٹیلیفون، ٹیلیگرام، ریڈیو وغیرہ
پُر خار وادیوں سے آپ کی خبروں کا اعتبار ہوگا کہ نہیں؟ ان سے قرآن حکیم کی تلاوت سننا اور آیت سجدہ پر سجدہ کرنے کا
حرمین طیبین کے فقہا کیا حکم ہے۔ اسی طرح حکومتوں کے تغیر سے ہندوستان وغیرہ کو دارالحرب مانا جائے یا دارالاسلام؟

یہاں کے کفار حربی، ذمی، مستامن یا کس شمار میں آئیں گے ؟ اس قسم کے ہزاروں مسائل ہیں جن کا تعلق عبادات سے لیکر معاملات وقضا تک ہے اعلیٰ حضرت نے جہاں ان مسائل کو حل فرمایا وہیں پر گفتگو کرتے ہوئے ایک عظیم تجدیدی کارنامہ یہ بھی انجام دیا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے بے شمار مسائل کے احکام وعلل کی دریافت کے لئے رہبر اصول بھی وضع فرمادیئے تاکہ آئندہ مسائل جدیدہ کی وجہ سے فقہا ومفتیان کرام کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

زبان افتاء :- امام اہلسنت کے فتاویٰ میں ایک بڑی خصوصیت یہ بھی نظر آتی ہے کہ آپ کا انداز تحریر کلموا الناس علی قدر عقولھم کی مکمل تفسیر ہے مسائل جس حیثیت کے ہوتے اسی حیثیت کا کلام بھی ہوتا ہے۔ مستفتی جن کتابوں سے یا جن مصنفین سے زیادہ متاثر نظر آتا ہے ان کی شہادتیں بھی مذکور ہوتی ہیں۔ سوال جس زبان میں ہوتا ہے جواب بھی اسی زبان میں ہی یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں عربی وفارسی زبان کے فتاویٰ کثرت سے موجود ہیں حتی کہ اگر کسی نے نظم میں سوال کیا تو جواب بھی منظوم اور اسی بحر میں دیا یہ آپ کے قادر الکلامی کا بین ثبوت ہے۔

اعتراف معاصرین : کسی فن میں مہارت اور یکتا و یگانہ ہونے کی سب سے بڑی اور واضح دلیل یہ ہے کہ کسی فن کے ماہرین اور اس سے آگاہی رکھنے والے ارباب حل وعقد کسی ایک فرد کا لوہا مان لیں اور مشکل ترین مسائل میں اس کی طرف رجوع کریں اس سلسلہ میں جب ہم امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے فتاویٰ کا جائزہ لیتے ہیں تو اس دور کے مشاہیر فقہا علما اور مشائخ جو بذات خود مرجع فتویٰ اور ماہر فقہ تھے مگر سینکڑوں کی تعداد میں ان کے بھی استفتا نظر آتے ہیں اور صرف غیر منقسم ہندو پاک ہی تک یہ سلسلہ محدود نہیں ہے بلکہ حجاز مقدس کے علماء کرام کے استفتا دیکھنے میں آئے چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں جب آپ دوبارہ حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تو حرم شریف میں قاضی مکہ ومفتی حنفیہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال قدس سرہ نے علم غیب سے متعلق پانچ سوالات پیش کیے، جن کے جواب میں آپ نے آٹھ گھنٹے کے مختصر وقت میں الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ جیسا عظیم الشان رسالہ عربی میں تصنیف فرمایا۔ شاہ حجاز کے دربار میں جب اسے سنایا گیا تو بے اختیار پکار اٹھے، "اللہ یعطی وھولاء یمنعون" اللہ تبارک وتعالیٰ تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور وہابیہ منع کرتے ہیں (الملفوظ ص ۱۳ ج ۲) حرم شریف ہی میں خطیب حرم مولانا عبداللہ میرداد

اور مولانا حامد محمد احمد جداوی نے نوٹ کے متعلق آپ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا جس میں بارہ سوال تھے آپ نے اس کے جواب میں ایک مبسوط رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" تصنیف فرمایا جس کے قوت استدلال اور حسن استنباط پر مکہ معظمہ کے اکابر علماء و فقہا بھی جھوم اُٹھے۔

ہندوستان کی سرزمین پر اُس دَور کے اکابر علماء و فقہا میں جن کا شمار ہوتا ہے وہ بھی آپ سے استفتا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مثلاً "خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد حضرت علامہ سید شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ میں متعدد مقام پر آپ کے استفتاء موجود ہیں۔ یونہی اُس عہد کے مشہور محدث حضرت علامہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ جنھوں نے صحاح ستہ کے علاوہ شرح معانی الآثار اور دیگر کتب احادیث احادیث پر حواشی و تعلیقات تحریر فرمائے آپ نے بھی بہت سارے استفتا کیے حتی کہ عمامہ سے متعلق ایک حدیث کا بھی استفتا کیا جو اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت اور مہارت کے ساتھ ہی ان کی حدیث دانی میں یگانۂ روزگار ہونے پر دال ہے۔ ۱۰ رجب ۱۳۱۵ھ کو حضرت محدث موصوف نے پانچ سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء روانہ کیا تو جواب میں فاضل بریلوی قدس سرہ نے ایک مستقل رسالہ تجویز الرد عن تزویج الابعد تصنیف فرمایا اور چند صفحات کے اس مختصر سے رسالے میں تحقیقات کے بیش بہا جوہر بکھیر دیے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے معاصر علماء مثلاً "استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری حضرت علامہ شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری قطب بنارس حضرت علامہ شاہ عبدالحمید صاحب فریدی پانی پتی، حضرت علامہ مفتی رضا علی صاحب بنارسی حضرت علامہ مفتی ریاست علی خان صاحب شاہجہان پوری صدر الصدور حضرت علامہ مفتی عبدالقادر صاحب رامپوری، حضرت علامہ عبدالمقتدر صاحب بدایونی، حضرت مولانا نثار احمد صاحب کانپوری حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبلپوری، مولانا عبدالعلی صاحب مدراسی، مولانا عبدالرحیم صاحب مدراسی مولانا عبدالغفار صاحب حیدر آبادی، مولانا سید دیدار علی صاحب الوری اس طرح کے معاصر علماء کی ایک بہت ہی طویل فہرست ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ متبحر عالم، فقیہہ اور مرجع فتاویٰ تھا لیکن اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں اُن کا استفتاء کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ سارے عالم میں آخری

امیدگاہ اور مشکل سے مشکل مسائل کو حل کرنے والی شخصیت تھی تو وہ فاضل بریلوی کی ذات گرامی تھی۔ اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ اپنے دور کے زبردست فقیہ حضرت مولانا اسرار احمد سراج الفقہا جنھوں نے ستر سال درس دیا اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک فتویٰ نویسی کی وہ اپنا تاثر ذکر کرتے ہیں کہ " ہمارے ذہن میں یہ بات بٹھادی گئی تھی کہ مولوی احمد رضا کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہیں اور ان کی تصانیف کو تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں، مگر حسن اتفاق کہ رسالہ میراث کی تالیف کے وقت ایک مسئلہ میں الجھن پیدا ہوگئی علمائے دہلی، دیوبند، سہارنپور کو لکھا مگر شافی جواب نہ ملا ایا مولوی احمد رضا خان کو بھی لکھا انھوں نے بڑا مدلل اور مشرح جواب عنایت فرمایا جس سے پوری تشفی ہوگئی اور شکوک وشبہات رفع ہوگئے۔ اس جواب کے دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کے متعلق میرا انداز فکر یکسر بدل گیا اور ان کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں بھی محسوس ہوا کہ میرے سامنے غلط عقائد ونظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں (سوانح سراج الفقہا از عبدالحکیم شرف القادری) یہ ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی شان تفقہ اور یہ ہے انکے فتاوی کی تاثیر۔ ذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صوفی

صوفی وہ ہے کہ اپنی ہوا (خواہش نفسانی) کو تابع شرع کرے نہ کہ وہ ہوا کی خاطر شرع سے دست بردار ہو۔ شریعت غذا ہے اور طریقت قوت۔ جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ جس قدر قرب زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور سخت ہوجاتی ہیں (اعتقاد الاحباب)

(قسط سوم)

شرح قصیدہ رضا

علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ پاک و ہند میں فارسی اور اردو ادب پر اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں۔ عربی زبان و ادب پر بھی مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف، تالیف، تراجم اور دقیق مقالات کی تعداد سو سے اوپر تجاوز کرتی ہے۔ تراجم میں آپ "لطائف اشرفیہ"، "نفحات الانس"، "غنیۃ الطالبین"، "عوارالمعارف"، "تاریخ الخلفا" جیسی ضخیم کتابوں کے ترجمے کر چکے ہیں۔ تصانیف میں "کلام رضا کا ادبی جائزہ"، "اورنگ زیب خطوط کے آئینہ میں"، "نفسیات کے زاویے"، "سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت" اور "نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" وغیرہ جیسی بلند پایہ کتابیں شامل ہیں۔ "سرور کونین کی فصاحت" پر آپ کو ۱۹۸۶ء میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدارتی ایوارڈ بھی ملا تھا اس کے علاوہ بھی کئی تصانیف و تالیف پر آپ مختلف ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ فاضل بریلوی سے خاص نسبت حاصل ہے اور بریلی کے مرکزی دارالعلوم منظر اسلام میں فارسی شعبہ کے صدر مدرس بھی رہ چکے ہیں۔ اس مضمون میں حضرت شمس نے فاضل بریلوی کے منفرد و یکتا اور فارسی زبان کے مشکل ترین نعتیہ قصیدہ مشتمل بر مصطلحات علم ہیئت و نجوم کے اشعار کی تشریح فرمائی ہے اس سے قبل بھی وہ ۸۰ اشعار کی تشریح فرما چکے ہیں۔ سرزمین پاک و ہند میں اس مشکل قصیدے کی شرح اب تک معرض تحریر و بیان میں نہیں آسکی تھی، حضرت شمس بریلوی صاحب کو قصیدے کی شرح میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔

ادارہ

قارئین کرام: اس سے قبل معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء و شمارہ ۱۹۸۷ء میں اس قصیدہ نادرہ و مشکلہ کے تقریباً ۸۰ اشعار کی شرح پیش کر چکا ہوں۔ میں نے دوسری قسط میں سجادہ نشینان اعلیحضرت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ اب بقیہ اشعار کی شرح ان کے قلم سے ہونا چاہیے کیونکہ حق رضویت کی ادائیگی صرف ہمارے ہی ذمے نہیں ان کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں لیکن افسوس کہ ادھر بالکل خاموشی رہی اور کسی صاحب نے بھی اس کی شرح پر قلم اٹھانے کی زحمت گوارا نہ کی۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) نے اب تک رضویت کی جو کچھ خدمت انجام دی ہے وہ اصل میں سجادہ رضویت پر متمکن حضرات کی ذمہ داری تھی لیکن ادارہ نے یہ خدمت انجام دے کر مثالی کردار ادا کیا ہے چنانچہ قطع نظر ان بسیط اور تحقیقی مقالوں کے جواب تک اس ادارے نے پچھلے سات سال میں "معارف رضا" میں شائع کئے ہیں امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کے سلسلے میں اس کی گرانمایہ مطبوعات اس پر شاہد ہیں میں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ اب اس طویل نعتیہ قصیدے کے بقیہ اشعار کی تشریح تحریر نہیں کروں گا اور ارکین "معارف رضا" کے سامنے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا لیکن محبان گرامی قدر یعنی پروفیسر مجید اللہ قادری جنرل سیکریٹری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اور محترمی جناب وجاہت رسول قادری صاحب

نائب صدر ادارۂ مذکورہ کے اصرار نے مجھے پھر مجبور کر دیا، عہد توڑنا پڑا اور آج آپ کے سامنے خامۂ شمس پھر میدانِ فکر میں رواں دواں ہے اور ۲۰ اشعار کی تشریح پھر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

معارف رضا شمارہ ہفتم ۱۹۸۷ء میں قصیدۂ نعتیہ در مصطلحات علم ہیئت و نجوم کے اس شعر تک شرح پیش کی گئی تھی :۔

سر دیٔ کلیوں میں ہو کیا ہی چٹاخے کی گوٹ ابر تنک پر جو تو جھک کہ ہو پر تو فگن

اس شمارہ میں بقیہ ۸۸ اشعار میں سے ۲۰ کی شرح کا آغاز کیا ہے

اعلیٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہٗ العزیز آگے فرماتے ہیں :۔

؎ مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فروز گُل کی حضوری میں ہو بلبل جاں نغمہ زن

شرح :۔ اب تک میں صیغۂ غائب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت کر رہا تھا اسی مدحت طرازی نے جو مدحت غائبانہ تھی میرے شوق کو اور بھڑکا دیا پس اب اے بلبل جان اس مدحت غائب کو ترک کر کے مدحت حاضر میں مصروف ہو۔ (قارئین کرام قصیدہ نگاری کا یہ اسلوب خاص ہے کہ پہلے مدحتِ غائب کرتے ہیں پھر گریز کا شعر پیش کر کے مدحت حاضر یعنی صیغۂ حاضر میں مدحت طرازی کی جاتی ہے۔ جس قدر قصائد مدحیہ تمہیدیہ و خطابیہ عربی، فارسی اور اردو زبان میں کئے گئے ہیں ان کا اسلوب یہی ہے، اعلیٰحضرت نے بھی قصیدہ نگاری کے اس اسلوب کو ترک نہیں فرمایا ہے چنانچہ یہ شعر اور اس کے بعد شعر نمبر ۵۹ تک جتنے اشعار ہیں بطور گریز قصیدہ ہیں)

؎ جانِ دو عالم نثار وہ ہے مرا تاجدار جس کو کہیں جان و دیں جان منٔ ایمان من

فرماتے ہیں میرا تاجدار سرور کونین شہنشاہِ دوسرا ایسا تاجدار ہے جس پر دونوں عالم آ ہی جائیں نثار کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہیں یا اس پر نثار ہیں، وہ گرامی ذات جس کو جان و دین کہتے ہیں وہ میری جان اور میرا ایمان ہے کہ یہ دونوں ان ہی کا صدقہ اور طفیل ہیں۔

؎ مدحِ حسیناں نہ کہہ، وصف امیراں نہ کر خَلق انہی کی حسین، خُلق انہی کا حسن

شرح : آپ کے حسن کے سامنے حسینانِ جہاں کی مدح بیکار و عبث ہے اور آپ جیسے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے مقابل امرائے جہاں کا وصف اس قابل نہیں کہ بیان کیا جائے کہ آپ کی تخلیق آپ کی خِلقت تمام جہاں کی خِلقت سے زیادہ حسین ہے۔ آپ جیسا حسین کوئی دوسرا خَلق ہی نہیں ہوا اور نہ آپ کے خُلق کے سامنے کسی کا خُلق قابلِ ذکر ہے کہ آپ کا خلق کائنات میں سرفرد سے

بڑھ کر اعلیٰ و افضل ہے آپ کی ذاتِ گرامی تمام اخلاقِ فاضلہ کی متمم ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود
ارشاد فرمایا ہے۔ " انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" (میری بعثت مکارمِ اخلاق کی تکمیل
اور اتمام کے لئے ہوئی ہے) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (بیشک
آپ کا اخلاق بہت عظیم ہے)

ے بردرِ خاقان ممتاز دربرِ قاآن مناز = یک درِ او گیر و باز، جملہ بہ دیوار زن

آپ کے دربار دُربار کے ہوتے ہوئے کسی خاقان کے دروازے کی طرف دوڑنے کی کیا
حاجت، آپ کی ذات گرامی کی موجودگی میں کسی قاآن (بادشاہ منگول) تک اپنی رسائی پر ناز نہ کر کہ اصل
رسائی جو سرمایۂ افتخار ہو سکتی ہے وہ آپ کی ذات گرامی ہے، بس آپ کا ایک در پکڑ لے کہ سرمایۂ سعادت
دارین ہے اور خاقان (شاہ چین) قاآن (شاہ منگول) تک رسائی کا خیال دل سے نکال دے، جملہ
"بہ دیوار زن" سب کو ترک کردے، ان کا خیال چھوڑ دے۔

ے نعلِ شرف ہے تاج، تاجِ شہاں خاکِ نعل = یہ تن الطف ہے جاں، جانِ جہاں ظلِّ تن

نعلِ شرف :۔ بزرگی کی حامل کفش۔ الطف :۔ لطیف سے اسم مبالغہ

آپ کی نعلین مبارک کی بزرگی کا کیا بیان کروں کہ وہ سروں کا تاج ہے بلکہ نعلین کی خاک،
بادشاہوں کے سر کا تاج ہے، آپ کا یہ بہت ہی لطیف جسم عاشقوں اور آپ کے نام لیوا غلاموں کی
جان ہے اور آپ کا سراپا اپنی تقدیس و رفعت کے اعتبار سے تمام جہان کی جان ہے۔ آپ کے جسم
مبارک کا سایہ چونکہ جانِ جہان ہے۔ اسی لئے کسی کو نظر نہیں آتا کہ جان مرئی شئے نہیں ہے جیسا
کہ اس ناچیز نے عرض کیا ہے۔

کام نکلا پتلیوں کے طالع بیدار کا = نور بن کر آگیا سایۂ قدِ دلدار کا

پیر فلک کیا تھکے، روز تو پاتا ہے جاں = جب ترے در تک گیا مٹ گئی ساری تھکن

یہ فلکِ کہن سال جو قرنوں سے گردش کر رہا ہے اپنی اس گردش سے تھکتا نہیں اور تھکے بھی
کیونکر کہ جب وہ آپ کے درِ قدس تک پہنچتا ہے تو اس کو ایک نئی جان میسر آجاتی ہے، جب ہر
روز ایک نئی جان مل جاتی ہے تو تھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تابشِ خور کیا گھٹے، زور ہے تازہ نکھار = جب پڑی طیبہ کی خاک، نور چڑھا لاکھ من

شرح: جس طرح پیر کہن گردش سے نہیں تھکتا۔ اسی طرح خورشید کی تابش آپ کے

در کی خاک کے طفیل کم نہیں ہوتی، ہر روز آپ کی خاکِ در سے اس کو ایک نیا نکھار ملتا ہے، جرم خورشید
طیبہ کی خاک پڑتے ہی لاکھوں من نور اس پر چڑھ جاتا ہے پس اس نکھار میں فرق کیونکر آئے۔

پائے منور اگر بحر میں دھو لیجئے = نعلِ مبارک اگر شب پہ ہو پرتو فگن
گوش سمک پھیر دے، قرطۂ چشمِ غزل ق پشت سمک مول لے گوہر تاج عدن

شعر ۶۳/۶۴ قطع بند ہیں اور جس طرح تیر کے نشان سے میں نے ظاہر کیا ہے دونوں مصرعوں کا
تعلق ہے یعنی پائے منور اگر بحر میں دھو لیجئے تو گوش سمک پھیر دے قرطۂ چشم غزال
اور نعل مبارک اگر شب پہ ہو پرتو فگن (تو) پشت سمک مول لے، گوہر تاج عدن اس
ترتیب کے بعد مطلب واضح ہے اور کوئی تعقید باقی نہیں رہتی۔

۶ شرح۔ گوش سمک پھیر دے قرخۂ چشم غزل پشت سمک مول لے گوہر تاج عدن
قرخہ چشم غزل چھپا ہے جو غلط ہے، قرطہ، ہونا چاہیئے، قُرطہ گوشوارہ۔ ہرن کی آنکھوں کی
بیرونی بناوٹ بالکل گوشوارے کی طرح ہوتی ہے عکس نعل اور قرطۂ چشم غزال میں جو تشبیہ ہے اس
میں وجہ شبہ خمیدگی ہے اور گوشِ ماہی کی شکل بھی گوشوارے جیسی ہوتی ہے۔ حل لغات۔ سماک و سمک ماہی
پشت ماہی پر جو سفنے تہ بہ تہ ہوتے ہیں ان کی شکل بھی نعل جیسی ہوتی ہے، پس ان تشبیہات میں وجہ
شبہ خمیدگی ہے۔ آپ کے کفش اقدس کے نعل کے عکس سے پشت ماہی کے سفنے اس طرح تابدار ہو جائیں کہ
یہ معلوم ہو کہ اس نے تاج عدن کے گوہر مول لے لئے ہیں اور ان سے اپنی پشت کو سجایا ہے۔

جلوے ترے ایک چھینٹ شب پہ اگر ڈال دیں = چشمۂ کافور تک مُشک کا جائے لبن

حل لغت:۔ چشمۂ کافور = سپیدیٔ سحر۔ مشک: مشہور خوشبو ہے۔ مُشبہ بہ ہے شب کا
وجہ شبہ سیاہی ہے شب جس پر آپ کے جلوہ تاباں کا پرتو پڑا ہے

آپ کے جمال جہاں آرا کا ایک پرتو اگر شب دیجور پر پڑ جائے تو اس کی سیاہی سپیدی سے اس
طرح بدل جائے کہ اس کی دودھ جیسی سپیدی کا دھارا سپیدی سحر تک پہنچ جائے اور شب کی سیاہی
کا نام بھی باقی نہ رہے۔

دل کہے اس سے نگار! اک نظر مہر ادھر = مہر کے میں نثار! نیم جھلک جانِ من

حل لغات:۔ مہر بمعنی مہربانی کے ہیں اور مصرعہ ثانی میں مہر بمعنی خورشید ہے اس طرح شعر
میں صنعت تجنیس نام ہے۔

آپ کے پرتوے شب کی سیاہی اس طرح مُبدّل بہ نور ہوجائے کہ دن بھی اس سے اک نگاہ کرم کی التجا کرے تاکہ اس کی نورانیت میں اوراضافہ ہوجائے صرف یہی نہیں بلکہ خورشید بھی اپنے نور کی تابانی کے لئے اس سے ایک جھلک کا خواہاں اور طالب ہو۔

کُشتۂ حسرت ہو شمس، دن کو وصیّت کرے = دامن شب کا مجھے دیجیو چھُٹا کفن

شرح :۔ لیکن خورشید کی یہ آرزو پوری نہ ہو تو وہ اسی حسرت میں اپنی جان دیدے اور روز روشن کو یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے دامنِ شب کے اُجلے کفن میں کفنانا آپ کے پرتوِ حسن سے شب کا دامن اس طرح تاباں اور درخشاں ہوجائے کہ سُورج، مرتے دم دِن کو دامن شب کے اُجلے اور سفید کفن میں کفنائے جانے کی وصیت کرے۔

تلوے تیرے سیپ کو دیں اگر ایک بوند سیت = بڑھ کے لُآلی کی آب خلد کا سینچے چمن

شرح : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کف پا کی تابانی کا یہ عالم ہے کہ کفِ پا دھونے کے بعد اس سے جو نورانی بوندیں ٹپک رہی ہیں اگر صدف میں اس کی ایک بوند پڑجائے تو موتیوں کی آب کی فراوانی کا یہ عالم ہو کہ اُن موتیوں کی آب، خُلد کا سارا چمن سینچ ڈالے اور پھر بھی وہ آب ختم نہ ہو۔ یہ امر ذہن نشیں رہے کہ عدن جو ملک یمن کا ساحلی علاقہ ہے اس کے تمام بحیرہ میں ایسی صدف کثرت سے پائی جاتی ہے جس کے بطن میں موتی ہوتا ہے

عطر کی موجیں اُٹھیں نور کے دھارے چلیں = ڈھونڈتی باغ عدن، عدن لے اے دلہن

بحیرہ عدن میں ایک صدف کو ایک بوند غُسالۂ کفِ پا مل جانے سے یہ کیفیت ہو کہ عطر کی موجیں اس سے اٹھنے لگیں اور نور کے دھارے چلنے لگیں، عطر کی خاطر جنتِ عدن کی حور اس آب وتاب اور عطر کے لئے باغِ عدن کو تلاش کرتی ہوئی تمدن سے باہر نکل آئے اس کی بھی یہ خواہش ہو کہ عدن کا وہ عطر جو غُسالۂ کفِ پا کی ایک بوند کا فیض ہے مجھے بھی مل جائے۔

پانی ہو سارا گلاب، بلبلے بلبل بنیں = گائیں ملاروں میں نعت، نور کی برسے جھڑن

شرح :غسالۂ کفِ پا کی ایک بوند کی عطر بیزی سے عدن کا سارا پانی گلاب بن جائے اور اس کے تمام بلبلے یعنی حباب بلبلوں کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں اور ملار کے سُروں میں یہ بلبلیں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم گانے لگیں اور نعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نور کی پھوار گرنے لگے۔

چرخ پہ جائے اگر ذکرِ سگِ کوئے یار = پہلے چرن لینے آئے جبہ کا پہلا چرن

حل لغات: چرن لینا، قدم چومنا، قدم لینا (از رہ تعظیم و تکریم) جبّہ بالفتح پیشانی اور برج اسد کی پیشانی (قریب اوپر کی جانب) چار ستارے ہیں اور یہ منازلِ قمر سے منزل دہم پہلا چرن، پہلا قدم

شرح: اس محبوب (سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم) کی گلی کے کتے میں ہے کہ اگر اس کا ذکر چھیڑ دیا جائے تو قمر کی منزلِ دہم کے چار ستارے جو برج اسد کی پیشانی پر واقع ہیں اس جبّہ کا پہلا قدم یہ ہو کہ وہ سگ کوئے یار کے قدم لینے کو آگے بڑھے اور قدم چھو کر شرف و بزرگی حاصل کرے، منزل قمر ہوتے ہیں یہ شرف نہیں جتنا شرف سگِ کوئے دوست کے قدم چھونے میں ہے۔

ثور و حمل ہیں اگر عزّ دو پٹے بزرگاؤ: یاں کے بزو گاؤ ہیں فخر اُسُود زَمَن

برج حمل، پہلا برج ہے اور آفتاب کے لئے برج شرف ہے اس کی شکل بُز کی طرح ہیں۔ ثُور ایک بُرج کا نام ہے اور قمر کے لئے برج شرف ہے اس کی شکل بیل کی طرح ہے اس مناسبت سے اس کا نام ثور رکھا گیا ہے۔ اُسُود جمع اَسد یعنی شیر۔ اسد کی جمع اُسُد اور اُسود دونوں آتی ہیں۔

برج حمل اور برج ثور اگرچہ گائے اور بز کے دونوں کے لئے وجہ شرف اور موجب نازش ہیں لیکن کوئے یار کے بز و گاؤ کے شرف کا کیا کہنا کہ وہ زمانے بھر کے شیروں کے لئے موجب فخر و ابتہاج ہیں

خالق کل الورٰی ربکَ لا غیرہٗ نورکَ کل الورٰی غیرکَ لمْ لیسَ لَن

خالق کل الورٰی۔ تمام مخلوق کا خالق۔ ربکَ لا غیرہ: آپ کے رب کے سوا کوئی اور رب نہیں۔ نورکَ کل الورٰی: آپ کے نور سے تمام مخلوق کی آفرینش ہوئی۔ غیرکَ: آپ کے سوا۔ لَمْ، لیسَ، لَن: تینوں حرفِ نفی ہیں، لن نفی تاکید ہے ریہ تینوں حروف نفی اپنے محل کے مطابق استعمال ہوتے ہیں

جس طرح تمام مخلوق کا خالق آپ کا رب جلّ و علا ہے اور اس کے سوا کوئی اور خالق نہیں ہے۔ یہ تینوں حرف نفی لَمْ، لیس، لَن اسی غیر کی نفی کرتے ہیں۔

دائرہ کن فکاں کتنی ہی وسعت پہ ہو = خط نہیں غیر محیط بھولتے ہیں وہم وظن

دائرہ کن فکان : عالم موجودات ۔ خط نہیں غیر محیط ' بغیر محیط کے خط کا وجود نہیں ہو سکتا۔
وہم وظن : وہم وگمان ۔

شرح : اس شعر کا مرکزی خیال یہ ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام موجودات کی اصل ہے۔ آپ کی ذات گرامی محیط ہے اس سے موجودات کے خطوط نے وجود پایا ہے۔ یہ عالم موجودات کتنا ہی وسیع ہو آپ کی ذات گرامی ان کے لئے محیط کا درجہ رکھتی ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک کا یہی مطلوب ومقصود ہے اس کے سوا کچھ اور خیال کرنا وہم وگمان کی غلطی اور بھول ہے کہ کائنات کے تمام خطوط (موجودات) کے لئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بمنزلہ محیط ہے کہ بغیر محیط کے خط کا وجود غلط ہے جبکہ اس ناچیز نے عرض کیا ہے۔

تمہارا نام ہی مولا بنائے بزم ایکاں ہے = کہ یہ میم محمدؐ مرکز پر کار رواں ہے

نقطہ پہ خط کھینچئے، سطح کہے خط غلط = تن کہے میں ہوں فقط جاں کہے مٹی سے تن

نقطہ : علم اقلیدس میں نقطہ، منتہائے خط ہے اور اس میں طول، عرض اور عمق نہیں پایا جاتا اور جس شئے میں طول، عرض اور عمق یعنی ابعاد ثلاثہ نہ ہوں وہ جسم نہیں پس نقطہ جسم نہیں ہے۔ عام طور پر نقطہ کو ابتدائے خط کہتے ہیں لیکن وہ نقطہ نہیں ہے بلکہ مرکز ہے جہاں سے ابتدائے خط ہوتی ہے گویا نقطہ جسم نہیں رکھتا، اسی خیال کو امام رضا نے اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔

مطلب : نقطہ چونکہ منتہائے خط ہے اس لئے اس سے کوئی خط نہیں کھینچا جا سکتا کہ وہ وہ نقطہ یعنی منتہائے خط نہیں رہے گا اور چونکہ نقطہ صرف ایک سطح ہے اس لئے اس سے اگر خط کھینچا جائے گا تو وہ غلط ہوگا، اسی طرح چونکہ نقطہ کی سطح پائی جاتی ہے اس لئے اگر وہ جسم ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ غلط ہوگا کہ ابعاد ثلاثہ میں سے کوئی بُعد بھی اس میں موجود نہیں ہے اسی لئے کہا ہے کہ نقطہ کا دعویٰ تن غلط ہے کہ اس کا تن محض ایک فرضی وجود ہے۔

ہم کو مسلم کہ ہاں یم میں ہیں موجیں عیاں = کر تو دے کوئی جدا یم ہی تو ہے موج زن

شرح : ہم کو اس سے انکار نہیں کہ سمندر میں لہریں موجود ہیں لیکن ان لہروں کا وجود، وجود ذاتی نہیں ہے لہریں عرَض ہیں یعنی قائم بالغیر ہیں اور سمندر یعنی یم ان کے لئے بمنزلہ جوہر کے ہے

اگرچہ موجیں اپنا وجود رکھتی ہیں تو پھر کوئی آئے اور ان لہروں کو سمندر سے جُدا کر دے، سمندر میں
یہ لہریں موجزن نہیں ہیں بلکہ اصل میں سمندر خود موجزن ہے پس صُورِ عالم کی اصل حقیقت بس
آپ کی ذاتِ گرامی ہے آپ ہی کا وجود باجُود ان مکوّنات کی اصل ہے چنانچہ دوسرے شعر میں
وضاحت موجود ہے۔

تیرے ہی جلوے کے نور، تیرے ہی جلوہ میں گُم — تیرے ہی پرتو سے باغ، تیرے ہی پُرتو سے بن

پُرتو: جھلک، نور کی کرن۔ بَن: صحرا، جنگل۔

شرح: یہ تمام موجودات تیرے ہی جلوے کے پرتو ہیں اور تیرے ہی جلوے میں گم ہیں، خود ان کا وجود
ذاتی نہیں ہے۔ کائنات کے یہ تمام باغ و بن تیرے ہی پُرتو سے ہیں یعنی اصل کائنات سرورِ کونین صلی اللہ
علیہ وسلم کا وجودِ گرامی ہے اور یہ کائنات تمام تر اسی وجودِ پُرنور کا پرتو ہے۔

ماہ کی یہ ماءمن جس کی تجلّی سے ہے — جب وہ تجلّی کرے تو مر دے ماءمن

ماءمن: دعویٔ خودی۔ تجلّی کرنا: جلوہ دکھانا۔

ماہ جو اپنی نورانی چاندنی بکھیر کر نورانیت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ بہت ہی غلط ہے اگر
میرا محبوب (سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ایک جھلک دکھا دیں تو پھر ماہ کی یہ ماءمن دھری کی
دھری رہ جائے، یہ دعویٔ خودی آن کی آن میں مٹ جائے۔ جس طرح سورج کے سامنے چاند اور تاروں
کی روشنی ماند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کے روئے روشن کے سامنے چاند کا دعویٔ خودی باطل ہو جائے

یہ شب و شبنم، نجوم ڈالے ہیں ہستی کی دھوم — اے مدنی آفتاب پردہ زرخ برفگن

ہستی کی دھوم: اپنی ہستی کا دعویٰ زور شور سے کر رہے ہیں۔

آفتاب کے سامنے شب کا، نجوم کا اور شبنم کا دعویٔ وجود جس طرح باطل ہو جاتا ہے کہ خورشید
کے طلوع ہوتے ہی نہ شب باقی رہتی ہے نہ نجوم کا وجود باقی رہتا ہے اور نہ شبنم کہ سورج کی
کرنوں کی تمازت سے شبنم بھاپ بن کر اڑ جاتی ہے۔

شرح: یہ شب، نجوم اور شبنم بڑے زور شور سے اپنے وجود کا دعویٰ کر رہے ہیں اے مدینے کے
آفتاب (صلی اللہ علیہ وسلم) ذرا اپنے رُخ سے دم بھر کے لئے پردہ اٹھا دیجئے تاکہ ان کے دعویٰ کا بھرم کھل جائے
کہنا یہ ہے کہ آپ کے روئے انور کی تجلّی کے سامنے نہ شب کی سیاہی باقی رہتی ہے نہ نجوم کی تابانی اور
نہ شبنم کی درخشانی۔ ان سب کا وجود آپ کے پرتوِ جمال کے سامنے آن کی آن میں فنا ہو جائے اگر

آپ رُخِ انور سے پردہ اٹھائیں۔

بحر کے آگے حباب بولے تو منھ پھوڑ کر — خیر تو ہے جان ہار اتنا بھی ہلکا نہ بن

حل لغات: منھ پھوڑ کر بولنا: کسی حقیر ہستی کا کسی عظیم ہستی کے سامنے کلام کرنا۔ جان ہار: جان کی بازی لگانے والا، جان دینے والا۔ ہلکا... نہ بن: اپنی بات نہ گرا۔ ذلیل و زبوں نہ ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بحر کی طرح ہے اور یہ موجودات اس بحر میں حباب کی طرح ہیں پس بحر کے سامنے جب حباب جیسے ہلکے اور بے مایہ وجود اپنی ہستی کا دعویٰ کرتے ہیں تو آن کی آن میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں منھ کھولا اور فنا ہوئے اگلے شعر میں اس کی مزید توجیہہ و توضیح ہے

دم میں ہوا ہوگی جاں، مانگ لفافے کی خیر — پھر نہ بھرے گی ہوا جھوٹ ہے آواگون

مانگ لفافے کی خیر: اپنے وجود کی جو لفافے کی طرح کمزور اور بودا ہے، خیر منا: حباب سے جب ہوا نکل جاتی ہے تو بلبلہ فنا ہو جاتا ہے اور پھر وہ ہوا دوبارہ اس میں نہیں آتی، حباب کا وجود اس ہوا سے ہے جو اس کے اندر بھری ہوتی ہے اسی ہلکے اور پودے پن کی وجہ سے اس کو لفافہ کہا ہے حباب ہوا کے لف سے بنتا ہے ہوا نکلی اور یہ فنا ہوا۔ آواگون۔ ارواح کا فنا ہونے کے بعد کسی نہ کسی جسم میں دوبارہ داخل ہونا جو مشرکوں کا عقیدہ ہے اس کو تناسخ کہتے ہیں۔

شرح۔ اے حباب اگر تو نے بحر کے سامنے منھ... کھولنے کی جرأت کی اور منھ پھوڑ کر بولا تو تیرا وجود جو لفافے کی طرح ہے فنا ہو جائے گا یعنی تیرا بولنا غضب ہے تو اپنے لفافے کی خیر منا کہ تو نے منھ کھولا اور جان ہوا ہوئی۔ اچھی طرح جان لے کہ پھر یہ ہوا جو تیرے اندر بھری ہوئی ہے لوٹ کر نہیں آئے گی کہ آواگون کا نظریہ بالکل باطل اور غلط ہے یہ مشاہدہ اور سامنے کی بات ہے کہ حباب سے جب ہوا نکل جاتی ہے تو پھر لوٹ کر اس میں نہیں آتی، وہ حباب سطح بحر پر فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔

بانوے بیرون اساس... رکھتی نہیں گول گھر — پھر بھی ترے حکم سے الٹی ہوئی چرخ زن

بانوے بیرون اساس: سیارہ زہرہ جس کا منطقۃ البروج میں کوئی گول گھر نہیں ہے ہر ایک برج سیاروں کے لئے منزل یا گھر کی مانند ہے (اپنی ساخت کے اعتبار سے) چرخ زن قلابازی کھانا یعنی سر کے بل قلا کھانا، الٹی ہوئی چرخ زن: الٹی قلابازی کھائی یعنی بجائے سر کے پیروں کے بل اور بجائے آگے کے پیچھے کی طرف قلابازی کھانا، الٹا چرخ زن ہونا ہے۔

ورزشوں کے سلسلے میں اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو جوان قلابازی کھانے میں مشتاق ہو جاتے ہیں وہ

آسانی کے ساتھ الٹے بھی چرخ زن ہوتے ہیں یعنی پیروں کے بل پیٹھ کی طرف سے قلابازی کھانا۔ زہرہ کی چال دوسرے سیاروں کے برخلاف منطقۃ البروج میں الٹی چال سے یہ سیارہ گردش کرتا ہوا ایک بُرج سے دوسرے برج میں سامنے کی طرف سے نہیں بڑھتا بلکہ اپنے منطقۃ البروج کے پچھلے برجوں میں پہنچتا ہے گویا اس کی چال الٹی ہے اسی کیفیت کو "الٹی ہوئی چرخ زن" کہا ہے۔ اب زہرہ اور چرخ زن ہونے کی مناسبت پر غور کیجئے۔ (خیال رہے کہ بُرجِ ثور زُہرہ کا خانۂ شرف ہے)

اس قصیدے کی شرح کی قسط اول یعنی معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء میں راقم نے سبعہ سیارگان کے عربی و فارسی نام اور ان کے معروف مناصب جو علمائے علم ہیئت نے قائم کئے ہیں بیان کر دیئے تھے۔ "بانوے بیروں اساس" کو سمجھنے کے لئے پھر اس کا اعادہ مجبوراً کر رہا ہوں

سبعہ سیارگان

نمبر شمار	عربی میں اسم سیارہ	فارسی میں اسم سیارہ	منصب
۱	شمس	مہر	طباخِ فلک، رنگ ریز فلک
۲	قمر	ماہ	نمّام فلک
۳	عطارد	تیر	دبیر فلک، منشئ فلک
۴	مریخ	بہرام	جلّاد فلک، خونریز فلک
۵	زحل	کیوان	نحسِ فلک، دربانِ فلک
۶	زہرہ	ناہید	رقاصۂ فلک، بانوے فلک
۷	مشتری	برجیس	قاضئ فلک

مذکورہ بالا سبعہ سیارگان کا تعلق منطقۃ البروج کے برجوں سے اس طرح ہے کہ ایک برج ایک مخصوص سیارے کے لئے خانۂ شرف ہے اور وہی برج دوسرے سیارے کے لئے خانۂ وبال ہے جیسے بُرج حمل خورشید کے لئے بُرج شرف ہے جبکہ قمر کے لئے نہیں ہے، قمر کے لئے برج اسد خانۂ شرف ہے۔ ان ہفت سیارگان میں سے ہر ایک سیارے کا ایک مخصوص فلک ہے جو اس کا مقام ہے صراحت ذیل اس کی مظہر ہے۔

نمبر شمار	عربی میں اسم سیارہ	فارسی میں اسم سیارہ	سیارہ کا منصبی نام	فلک مخصوص	سیارہ کا ہندی نام
۱	قمر	ماہ	نمّام فلک	فلک اول	سوم
۲	عطارد	تیر	دبیر فلک	فلک دوم	بدھ
۳	زہرہ	ناہید	رقاصہ فلک	فلک سوم	شُکر
۴	شمس	خورشید	طبّاخ فلک	فلک چہارم	آدیتہ (اتوار)
۵	مریخ	بہرام	جلاد فلک	فلک پنجم	منگل
۶	مشتری	برجیس	قاضئ فلک	فلک ششم	برہسپت
۷	زحل	کیوان	نحس فلک / دربان فلک	فلک ہفتم	سنیچر

یہ بازوئے بیروں اساس یعنی زہرہ جو رقاصۂ فلک ہے اگرچہ گول گھر نہیں رکھتی جس کے باعث وہ الٹی قلابازیاں کھائے لیکن یہ تیرا ہی حکم ہے جس کی بجاآوری میں رقاصۂ فلک الٹی قلابازیاں کھا رہی ہے۔

رنگ نے مینا کیا، تاروں نے ہیرے جڑے ۔۔۔ بازوے در کو فلک ہو نہ سکے نورتن

مینا کا کام: سونے یا چاندی کے زیور میں اس کی سطح میں خلا پیدا کر کے مختلف رنگ بھرتے ہیں اور پھر رنگ کے ابھار کو چھیل کر باقی سطح کے برابر کر دیتے ہیں اس طرح سونے چاندی کے زیوروں پر خوبصورت نقش ونگار بن جاتے ہیں۔ خواتین میں مینا کے کام کا زیور بہت پسند کیا جاتا ہے۔ نورتن: بازو پر پہننے کا ایک زیور ہے۔ دست بند، کڑے، پہنچی ہاتھ میں پہننے کے زیور ہیں اور نورتن یا نورنگے، بازوبند اور جوشن وغیرہ بازو بازو پر پہننے کے زیور ہیں اس کی شکل اس طرح ہوتی ہے۔

نورتن یا ——□—□—□—□—□—□—□—□—□—— بازوبند

اس نورتن یا بازوبند کے ہر خانے میں از قسم جواہر ایک ایک قسم کا جوہر پیوست کیا جاتا ہے اس اعتبار سے یہ نہایت قیمتی زیور ہے اور امرا و سلاطین کی خواتین ہی استعمال کرتی ہیں۔ نورتن یا نو جواہر یہ ہیں ۱. لعل، ۲ الماس ۳ زمرد، ۴ یاقوت، ۵ فیروزہ، ۶ مرجان، ۷ نیلم، ۸ عقیق، ۹ عین الہر۔ اس کے علاوہ حجر الیہود۔ مروارید وغیرہ بھی جواہر میں شمار ہوتے ہیں۔

اس شعر میں نورتن، بازوبند کی رعایت سے زیور ہے اور نورتن سے مراد نو جواہر ہیں جن کے اسما اوپر پیش کر دیئے گئے ہیں۔

شرح: فلک نیلگوں نے تیرے شبستان میں اپنے رنگ سے میناکاری کی ہے اور تاروں نے اس میں الماس یا ہیرے جڑے ہیں لیکن بایں ہمہ تابانی و رنگینی تیرے شبستان کے در کے بازو کے لئے یہ نو فلک نورتن کا زیور نہ بن سکے۔

جتنے دو عالم کے کام اُن سے فزوں تیرا جود ۔۔۔ جتنے مرادوں کے نام ان سے زیادہ منن

حل لغات: فزوں۔ زیادہ۔ جود۔ احسان، کرم۔

شرح: اے شہنشاہ دیں میں آپ کے جود و بخشش کی کیفیت کیا بیان کروں، دونوں عالم میں جس قدر بھی کام ممکن ہیں تیری سخاوت اور تیرا جود ان سے بڑھ کر ہے یعنی دونوں عالم کے کاموں کو تیرا جود پورا کرتا ہے۔ جس قدر بھی مرادوں کے نام لئے جا سکتے ہیں یعنی جتنی بھی مرادیں ہیں ان سے کہیں زیادہ تیرا کرم اور احسان ہے مدعا یہ ہے کہ ہر ایک کی جائز مراد تیرے کرم سے پوری ہوتی ہے اور ہر ایک مراد تیرے لطف و احسان سے بر آتی ہے

قطعہ

تیری شریعت کا شور، تیری سیاست کا زور　　سنگ و شجر پہ ہے ڈور لاکھوں گلے اِک رسن

مطبوعہ نسخہ حدائق بخشش حصّہ سوم میں اس قطعہ کے تحت دس اشعار ہیں پھر دوسرا قطعہ شروع ہوتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔ جبر نہیں دین میں آئینہ ہیں رُشد وغی　　ورنہ جو اعجاز ہے چاہے ہے نظمِ زمن

اس قطعہ کے تحت ۱۶ اشعار ہیں پھر ایک قطعہ ہے جس کا پہلا شعر ہے

تیرے قلمرو کا چک دَور سما و سمک　　حکم رَاوں کی سڑک وُسعِ زمین و زمن

اس قطعہ کے تحت ۲۹ اشعار مزید ہیں۔ ان تمام اشعار میں حضرت والا مرتبت امام رضا بریلوی نے مصطلحات علم ہیئت کے استعمال کا التزام کیا ہے اس کے بعد "مدح بیانِ مدینہ طیبّہ" اسی التزام کے ساتھ کی گئی ہے اور اس مدح کے تحت ۱۱ اشعار ہیں اس کا مطلع یہ ہے۔

بانیٔ ذاتِ العماد کہدے جو دیکھے یہ بَن　　کلُ دِنا و ھَنا، ثُمَّ ھنٰی ثم حَن

راقم الحروف خاکسار شمس بریلوی چاہتا تھا کہ تمام قصیدے کی شرح اس قسط میں مکمل کردے لیکن مختلف امراض میں عرصہ دراز سے گھرا ہُوا ہوں اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میری ناتوانی اور جسمانی کمزوری کا بار بار مشاہدہ کرچکے ہیں اس پر بھی عزیزِ گرامی پروفیسر مجید اللہ قادری جنرل سیکرٹری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے اصرار نے مجبور کیا کہ مزید ۲۰، ۲۵ اشعار کی تشریح کردوں! یہ تشریح قارئینِ معارف رضا (شمارہ ہشتم) کی خدمت میں حاضر ہے۔ گذشتہ سال میں نے "معارف رضا" کے ذریعہ وابستگان سجادہ رضویت سے گذارش کی تھی کہ اس قصیدے کی شرح مکمل کریں لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی جو موجب افسوس ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اور اس کے معاونین کو جن کی کوششوں سے ہر سال معارف رضا کا شمارہ گرانقدر تحقیقی مضامین کے پھول اپنے دامن میں لئے ہوئے خواجہ تاشانِ رضویت کی خدمت میں پہنچ کر ان کے مشام جان و ایمان کو عطر بیزیوں سے آسودہ کرتا ہے اور یہ الحمدللہ آٹھواں شمارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔

ناچیز شمس بریلوی

سید اسمٰعیل رضا ذبیح ترمذی (ہری پور ہزارہ)

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری اور علمِ معانی و بیان

جناب سید اسمٰعیل رضا ذبیح ترمذی ملکتِ پاکستان کے ایک ممتاز محقق و ادیب و شاعر ہیں۔ آپ کی کئی تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں حال ہی میں آپ نے ایک ضخیم کتاب بعنوان "کمالِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) تحریر فرمائی ہے جس میں آپ کی صلاحیتیں بھرپور طریقے پر نمایاں ہیں یہ کتاب ادارہ ہذا کے تعاون سے دادا بھائی فاؤنڈیشن نے چھاپی ہے۔ بہت جلد نعتیہ دیوان بھی منظرِ عام پر آنے والا ہے ایک اور گراں مایہ کتاب "حقیقتِ ایمان" عنقریب مدینہ پبلشنگ کمپنی سے شائع ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ کئی تحقیقی مقالات ملک کے مختلف جرائد میں چھپتے رہے ہیں
(ادارہ)

نعتیہ شاعری کی اولیں و آخریں شرط حُبِّ مُصطفٰے اور عشق مجتبٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دل میں محبّت و عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر موجزن ہو۔ جذبات کا ایک طوفان اٹھتا ہو۔ ضبط کا یارا نہ ہو تب ہر نفس سوزاں۔ دل کی ہر دھڑکن، خیال کی ہر لہر۔ زبان کی ہر جنبش۔ لبوں کی ہر حرکت نعت سرا ہو جاتی ہے۔ لیکن پاسِ ادب جذبات کے اس جوش کو سراپا ہوش بنائے ہوئے رکھتا ہے بے خودی و سرخوشی کے باوجود رعبِ حسن و عزتِ مقام، قیودِ ادب اور حدودِ شریعت سے گذرنے نہیں دیتا۔

ظاہر ہے کہ عشق و محبت کی تعبیریں اور تفسیریں بے شمار ہیں۔ محبوب کا ہجر و وصال۔ عاشق کی بے سرو سامانی و شاد کامی۔ آزارِ عشق کے اثرات اور قلبی واردات۔ حریمِ محبت و جلوۂ دوست۔ جمالِ حبیب و حسنِ یار۔ محبوب کی ادائیں اور اس کی لطافتیں۔ نازِ حبیب اور اس کی قیامتیں۔ صنم کی سنگدلی اور بیچارگی کی وفا کیشی۔ محبوب کا سراپا اور اس کا اندازِ غرض بہت سے موضوعات ہیں جو عشقیہ شاعری کا خزینہ ہیں اور شاعر بلا تکلف جس طرز و لہجہ میں چاہتا ہے حقیقی یا تصوراتی جذبات و واردات کا اظہار اپنے شعر میں کر دیتا ہے۔ جولان گاہِ سخن میں اس کے اظہار و بیان پر کوئی قدغن نہیں لیکن منزلِ نعت دابستگیٔ رسول اور حُبِّ نبی وہ مقام ہے "کہ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اس ایک گونہ بےخودی کے ساتھ پاس ادب اور شرعی حدود کا لحاظ نعت کو ایک دشوار موضوع بنا دیتا ہے نعت میں جذبات عشق کا اظہار وہی کرسکتا ہے جو اپنی سچی قلبی واردات اور پُرعقیدت دِ پُرخلوص جذبات کا اظہار بطور آورد خود تو نہ کرے بلکہ بحرِ محبت میں جب جوار بھاٹا آئے تو موجوں کے تموج کی ہر صدا النغمہ بن جائے۔ جب جانوں کی جان، اس محبوب ذیشان اور حبیب رحمان کی یاد ستائے دل تڑپائے چین نہ آئے اس عالم میں دل سے جذبات مچل کر لب پر آئیں اور الفاظ کا روپ دھار کر تقریر کا لباس پہنیں وہی نعتیہ شاعری ہے

کِتنے پُرکیف ہیں نعت نبوی کے لمحات　　　یاد آئی تو مچلنے لگے لب پر نغمات

اعلیٰ حضرت کے معتبر سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت رضا قدس سرہٗ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بےچین دبےقرار ہوتے صبر و شکیبائی ساتھ چھوڑ دیتے تو بےساختہ آپ کے جذبات نعتیہ اشعار کی صورت میں زبان پر مچلنے لگتے۔ تب ہی آپ کے یہاں آمد ہی آمد ہے۔ ایک کیف و سُرور ہے۔ پاکیزگی و نغمگی ہے جذبات کی صداقت ہے بیان کی لطافت ہے زبان کا حسن ہے اور ہر شعر شاہکار فن ہے۔ ملاحظہ ہو

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے　　　جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد　　　ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ　　　قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

کرچکی رخصت کعبہ پہ نظر پروازیں　　　ٹوپی اب تھام کے خاک در والا دیکھو

یاد حبیب اور ہجر و فراق کی بےقراری بھی عشقیہ شاعری کا ایک موضوع ہے اعلیٰ حضرت نے نعت میں کس خوبصورتی سے اس کا اظہار کیا ہے۔

تمہاری یاد میں گزری تھی جاگتے شب بھر　　　چلی نسیم ہوئے بند دیدہ ہائے فلک

جلوہ فرمائیں رُخ دل کی سیاسی مٹ جائے　　　صبح ہو جائے الٰہی شب تار عارضی

غم فراق برداشت نہیں ہوتا۔ صبر و شکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے پھر گلا سہارا بنتا ہے کلام رضا کا یہ انداز ملاحظہ ہو۔

ترا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا　　　یہ کیا سمائی کہ دور اُن سے وہ جمال کیا

جب غم حد سے سوا ہو جاتا ہے سوز دروں کیف بن جاتا ہے اور درد فراق حد سے گزر کر دوا
بن جاتا ہے تو بے قراری عین قرار ہو جاتی ہے۔

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم　　خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے　　جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

کیف عشق کے اظہار کے جتنے پہلو اور حسین قرینے ہو سکتے ہیں اعلیٰ حضرت نے ان کو انوکھے
انداز اور پیارے اسلوب سے بیان کیا ہے۔

ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ　　یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا
اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نور باری حجاب میں ہے　　زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے
خاک ہو جائیں در پاک پہ حسرت مٹ جائے　　یا الٰہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو
پائے شہ پر گرے یارب تپش مہر سے جب　　دل بے تاب اڑے حشر میں پارا ہو کر
کس کا منہ تکیے کہاں جائیے کس سے کہیے　　ترے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا
رنگ مژہ سے کر کے خجل یاد شاہ میں　　کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل
حضور ان کے خلاف ادب تھی بے تابی　　مری امید تجھے آرمیدہ ہونا تھا
یہ کیا نالہ ہے دشت طیبہ میں لے وائے محرومی　　مگر حسرت نے پھر اس بن میں لوٹا قافلہ دل کا
ہائے کس وقت لگی پھانس الم کی دل میں　　کہ بہت دور رہے خار مغیلان عرب
یاد رخ میں آہیں کر کے بن میں رویا آئی بہار　　جھومیں نسیمیں نیساں برسا کلیاں چٹکیں مہکی شاخ
ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا　　ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں
اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں　　اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو
ایسا گما دے ان کی رضا میں خدا ہمیں　　ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

آپ نے دیکھا کہ زبان میں کس قدر سلاست ہے۔ بیان میں کتنی لطافت ہے فصاحت کی شیرینی
اور بلاغت کی رنگینی۔ درحقیقت حضرت رضا کا کلام بحر معانی کا گہر آبدار گلشن بیان کا گلاب مشکبار
اور محاسن معنی و صوری کا شاہکار ہے۔ حسن بیان، خوبی زبان، شعری صنعت گری، فصاحت و بلاغت
اور جذبات کی صداقت نے کلام کو سحر کی طرح اثر انگیز بنا دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ

غیّ کی ضد ہے اور غیّ قدرت بیان کے فقدان کو کہتے ہیں۔ بلاغت کے معنی اثر آفرینی بھی ہیں اور ادب میں یہی معنی مراد ہوتے ہیں اس طرح بلاغت عام تنقید کی ان اصطلاحات مثلاً معانی، بیان، فصاحت اور صناعت میں شامل ہو گیا جو ادب سے متعلق تصنیفات کے علاوہ اعجاز القرآن کے علوم میں کثرت سے مستعمل و مروّج تھیں لیکن ساتویں صدی ہجری کے لگ بھگ بلاغت کو تین معین فنون 'معانی' بیان اور بدیع پر تقسیم کر دیا گیا اس لئے اہل علم کہتے ہیں علم بیان میں بلاغت کے تین علوم یعنی معانی، بیان اور بدیع شامل ہیں۔

علم معانی :۔ وہ علم ہے جو کہ کسی امر کو مقتضائے حال کے موافق کرنا سکھاتا ہے اور ایسی غلطیاں کرنے سے بچاتا ہے جس سے دلالت مطابقی کے موافق کلام کا مفہوم سمجھنے میں دوسرے شخص کو دقّت ہو

علم بیان :۔ اس علم کا نام ہے جو ایک ہی بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کرنے کے طریقوں سے بحث کرتا ہے بقول علامہ قزوینی علم بیان سے مراد اس سے زیادہ نہیں نہ اس سے کم کہ وہ ایک علم ہے جو ایک ہی مطلب کے ادا کرنے کے ممکن طریقوں سے بحث کرتا ہے کہ ان میں کون کون کس حد تک صفائی کے ساتھ اور برمحل یہ کام انجام دے سکتے ہیں چونکہ جو لفظ بھی استعمال کیا جائے گا وہ بات تو پورے لسِحراً ۔ بے شک بیان جادو ہے۔ بیان وہ وسائل ہیں جن کے ذریعہ وضاحت پیدا کی جائے لہٰذا کلام یا تعبیر کا واضح ہونا اور وہ ملکہ جس سے یہ وضوح میسّر ہو بیان کہلاتا ہے۔ جو چیز ایک مستور خیال (معنی) کے چہرے سے اس طرح نقاب اٹھا دے کہ ذہن اُسے اچھی طرح سمجھ کر قبول کر لے وہی بیان ہے بعض مواقع پر بیان کا اولین تعلق فصاحت سے بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ حسن البلاغت کا مطلب تلفظ کی صحت و روانی ہے اور فصاحت کو بیان کا آلۂ کامل قرار دیا گیا ہے اور فصاحت کے معنی واضح کر دینا، صفائی کے ساتھ تشریح کر دینا۔ بیان کئے گئے ہیں یعنی بیان ابہام و اخفا نہیں تاہم بالعموم بیان کا تصوّر بلاغت کے ساتھ ہو۔ اصطلاحاً بیان جو کہ بلاغت کے مترادف ترقی کر کے بلاغت کی ایک خاص شاخ بن گیا ہے پس علم بیان علم بلاغت میں اس کی ایک شاخ کے طور پر شامل ہے۔ بیان فکر کا ترجمان اور قلب کی تربیّت ہے اور بلاغت وہ ہے کہ مطالب کو عوام سمجھ جائیں اور خواص مطمئن ہو جائیں ابن رشیق بلاغت کی دو تعریفیں کرتے ہیں ایک یہ کہ بلاغت اس اس قوت بیان اور تشریح کا نام ہے جو خوش اسلوبی کے ساتھ مربوط ہو دوسری تعریف یہ کہ بلاغت

معانی ادا کرے گا یا جزوی طور پر۔ یا پھر معنیٔ مرادی کو کسی ایسے بیرونی لفظ کی مدد سے ادا کیا جائے گا جس کی دلالت سے مخاطب آگاہ ہے۔ پس متکلم کو ادائے مطلب کے متعدد پیرائے دستیاب ہو سکتے ہیں لفظ اور معانی کے باہمی تعلق کی اساسی صورتیں یہی تین ہیں۔ یہ امر مسلّم ہے کہ تشبیہہ، استعارہ اور مجاز مرسل اپنی قوّت بیانیہ سے مطالب ادا کرنے کا فرض پورا کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں عام محاسن کلام جن سے علم بدیع میں بحث کی گئی ہے علیحدہ رکھا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے فن بلاغت وصنائع بدائع سے مزیّن ہر شعر کو مصنوع شاعری کہہ کر اور استعارہ کو کذب کے دائرہ میں داخل کر کے کلام احسن سے خارج کر دیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ شعر ہو کہ نثر کلام کا حُسن ہی فصاحت و بلاغت اور بیان سے ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی قرآن کا اعجاز ہے اور کلام نبی کا کرشمہ ہے کہ فصحائے عرب اور بلغائے قریش کو زچ ہو کر "ما ھٰذا قول البشر، ان ھٰذا الّا سحر یؤثر" کہنا پڑا اور یہ قرآن و کلام رسالت کا ہی فیض ہے کہ ادبی علوم و فنون صرف و نحو، معانی و بیان اور فصاحت و بلاغت عہد اسلامی کی پیداوار ہیں اور مسلمانوں نے ان موضوعات پر بیش بہا کتابیں لکھی ہیں۔ یہ علوم عربی ادب کا وقیع سرمایہ ہیں اور دوسری زبانیں عربی زبان سے ان علوم کی خوشہ چیں ہیں۔ دراصل ان علوم کا سرچشمہ قرآن اور کلام نبوی ہے مثلاً قرآن میں الفاظ "نور و ظلمات" کو کفر و ایمان کے لئے استعارہ بالتصریح کیلئے استعمال کیا گیا ہے اور "کبیت العنکبوت" میں صنعت تشبیہہ پائی جاتی ہے یا جیسے اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ سواءٌ کَاَسْنَانِ المُشْطِ (لوگ باہم کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں) میں کس قدر اثر آفریں تشبیہہ اور پیاری تمثیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام بلاغت آگیں اور فصاحت القیام ان ادبی خوبیوں۔ رعنائی کلام، حسن معانی، الفاظ کا حسب موقع استعمال، سلاست اور بیان کی نُدرت کا مرقع ہے جن سے اس فن کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود ۔ اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت کے کلام میں بلاغت اور علم معانی و بیان و بدیع کے جو لوازم ہیں ان پر فصاحت زبان و بیان وجد کرتی ہے۔ فصاحت و بلاغت اور بیان کا یہی رنگ مسلم ادب میں نمایاں ہے خواہ وہ نثر ہو کہ نظم۔ نعت بھی نظم کا ایک حصہ ہے جس کو اعلیٰ حضرت نے بطور خاص اپنایا ان کے یہاں بھی شاعری کا یہ تمام حُسن اور کلام کی یہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کی نعتوں میں حسین

تشبیہات، لطیف استعارے، بلیغ کنایے اور مجاز مرسل کے پاکیزہ قرینے موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضا نے عروس سخن کو ان حسین زیوروں سے ایسا آراستہ کیا ہے کہ اس کی دلکشی وجاذبیت میں اضافہ ہوگیا۔
ذرا تشبیہ کی بہار دیکھئے

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے کہ جھڑتے رہتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

بے داغ لالہ یا قمر بے کلف کہوں
بے خار گلبن چمن آرا کہوں تجھے

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضاؔ
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

علم بیان میں حقیقی معنی سے نہیں بلکہ مجازی معنی سے بحث ہوتی ہے اور مجازی معنی مراد لینے کے تین طریقے ہیں یعنی استعارہ، کنایہ اور مجاز۔ استعارہ سمجھنے کے لئے تشبیہ کا فہم ضروری ہے کیونکہ اگر مشبہ اور مشبہ بہ دونوں بیان کئے جائیں تو تشبیہ ہے اگر دونوں میں سے ایک بیان کیا جائے تو استعارہ۔

نعت میں جس طرح تشبیہات کا استعمال ہوتا ہے اسی طرح استعارات کا استعمال بھی روا رکھا گیا ہے شاید ہی کوئی نعت گو شاعر ہوگا جس کا کلام استعارہ سے خالی ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رضا نے جہاں لطیف وپاکیزہ تشبیہات کا استعمال کیا ہے وہاں حسین استعاروں، دلکش کنایوں کے ساتھ مجاز مرسل سے کلام کی خوبی کو دوبالا کیا ہے۔ آپ کو ذیل کے اشعار سے انکی قادر الکلامی کا اندازہ ہوگا۔

باغ عرب کا سرو ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج — قمری جان غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں
پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے — چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں
اوس مہر حشر پر پڑ جائے پیاسوں تو سہی — اس گل خنداں کا رونا گریۂ شبنم نہیں
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں — یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

استعارہ بالکنایہ: یہ تو معلوم ہے کہ استعارہ تشبیہ سے بنتا ہے۔ اگر مشبہ کو حذف کر دیں تو استعارہ بالتصریح ہے اگر مشبہ بہ کو حذف کر کے مشبہ کے ساتھ اس کی کوئی خاصیت لگا دیں تو استعارہ بالکنایہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں اس کی بڑی خوبصورت مثالیں ملتی ہیں

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب	بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر	ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
پانچ دریائے کرم میں ہیں رضا	پانچ فوارے ہیں اچھلنے والے

کنایہ: تشبیہ میں ایک چیز کو دوسری چیز سے مثال دیتے ہیں۔ استعارہ میں تشبیہ کے تعلق سے دوسرے معنی مراد لیتے ہیں اور اوّل معنی مقصود نہیں ہوتے۔ مجاز میں دوسرے معنی مراد لیتے ہیں لیکن اصلی اور غیر اصلی معنی میں تعلق تشبیہ کا نہیں ہوتا اور کچھ تعلق ہوتا ہے اور پہلے معنی مراد نہیں ہوتے۔ کنایہ میں لفظ کے اصلی معنی بھی مقصود ہوتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ بھی مراد ہوتی ہے یعنی لازم و ملزوم دونوں معنی مقصود ہوتے ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اس کے استعمال کے لئے بڑے سلیقہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ایسے حسین کنایئے ہیں کہ کلام کا لطف دوبالا ہو گیا ہے۔

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا	ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا	مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا	لو سیہ کاروں مبارک ہو قبالہ نور کا

مجاز مرسل: ایک لفظ کے معنی جب اصل لفظ کے خلاف لیں اگر وہ معنی تشبیہ کے علاقے سے لئے جائیں تو اسے استعارہ کہیں گے اور اگر کسی دوسرے تعلق سے اس کے معنی مراد لئے جائیں تو اسے مجاز مرسل کہیں گے۔ استاد محترم حضرت شمس بریلوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ مجاز مرسل عروس شعر کا زیور ہے جس طرح تشبیہ و استعاروں سے شعر میں حسن اور جان پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مجاز مرسل کلام میں لطافت اور بانکپن پیدا کر دیتا ہے مجاز مرسل سے کلام میں بلندی اور رفعت بھی پیدا ہوتی ہے اور طرز ادا میں انوکھا پن بھی آجاتا ہے۔ مجاز مرسل اور اس کے معنی مجازی یا معنی

مرادی میں تشبیہ و استعارہ کا تعلق نہیں ہوتا بلکہ مجاز مرسل کے قرینے اور اس لے لسمیات استعارہ
اور تشبیہ سے بالکل الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ یہاں لفظ اپنے حقیقی معنی میں مطلقاً استعمال نہیں ہوتا
بلکہ اس کے معنی ہمیشہ مجازی ہوتے ہیں مگر ان معنی مجازی اور لفظ مستعملہ میں کوئی نہ کوئی قرینہ مراد
ضرور ہوتا ہے یعنی کبھی کل بول کر جزو مراد لیتے ہیں اور کبھی جزو بول کر کل کبھی سبب بول کر
مسبب اور کبھی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں کبھی ظرف بول کر مظروف مراد لیا جاتا ہے اور کبھی
مظروف بول کر ظرف۔ اسی طرح چند اور قرینے بھی ہیں لیکن شاعری میں عموماً مذکورہ بالا قرینے
ہی استعمال ہوتے ہیں۔ بہر حال مجاز مرسل بھی تشبیہ و استعارہ اور کنایہ کی طرح سے آرائش کلام
کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے برمحل استعمال سے کلام بلیغ ہو جاتا ہے۔

شاعر کبھی ارادی اور کبھی غیر ارادی طور پر مجاز کے ان قرینوں کو استعمال کرتا ہے۔ نعتیہ شاعری
میں ان قرینوں کے استعمال کے لئے بڑے سلیقے کی ضرورت ہے اعلیٰ حضرت رضاؒ نے جس خوبصورت
سلیقے اور قادر الکلامی سے ان قرینوں کو استعمال کیا ہے وہ بے شک قابلِ داد لائق تحسین ہے

یقیں ہے وقت جلوہ لغزشیں پائے نگہ پائے — ملے جوش صفائے جسم سے پابوس حضرت کا
زبانِ خار کس کس درد سے ان کو سناتی ہے — تڑپنا دشتِ طیبہ میں جگر افگار فرقت کا
میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ — جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا
فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا — آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا — خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا
تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال — جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

آپ نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرتؒ نے کیسی لطیف و پاکیزہ تشبیہات، کنایات و استعارات
سے اپنے کلام کو مرصع کیا ہے اور طرفہ یہ کہ ان کے استعمال سے بندشوں کی چستی زبان کی لطافت اور
سلاست بیان پر حرف نہیں آیا۔

اہل فن و اصحاب فن کہتے ہیں کہ ایک فصیح و بلیغ انسان کے لئے اس کی زبان و بیان کی خوبیاں اسلئے نطق
کا ایک ملکہ بن جاتی ہیں اور وہ بیان کی ہر نوع کے تحت جو کچھ کہتا ہے اس میں یہ خوبیاں خود بخود
نمایاں ہو جاتی ہیں اس کے لئے کسی فکر و اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی اگر اس سلسلہ میں غور و فکر

سے کام لے کر کلام کو ان خوبیوں سے مزیّن کیا جائے تو وہ آورد ہوتی ہے آمد نہیں رہتی اور اس پر تصنع کا رنگ غالب آجاتا ہے جو سچے جذبات اور حقیقی رنگ سے خالی ہوتا ہے اور خوبی کے بجائے عیب گردانا جاتا ہے۔ صاحبِ سخن کو کلام پر اتنی مہارت اور بیان پر ایسی قدرت حاصل ہو کہ وہ بداہتاً ایسی بات کہہ دے جس کے ادبی محاسن سننے والوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دے اور الفاظ کے انتخاب میں بھی وہ مہارت و چابکدستی دکھائے کہ عبارت مرقعۂ ادب بن جائے۔ اس لئے کسی کے کلام کے حسن و قبح کو دیکھنے کے لئے اس کی زبان کے حسن و قبح کو دیکھا جاتا ہے۔

لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (زبان اس شخص کی کہ کج رہی کرتے اس کی طرف عجمی ہے اور یہ زبان عربی ہے ظاہر۔ پ۱۴ النحل آیت ۱۰۳)

قرآن کریم کی یہ آیت بتاتی ہے کہ ہر زبان جدا جدا ہوتی ہے اور اپنی علیحدہ علیحدہ حیثیت رکھتی ہے اس کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے مزاج ہوتا ہے لہجہ ہوتا ہے اپنی ترکیب اور اپنا مفہوم و محل ہوتا ہے اس کا اپنے بولنے والوں سے ایک انوکھا ربط ہوتا ہے کہ اس قوم کی کہنہ کی عکاسی کرتی ہے۔

ماہر لسانیات کا کہنا ہے کہ ہر زبان کا اپنا مزاج اور اپنا ماحول ہوتا ہے۔ ہر زبان کا رنگ شاعری اور اس کے خصوصیات جداگانہ ہوتے ہیں اسی طرح اردو زبان کا اپنا مزاج ہے اور اردو شاعری کی اپنی خصوصیات ہیں۔ علمائے ادب کا کہنا ہے کہ شاعر اپنے عہد کا ترجمان تو ہوتا ہی ہے اور روایات کی ترجمانی بھی کرتا ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ وہ اپنے جذبات و خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کے دل میں جو جذبات پیدا ہوتے ہیں گاہے گاہے وہ ان کو موزوں کر دیتا ہے کبھی کبھی وہ دوسروں کے خیالات و جذبات کو بھی دل نشیں انداز میں پیش کر دیتا ہے۔ یعنی کبھی وہ آپ بیتی بیان کرتا ہے اور کبھی جگ بیتی۔ کبھی ماحول کی بعض رچی بسی روایات کا سہارا لیتا ہے اور کبھی دوسروں کو متاثر کرنے کے لئے عام طور پر وارد ہونے والی کیفیات اور عشق و محبت کی واردات کو بیان کرتا ہے گویا اپنی روایات اور اپنے احساسات اور دوسروں کو متاثر کرنے والے خیالات کی ترجمانی کرنا ہی ایک شاعر کی شاعری کا مقصود اصلی ہوتا ہے۔ وہ صرف اندازِ بیان میں ندرت پیدا کرنے کے لئے قوتِ متخیلہ سے کام لے کر مضمون آفرینی کرتا ہے۔ اپنے خیالات کا خزانہ کھنگالتا ہے۔ علم و دانش کی دولت اور آگہی کے جو جوہر قدرت نے اس میں چھپا رکھے ہیں ان سے کام لے

کر اشعار میں طرفگی اور ندرت پیدا کرتا ہے۔ پس ہر ادیب نثر نگار ہو کہ شاعر اپنے عہد کی پیداوار ہوتا ہے اور اپنے زمانہ کی زبان کا سچّا ترجمان ہوتا ہے اور اپنے ماحول میں رچی بسی ادبی خصوصیات کو اپنانا ضروری سمجھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جب بزم شعر میں قدم رکھّا ہے اس وقت دو دبستان ادب" لکھنؤ اور دلّی تھے اور ہر ایک کی خصوصیّات الگ الگ تھیں۔ شعرائے لکھنؤ اپنے دبستان کی خصوصیات کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک عرصہ تک رعایت لفظی کی پابندی کے رسیا رہے۔ اور دلّی والے اپنے دبستان کی ترجمانی کرتے داخلیت کے علم بردار رہے چنانچہ استاد ذوق نے داخلی پہلو کے ساتھ خارجی پہلو کا لحاظ رکھتے ہوئے محاوروں کا ایک طوفان برپا کر دیا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ انیسویں صدی کے ربع آخر میں اردو شاعری کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب سے جگمگا رہا تھا یہی وہ وقت تھا کہ حضرت داغ دہلوی۔ امیر مینائی۔ تسلیم حالی اور اکبر کی شاعری کی ہر طرف دھوم مچی تھی خصوصًا داغ دہلوی کے اشعار تو بچّے بچّے کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے۔ داغ دہلوی استاد ذوق کے شاگرد تھے اور قلعہ معلّیٰ سے ان کا تعلق تھا ان کی زبان قلعہ کی زبان سمجھی جاتی تھی اور قلعہ معلّیٰ کی زبان اردو کے لئے سند تھی۔

استاد داغ کی زبان کی صفائی۔ برجستگی اور کلام کی شوخی نے بہت جلد ان کو قبول عام کی سند عطا کی۔ برصغیر پاک و ہند میں استاد داغ سے زیادہ کسی کو شاگرد میسر نہیں آئے علامہ اقبال بھی استاد داغ کے شاگرد تھے کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بھی اپنے بھائی حضرت حسن رضؔ کے واسطہ سے حضرت داغ کے فیض یافتہ تھے کیوں کہ حضرت حسن استاد داغ کے شاگرد تھے اور اس پایہ کے شاگرد تھے کہ مولانا حسرت موہانی لکھتے ہیں۔

"شاگردانِ مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پایہ شاعری بہت بلند تھا وہ بجائے استاد مستند تھے دار دوئے معلّیٰ"

اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت حسن بریلوی نے غزل کی اصلاح حضرت داغ سے ہی لی ہے لیکن نعت میں وہ اپنے بڑے بھائی اعلیٰ حضرت سے استفادہ کرتے تھے جیسا کہ جناب حفیظ تائب نے لکھا ہے۔

"غزل میں استاد داغ سے اصلاح لیتے تھے نعت میں فاضل بریلوی سے استفادہ کرتے تھے"

چنانچہ ایک نعت کے مقطع میں کہتے ہیں ۔

بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا
بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے

پس اعلیٰ حضرت استاد داغ سے کیا فیض حاصل کرتے کیونکہ استاد داغ جہاں نعت کے آدمی ہی نہ تھے ان کی ساری شاعری ان کی گواہ ہے یہ بات الگ ہے کہ استاد داغ کی شہرت نے ان کے رنگ کو ٹکسالی بنا دیا۔ بڑے بڑے ثقہ شاعروں کو قبول عام کی آرزو میں یہ رنگ اپنانا پڑا۔ مولوی امیر مینائی اور اسیر لکھنوی جیسے بزرگوں نے داغ کے رنگ کی تقلید کی البتہ حالی اور اکبر نے ان کے رنگ کو نہیں اپنایا انہوں نے اپنے لئے الگ الگ راستے متعین کئے مگر زبان کی سلاست اور بیان کی فصاحت ان کے بھی پیش نظر رہی اگرچہ اُن کو اُس دور میں استاد داغ جیسی شہرت حاصل نہ ہوسکی جب کہ آج اس کے بالکل برعکس ہے۔

استاد داغ کا رنگ بہت جلد عام مقبولیت حاصل کر چکا تھا عوام و خواص اس کلام کو ہی پسند کرتے تھے جس میں زبان کا چٹخارہ اور سادگی ہوئی تھی۔ داغ سے پہلے مومن و غالب نے اپنی شاعری سے خیالات کی بلندی۔ طرز ادا کی طرفگی اور مضمون آفرینی کا رنگ جمایا تھا لیکن استاد داغ کی سادگی اور پُرکاری کے سامنے اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔

غرض یہ اُردو زبان کا وہ دور تھا کہ ایک طرف حالی وغیرہ نے لطافت خیال پاکیزگی بیان سادگی زبان اور معاملہ بندی کے جوہر دکھائے تو دوسری طرف استاد داغ وغیرہ نے زبان کی سلاست و سادگی کو اپنایا شوخی و بانکپن سے رنگینی پیدا کی سیدھے سادھے خیالات اور سادہ زبان کو شیوہ بنایا۔ پس اس دور کی زبان جن خصوصیات سے مالا مال تھی اور جس رنگ کو قبول عام حاصل تھا وہ یہ کہ صحت زبان کے ساتھ ساتھ سلاست و سادگی تو وصف خاص تھا ہاں کہیں کہیں محاورے بھی نظم ہو جاتے تب بھی سلاست زبان پر حرف نہ آتا۔ زبان و بیان کی سادگی کو اہمیت حاصل تھی اور زبان کی سلاست پاکیزگی اور صفائی کا بڑی حد تک خیال رکھا جاتا۔

عہد حاضر کا نقاد جانتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ہمعصر شعرا اپنی نعت میں زبان کا وہ رنگ اور نکھار اور صفائی پیدا نہ کرسکے جو ان کی عشقیہ شاعری کا حسن تھا مگر اعلیٰ حضرت کی فکر رسا جس انداز میں چاہتی

نعت رسول کو فردوس گوش بناتی۔ جب کہ یہ مسلّم ہے کہ ہر مضمون اور ہر موضوع اپنی بلندی و رفعت کے تقاضے کے اعتبار سے الفاظ کا انتخاب چاہتا ہے جس کا اعلیٰ حضرت نے بحد کمال اہتمام کیا ہے۔ ان کو ان کو زبان کا وہ ملکہ اور وہ قدرت بیان حاصل تھی کہ جب زبان کی بے ساختگی و سلاست کو نعت شریف کے رفیع و وقیع مضامین سے ہم آہنگ نہ پاتے تو انہیں مطلقاً تکلف نہیں ہوتا کہ وہ شکوہ الفاظ فارسی تراکیب، صنعت اقتباس و تلمیع سے کام لیں یا تشبیہ و استعارہ سے مضمون کو آراستہ کریں۔ ان کا خامہ گہر فشاں اور فکر رسا صنعت و تبحر علمی سے متصف ہو کر نعت نگاری کی طرف مائل ہوتے تو ان کا قلم کمال علمی کے نئے انداز سے گلدستے سجاتا اور فکر رسا الفاظ کی گلپاشیاں کرتی اشعار نعت اصطلاحات علمی اور تلمیحات دینی کا مرقع بن جاتے جیسے۔

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا	نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے	حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا
بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل	جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام
پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں	کیف کے پر جلتے جہاں کوئی بتائے کیا کہ یوں
قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں	روح قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

اعلیٰ حضرت کا یہ علمی تبحر ہے کہ جس چیز پر ان کی نظر پڑتی ہے وہ اس سے نعت نبی کے لئے مضمون پیدا کر لیتے ہیں اور ان کی فکر رسا کی بلند پروازی مدح حبیب میں کیسی کیسی معنی آفرینی کرتی ہے لیکن زبان و بیاں کی خوبی اسے چیستاں نہیں بننے دیتی۔ اس صورت حال کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے یہ تمام و کمال سلاست زبان و بیان کو ملحوظ رکھا ہے اور زبان کی بیساختگی، روانی، الفاظ کا دروبست اور بندش کی چستی کا اہتمام کر کے اپنی زبان دانی کے جوہر دکھائے ہیں ذرا زبان کی سادگی۔ طرز ادا کی دلکشی اور روزمرہ کی لطافت تو دیکھئے۔

ترے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال	جھڑکیاں کھائے کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
دل عبث خوف سے پتہ سا اُڑا جاتا ہے	پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا
تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں	کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا
کس کا منھ تکیئے کہاں جائیے کس سے کہیئے	ترے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

طرز ادا کا بانکپن اور انداز بیاں۔

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد ۔۔۔ سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

گذرے جس راہ سے وہ سیّد والا ہو کر ۔۔۔ رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

رُخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی ۔۔۔ رہ گیا بوسہ دہِ نقش کفِ پا ہو کر

زبان کا لطف و بے ساختگی۔

بگڑ جاتا ہے کھیل میرا ۔۔۔ آقا آقا سنوار آقا

گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی ۔۔۔ ڈوبا ڈوبا اتار آقا

ان کے ادنیٰ گدا پہ مٹ جائیں ۔۔۔ ایسے ایسے ہزار آقا

انداز بیاں۔ حُسنِ زبان اور اچھوتا مضمون

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہُوا ۔۔۔ ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مُسکرائی کیوں

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے ۔۔۔ پٹیتی سر کو آرزو دشتِ حرم سے آئی کیوں

زبان کی سلاست و سادگی، محاوروں کا حسین امتزاج اور بے ساختگی۔

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں ۔۔۔ دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

بائیں رستے نہ جا مسافر سن ۔۔۔ مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا ۔۔۔ تجھ سے کُتّے ہزار پھرتے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا ۔۔۔ رو رو کے مُصطفٰے نے دریا بہا دیئے ہیں

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ۔۔۔ دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ میں

پاس ادب کے ساتھ لطف زبان اور شوخیٔ بیان۔

دل کو ان سے خُدا جُدا نہ کرے ۔۔۔ بےکسی لُوٹ لے خدا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے ۔۔۔ ارے تیرا برا، خدا نہ کرے

سادگی و پُرکاری اور زبان کا لُطف

اللہ، اللہ کے نبی سے ۔۔۔ فریاد ہے نفس کی بدی سے

شب بھر سونے ہی سے غرض تھی ۔۔۔ تاروں نے ہزار دانت پیسے

ناقدین ادب کا تجربہ ہے کہ طرز ادا کا بانکپن مضمون آفرینی کی بدولت پیدا ہوتا ہے لیکن غلو و مبالغہ کا سہارا لئے بغیر معنی آفرینی اور ندرت مضمون پیدا کرنا دشوار ہے جب کہ نعت میں اس کا گذر کہاں پھر یہ کہ اکثر و بیشتر معنی آفرینی اور ندرت مضمون کے حصول کے لئے سلاست زبان و بیان کو قربان کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ غالب و مومن جیسے مشّاق شعرا کے یہاں بھی کلام میں جدّت پسندی آتے ہی سلاست و بے ساختگی ختم ہوجاتی ہے اور زبان و بیان کا لطف نہیں رہتا لیکن اعلیٰ حضرت کے یہاں مضمون آفرینی کے ساتھ لطافت زبان بھی ہے اور زورِ بیان بھی مضمون آفرینی کے ساتھ زبان کی لطافت ملاحظہ ہو۔

مدینے کے خِطّے خدا تجھ کو رکھے — غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے
رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا — کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے
پھر نہ کروٹ لی مدینے کی طرف — ارے چل جھوٹے بہانے والے

رفعت تخیّل کے ساتھ مضمون آفرینی۔

لطف برق جلوۂ معراج لایا وجد میں — شعلہ جوالہ ساں ہے آسمان سوختہ
نہ کھلی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی — چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا
شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال — دھوم والنّجم میں ہے آپ کی بینائی کی

طرز ادا کی بہار دیکھیے۔

گذرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر — رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر
رُخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی — رہ گیا بوسہ دہِ نقش کف پا ہو کر

سنگلاخ اور مشکل زمینوں میں طرز ادا کی رنگینی۔

طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم — آپ عارض ہوں مگر آئینہ دار عارض
مشکبو زلف سے رُخ چہرے سے بالوں میں شعاع — معجزہ ہے حلب زلف و تتار عارض
آہ بے مایگی دل کہ رضائے محتاج — لے کے ایک جان چلا بہر نثار عارض
بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا — حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

مضمون آفرینی کے ساتھ طرزِ بیان کا حسن اور زبان کا تیکھاپن۔

ذرّے جھڑ کر تری پیزاروں کے — تاج سر بنتے ہیں سیّاروں کے
میرے آقا کا وہ در ہے جس پر — ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے
میرے عیسیٰ ترے قربان جاؤں — طور بےطور ہیں بیماروں کے

پس زبان کی سلاست وسادگی، مضامین کی رفعت، بے ساختگی۔ بندشوں کی چستی، الفاظ کا دروبست ان کی سادگی ولطف اور ندرتِ تخیل سے اعلیٰ حضرت کا تمام کلام بھرا ہوا ہے تاہم آپ کا قصیدہ نوریہ بطورِ خاص مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں۔ بطورِ خاص اس لئے کہ نت نئے مضمون کی ادائیگی کے لئے طرزِ ادا کے بہت سے رُخ مل جاتے ہیں لیکن کسی ایک موضوع کے دسیوں بیسیوں اشعار میں مضمون آفرینی کے جوہر دکھانا اور زبان دانی کے انداز کا مظاہرہ کرنا اعلیٰ حضرت کا کمال ہے زبان وبیان کے اس شاہکار سے یہ جاننا مشکل نہیں کہ اعلیٰ حضرت کو زبان وبیان پر کتنی قدرت حاصل ہے ایک ہی موضوع "نور" کو ساٹھ انداز سے اس طرح سے بیان کیا ہے کہ زبان کے نکھار اور بیان کے کیف کے ساتھ ہر شعر کا لطف جداگانہ ہے۔

اہلِ فن لکھتے ہیں کہ اگر کسی شاعر نعت گو ونعت نگار کا قلم معنی آفرینی کے ساتھ ساتھ شکوہ الفاظ، بیساختگی اور بندشوں کی چستی سے عہدہ برآ ہو جائے تو واقعی یہ اس کا کمال شاعری ہے۔ جب ہم اعلیٰ حضرت رضا کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شکوہ لفظی کے حصول کے لئے کلام کی بے ساختگی، زبان کی سلاست اور بیان کی لطافت کو نہیں کھویا ہے۔ بندش کی چُستی اور طرزِ ادا کی بیساختگی وروانی اسی طرح ان کے کلام کو سنوارے ہوئے ہے۔ اس کا بہترین نمونہ آپ کی چار زبانوں کی مرقعہ نعت ہے جس کا مطلع ہے

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا — جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہِ دُوسرا جانا

شکوہ لفظی کے ساتھ سلاست کا امتزاج ملاحظہ ہو۔

تابِ مرآۃِ سحر، گردِ بیابانِ عرب — غازۂ روئے قمر، دودِ چراغانِ عرب

نعت میں نازک خیالیاں، جو ایک مشکل منزل ہے۔

خونیں جگر ہوں طائرِ بے آشیاں شہا　　رنگِ پریدۂ رُخِ گل کا جواب ہُوں
مولا دہائی نظروں سے گر کر جلا غلام　　اشکِ مژہ رسیدۂ چشمِ کباب ہُوں

ذرا اس شعر میں اچھوتی ترکیب، نازک خیالی اور سلاست بیان دیکھئے

دل شدوں کا یہ ہوا دامنِ اطہر پہ ہجوم　　بیدل آباد ہوا نام دیارِ دامن

شکوہ لفظی کے ساتھ بندش کی چستی، کیسی کیف آگیں ہے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں　　یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
گُنہ مغفور، دل روشن، خنک آنکھیں، جگر ٹھنڈا　　تعالی اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

شکوہ لفظی کے ساتھ بیان کی چُستی اور رفعت تخیل

راہ بنی میں کیا کمی فرشِ بیاضِ دیدہ کی　　چادرِ ظل ہے ملگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

شکوہ الفاظی اور تلازم لفظی کے ساتھ صوتی ہم آہنگی نے کلام کو کیسا وجد آفریں بنا دیا ہے

نئی دُلھن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
نہا کے نہروں نے وہ دمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے
چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

اعلیٰ حضرت رضا کا کمال یہ ہے کہ تلازم لفظی کے ساتھ صوتی ہم آہنگی کے اہتمام میں نہ الفاظ کے دروبست میں جھول پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی مضمون آفرینی کے باعث بے معنی تکلف اور آورد پائی جاتی ہے بلکہ اس میں زبان کا لطف اور اندازِ بیان کا تیکھا پن ایسا پایا جاتا ہے کہ زورِ بیان اور بھی سوا ہو جاتا ہے جیسے۔

فرشتے خدم، رسول حشم، تمام امم غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
بفورِ صدا سماں یہ بندھا یہ سدرہ اٹھا وہ عرش جُھکا
صفوفِ سما نے سجدہ کیا ہوئی جو اذاں تمہارے لئے

ایک دو شعر نہیں بلکہ اکثر کلام کا یہی رنگ ہے اور کلام کا بیشتر حصہ سلاست بیان ولطافت زبان کا بہترین نمونہ ہے۔ ان کے یہاں کلام کی صفائی بھی ہے۔ اعلیٰ روزمرہ بھی ہے اور بہتر معاملہ بندی بھی نازک خیالی بھی ہے۔ جذبات نگاری بھی۔ کمال بلاغت بھی ہے عروج فصاحت بھی۔ شوکت الفاظی بھی ہے معنی آفرینی بھی۔ تشبیہ واستعارہ کا رنگ بھی ہے مجاز وکنایہ کی قوس قزح بھی ہے اور شعر کی ہر خوبی جوش سوز وگداز، نازک خیالی، زبان، مضمون۔ رعایت، آمد، شستگی، صفائی، سلاست الفاظ کی شوکت، معنی کی ندرت، فکر کی بلندی، طرز کی تازگی، بیان کی شوخی۔ خوبصورت بندشیں اور نادر تراکیب بدرجہ کمال موجود ہیں۔ ادیب شہیر استاذ المکرم جناب حضرت شمس بریلوی مدظلہ العالی اپنی شاہکار تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت کے کلام کا بیشتر حصہ اسی سلاست اور لطافت زبان کا آئینہ دار ہے یہ دوسری بات ہے کہ جہاں کمالات نبوت خصائص نبوت اور مقام نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار فرماتے ہیں تو مضامین کی رفعت، خیال کی بلندی، شکوہ الفاظ قرآن پاک وحدیث شریف سے موضوع کا استدلال ایسی منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ جہاں زبان کی سادگی اور سلاست بمراحل پیچھے رہ جاتی ہے جب یہ بلند و وقیع مضامین موزونیت کا لباس پاکیزہ پہن کر جلوہ گر ہوتے ہیں تو کلام بلاغت کے منتہا پر پہنچ جاتا ہے اور زبان کا چٹخارہ، بیان کی سلاست، زبان کی روانی، محاوروں کا التزام ان بلند پایہ خصائص کا ساتھ نہیں دے سکا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جناب رضا قدس سرہ کو زبان وبیان پر عبور نہیں تھا ان کے پائیگاہ علم کے مقابل اردو زبان اور اس کی سلاست کی کیا حیثیت تھی وہ جہاں چاہتے سلاست وفصاحت کے دریا بہا دیتے تھے جہاں چاہتے تشبیہ واستعارہ سے کام لیتے اور جب چاہتے شعر کو صنائع و بدائع کے نگینوں سے مرصع فرماتے۔"

گویا اعلیٰ حضرت کا کلام بدیعیات کا بھی ایک ایسا شاہکار ہے کہ وہ اپنی مثال خود آپ ہے۔ اور فصاحت وبلاغت کا نادر نمونہ ہے۔ جو کلام ضعف تالیف، تنافر کلمات، تعقید لفظی ومعنوی۔ تکرار لفظی اور توالی اضافت سے پاک اور قیاس لغوی کی مخالفت سے مبرا ہو فصیح کہلاتا ہے اور جب یہی فصیح کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو کلام بلیغ کہا جاتا ہے۔ کلام فصیح وغیر فصیح میں تمیز علم لغت وصرف ونحو

سے حاصل ہوتی ہے۔ علم لغت سے غریب و مانوس الفاظ کا علم ہوتا ہے اور اسی سے قیاس لغوی کی مطابقت کا علم ہوتا ہے۔ علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کا پتہ چلتا ہے اور حروف و کلمات کے تنافر کا انکشاف انکشاف ہوتا ہے۔ تعقید لفظی و معنوی بھی مانع فصاحت ہیں پس تعقید لفظی سے محفوظ رہنے کے لئے علم معانی ایجاد کیا گیا اور تعقید معنوی سمجھنے کے لئے علم بیان رائج ہوا۔ چونکہ کلام فصیح و بلیغ میں صنائع لفظی و معنوی بھی شامل ہیں اس لئے علم بدیع وضع کیا گیا۔

علمِ بدیع اور کلام اعلیٰ حضرت: بدیع کا مادّہ بَدَع ہے جس کے معنی ہیں نئی بات کرنا اہلِ علم اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں البَدِیعُ وَالبَدعُ الشَّیُٔ الَّذِی یَکُونُ اَوَّلاً یعنی وہ شے جو سب سے پہلے پیدا ہوئی ہو اور اس سے پہلے کچھ نہ ہو۔ بدیع کے معنی "المُحدَثُ العجیبُ" (عجیب نئی چیز) کے بھی ہیں اور بدیع بمعنی مُبْدِع" بھی آتا ہے جیسا قرآن مجید میں ہے بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ (پ ۱ البقر آیت ۱۱۷) گویا بدیع اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اس کے علاوہ بدیع اپنے مفعولی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی نئی معلوم کی ہوئی یا نئی ایجاد کی ہوئی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ اسی بنا پر خلفائے عباسیہ کے دور میں نئی نئی ادبی تشبیہات و استعارات اور صنائع کو بدیع کہنے لگے اس کے بعد یہ اصطلاح اپنے وسیع تر مفہوم میں ہر ادبی حسن کے لئے استعمال ہونے لگی یہاں تک کہ بدیع ایک علم کی حیثیت سے مرتب ہوا اور ادبی دنیا میں بلاغت' کا ایک ایسا شعبہ قرار پایا جس کا تعلق ادبی اسلوب میں حسن پیدا کرنے سے رہا ہو

دوسری صدی ہجری میں بشار، مسلم بن ولید اور العتائی جیسے عہد عباسی کے شعرا نے شعری صنعت صنعت گری کے اس فن کو اس قدر وسعت دی کہ صنائع کا استعمال وسیع پیمانے پر ہونے لگا۔ اس کے بعد ابن المعتز نے اس علم پر محققانہ کام کیا اور بدیع کو پانچ بڑی انواع میں تقسیم کیا یعنی استعارہ تجنیس، طباق و تضاد، ردّ العجز علی الصّدر اور لف و نشر۔ فن بدیع کو ان پانچ پر تقسیم کرنے کے باوجود ابن المعتزّ کو احساس ہوا کہ یہ تعداد کم و بیش بھی ہوسکتی ہے اس احساس کی بنا پر اس نے بارہ محاسن کا اور اضافہ کیا۔ اس کے ایک صدی کے بعد یعنی چوتھی صدی ہجری میں ابو ہلال عسکری نے فن بدیع کو ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اس کی چھتیس ۳۶ انواع بیان کیں۔ ابن رشیق نے اپنی کتاب

"العمدہ" میں "المخترع والبدیع" کے عنوان کے تحت ساٹھ سے زائد انواعِ بدیع کی توضیح کی ہے۔
بقول ابن خلدون مغربی ممالک اسلامیہ شمالی افریقہ اور اندلس میں ابن رشیق کی کتاب "العمدہ" بہت
مقبول ہوئی۔ چنانچہ وہاں علم بدیع کی بڑی قدر دانی اور ترویج ہوئی۔ چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور
ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں السکاکی کی بدولت علم بدیع کی تاریخ کا علم البلاغت کی ایک
جداگانہ شاخ کی حیثیت سے نیا دور شروع ہوا۔ آٹھویں صدی میں علم بدیع کے دو حصے بیان کئے
گئے یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پھر ان کی متعدد قسمیں اور صورتیں تحقیق ہوئیں۔ پس کلام کا حسن
اور شاعری کا جمال صنائع وبدائع کا معتدل استعمال قرار پایا۔ چونکہ اس سے کلام کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے
اس لئے بدیعات کو لوازم شاعری شمار کیا جاتا ہے اور عربی فارسی کی طرح اردو زبان کے ہر صنف سخن
میں ان کا ہمیشہ استعمال ہوتا رہا ہے چنانچہ جس دور میں اعلیٰ حضرت عقیدت کے نغموں اور پُر از جذباتِ
خلوص نعتوں سے روحوں کو گرما رہے تھے شعراء صنائع وبدائع سے اپنے کلام کو رنگین بنا رہے تھے
خصوصاً محسن کاکوروی شہیدی، امیر مینائی اور علامہ اقبال وغیرہم نے اپنے نعتیہ کلام میں صنائع
کا استعمال کیا۔ حضرت محسن کاکوروی نے تو اپنے لامیہ قصیدے کی تشبیب میں مبالغہ اور دوسری
بدائع کے جوہر دکھاتے ہیں لیکن اس قصیدے کے نعتیہ اشعار میں بدائع کا یہ زور کہاں۔
کیوں کہ جہاں نعت میں مبالغہ اور غلو کا گذر نہیں وہاں دوسری صنائع کے استعمال کے لئے
بھی بڑے سلیقے اور ڈھنگ کی ضرورت ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس عنوان سے بھی بڑی چابکدستی
دکھائی ہے کہ انوکھا بانکپن اور حسین نکھار پیدا ہو گیا ہے۔ بدائع کے استعمال میں ایسی ندرت
ہے کہ سلاست وبندش کی خوبی اور طرز ادا کی دلکشی دوچند ہو گئی ہے۔ اس صنعت گری کی مناسبت
سے اعلیٰ حضرت رضا کے کلام کی جھلکیاں دیکھئے۔

بدیعات کے دو پہلو ہیں خارجی وداخلی، ظاہری وباطنی ہیں اس لئے صنائع کی دو قسمیں کی گئی
ہیں یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پہلے انواع صنائع لفظی کے نمونہ ہائے کلام سے لطف اٹھائیے۔

صنائع لفظی تو بہت ہیں مثلاً تجنیس تام، تجنیس مرکّب، تجنیس محرّف۔ تجنیس خطی۔
اشتقاق۔ معاد۔ لزوم، قطع الحروف منقوط۔ مہملہ۔ رقطا۔ خیفا۔ ترصیع اور توشیح وغیرہ لیکن میں
یہاں چند مشہور صنائع لفظی کا انتخاب کلام پیش کروں گا

صنعت تجنیس: کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تعداد نقاط و اعراب میں ایک ہی جیسے ہوں لیکن ان کے معنی الگ الگ ہوں۔ تجنیس کی کئی قسمیں ہیں لیکن ان کا استعمال تکلف و تصنع سے پاک ہو صنائع کے استعمال کا کمال ہی یہ ہے کہ ان کا استعمال اس قادر الکلامی کے ساتھ ہو کہ آمد کا رنگ غالب رہے زور کلام اور حسن بیان متاثر نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت کا یہی کمال ہے کہ صنائع کے استعمال سے مضمون آفرینی اور بندش کی چستی وغیرہ پر کوئی اثر نہیں پڑا جیسے۔

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تری مت ہی نرالی ہے

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

صدقے میں تیرے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول

قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو ان کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لیئم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم
آپ عارض ہو مگر آئینہ دار عارض

صنعت اشتقاق:۔ ایک مادہ سے نکلے ہوئے الفاظ لانا۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منھ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

صنعت تلمیع: کلام میں کسی دوسری زبان کے جملے استعمال کرنا یا شعر کا ایک

مصرعہ ایک زبان میں اور دوسرا مصرعہ دوسری زبان میں کہنا اس کے لئے تبحر علمی اور قادر الکلامی کی ضرورت ہے کہ زبان کا حسن اور بیان کی روانی ہاتھ سے نہ جانے پائے اس صنعت کا معرکتہ الآرا نمونہ اعلیٰ حضرت کی وہ نعت ہے جس کا مطلع یہ ہے

لَمْ يَاتِ نَظِيْرُكَ فِيْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو تجھ کو شہ دوسرا جانا

یہ تو اشعار کی نعت چار زبانوں میں لکھی گئی ہے اس کی مثال کسی دوسرے کے یہاں شاذ ہی ہو گی اور اعلیٰ حضرت کے ہمعصروں کے یہاں تو یقیناً نہیں ہے۔ دو اور مثالیں۔

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ	ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے
مَنْزِلٌ مِنْ قَصَبٍ لَانَصَبٌ لَاصَخَبٌ	ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

صنعت اقتباس : ۔ قرآن پاک کی آیت یا اس کا جزو یا حدیث شریف کا ٹکڑا کلام میں لایا جائے جیسے۔

آتے رہے انبیا كَمَا قِيْلَ لَهُمْ	وَالْخَاتَمُ حَقُّكُمْ کہ خاتم ہوئے تم
لَيْلَةُ الْقَدْرِ میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق	مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
معنی قَدْ رَاٰی مقصدِ مَا طَغٰی	نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام
اَنْتَ فِيْهِمْ نے عدو کو بھی لیا دامن میں	عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

صنعت عکس مستوی : ۔ ایک عبارت بیان کرنا پھر اس کو الٹ کر اس طرح بیان کرنا کہ تراکیب الفاظ وہی رہے

یہ سر ہو اور وہ خاک در وہ خاک در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

پہلے مصرعہ میں " یہ سر ہو اور وہ خاک در " کہا پھر اسے الٹ کر بیان کیا " وہ خاک در ہو اور یہ سر " اس سے شعر میں حسن پیدا ہو گیا۔

صنعت ترصیع : ۔ شعر کے تمام الفاظ آپس میں ہم وزن اور بالترتیب قافیہ ہوں جیسے۔

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

اب **صنائع معنوی کی بہار دیکھیئے**: صنائع معنوی یوں تو بہت ہیں مثلاً تضاد۔ ایہام۔ رجوع لف ونشر مرتب وغیر مرتب۔ مبالغہ۔ حسن تعلیل۔ توجیہہ۔ تلمیح۔ مراۃ النظیر وغیرہم لیکن میں چند مشہور صنائع کا بیان کروں گا۔ صنائع لفظی کی طرح صنائع معنوی کا استعمال بھی اعلیٰ حضرت نے نہایت خوبی سے کیا ہے۔

صنعت تضاد: کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو معناً ایک دوسرے سے متضاد و مخالف ہوں جیسے۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

کریم اپنے کرم کا صدقہ لیئم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

آسماں خواں، زمیں خواں، زمانہ مہماں   صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں   اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام   خود ہے دامن کش بلبل گل خندان عرب

صنعت ایہام: ایک ایسا لفظ لانا جس کے دو معنی ہوں اور کسی قرینہ سے جو معنی وہاں فوراً سمجھ میں آتے ہوں وہ مقصود نہ ہوں بلکہ دوسرے معنی مراد ہوں۔

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا   اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول

حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا   چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا   جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

صنعت تنسیق الصفات: کلام میں ممدوح کی متعدد صفات کا بیان کرنا۔

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل   جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول   لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح الامیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

صنعت مراعاۃ النظیر: کسی ایک لفظ کو بنیاد قرار دے کر اس کے مناسبات بیان کرنا۔

بزمِ ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو
ساری بہارِ ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

گیت کلیوں کی چٹک غزلیں ہزاروں کی چہک
باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانہ تیرا

ان ہی کی بو مایۂ سمن ہے ان ہی کا جلوہ چمن چمن ہے
ان ہی سے گلشن مہک رہے ہیں ان ہی سے رنگت گلاب میں ہے

صنعت حسن تعلیل: کسی امر کی وجہ بطور لطیفہ کے بیان کرنا جب کہ اصل میں وہ وجہ نہ ہو۔

تیل کی بوند ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا — صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی — نگارِ مسجدِ اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

باغِ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج — قمریِ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر — جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغِ جگر مٹائے کیوں

صنعت لف نشر: پہلے مصرعہ میں چند چیزیں بیان کرنا پھر اسی کی مناسبات دوسرے مصرعہ میں بیان کرنا۔ اگر امور و مناسبات بالترتیب بیان کئے گئے ہیں تو لف و نشر مرتب ورنہ لف و نشر غیر مرتب۔ لف و نشر مرتب کی مثالیں کلام رضا میں

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں درِ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول

شاخِ قامتِ شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب ہیں
سنبل و نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

خوار و بیمار خطا وار گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

صنعت لف ونشر غیر مرتب

دیکھو قرآن میں شبِ قدر ہے تا مطلعِ فجر — یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

دل بستہ بے قرار جگر چاک اشکبار — غنچہ ہوں گل ہوں برق تپاں ہوں کباب ہوں

مشکبو زلف سے رخ چہرے سے بالوں میں شعاع — معجزہ ہے حلب و زلف و تتارِ عارض

صنعت تلمیح : کلام میں کسی واقعہ یا روایت کی طرف اشارہ کرنا

کیوں جناب بو ہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر
جس سے ستّر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

ہیں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں - انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

آپ نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نے صنائع و بدائع کا استعمال بھی اس خوبی سے کیا ہے کہ زورِ بیان سلاستِ زبان اور بندش وچستی پر حرف نہیں آنے دیا۔ وہ اپنی ان ہی فنی خوبیوں کی بدولت اپنے ہمعصروں میں منفرد نظر آتے ہیں ۔ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں "تبحرِ علمی زورِ بیان اور دل بستگی و عقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا (مقالہ اردو نعت) اعلیٰ حضرت کی شاعری میں اگر ایک طرف حسین تشبیہات، لطیف استعارات، بلیغ کنایات اور مجاز مرسل کے پاکیزہ قرینے موجود ہیں تو دوسری طرف صنائع بدائع کے استعمال سے کلام میں ندرت پیدا ہو گئی ہے انہوں نے جو بات بھی کی ہے نہایت دلکش انداز اور لطیف پیرائے میں کی ہے۔ انہوں نے اس میدان میں اپنی شہسواری و ہنرمندی کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ اہلِ علم ان کو اپنے اس دعویٰ میں سچا مانتے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

جناب عبدالنعیم عزیزی صاحب (ایم۔اے) کا تعلق انڈیا سے ہے۔ وہ ایک ذہین وطباع اور منفرد قلمکار ہیں۔ مختلف ادبی، سیاسی اور مذہبی جریدوں اور رسالوں میں ان کے افسانے، انشائیے اور مقالات چھپتے رہتے ہیں۔ صحافت کے فن سے بھی آشنا ہیں اور کئی مذہبی، ادبی رسالوں کی ادارت بھی کرچکے ہیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں آج کل بھارت سے شائع ہونے والے بین الاقوامی اردو مذہبی رسالہ "سنی دنیا" (بریلی) کی ادارت فرمارہے ہیں اور بریلی میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نبیرہ الحاج مفتی شاہ محمد اختر رضا خان ازہری کے معتمد اور خادم خاص کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کو اردو، انگریزی اور ہندی زبان پر مکمل دسترس حاصل ہے شعر بھی کہتے ہیں لیکن طبیعت میں جدت پسندی ہے جس کا بھرپور اظہار اس مضمون میں کیا ہے۔

ادارہ

کلامِ رضا میں محاکات

(پیکر تراشی)

مولانا عبدالنعیم عزیزی (علیگ)

جدید شاعری میں پیکر تراشی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اردو شاعری میں پیکر کی اصطلاح انگریزی ادب سے لی گئی ہے۔ جدید اُردو شعراء کے یہاں پیکر تراشی کا رجحان زیادہ ہے اور جدید شاعری کی پیکریت میں تصویری حسن، خیال کی ندرت اور فضا سے معنویت بڑھی ہے اور اس نئی شاعری کے پیکر اپنے دور کے تہذیبی اور معاشرتی حالات کا نتیجہ ہیں۔

پرانی شاعری میں بھی پیکر تراشی کے نمونے ملتے ہیں مگر وہ قدیم روایت کے مظہر ہیں پیکر کے دو مفہوم عام ہیں۔ ایک نفسیاتی و تجریدی ہے جس میں پیکر کو تصور عکس اور ذہنی شبیہ تصور کیا جاتا ہے۔ اور دوسرا لسانی ہے۔ جس میں پیکر کو زبان کی مختلف شکلوں یعنی تشبیہ واستعارہ اور لفظی تصویر وغیرہ خیال کیا جاتا ہے پیکر کا پہلا مفہوم نفسیات اور دوسرا ادب سے قریب تر ہے پیکر کے ادبی تصور کی جھلک "وصف مصوری" اور محاکات" کی تعریفوں میں ملتی ہے۔ محاکات کی تعریف وصف اور مصوری کی تعریفوں کے مقابلے میں پیکر کی تعریف سے زیادہ قریب تر ہے کیونکہ اس میں "چیز اور حالت" دونوں کا تصویر آنکھوں میں پھرنے کی شرط ہے اور یہ تعریف ذہنی پیکریت اور لسانی پیکریت، دونوں جانب اشارہ کرتی ہے پھر بھی اُردو کی پرانی اصطلاح پیکر کے مفہوم کو ادا نہیں کرتی۔

مس ڈالی کا خیال ہے کہ پیکر کو محض مادی یا مادی تصویر کی حیثیت سے نہیں دیکھنا چاہیئے جس میں ایک قسم کی حسّی خصوصیّت ہوتی ہے۔ مس الیس پرجیون پیکر کی اصطلاح کو تشبیہ، استعارہ اور ان کے تمام مرکبات یا ان جیسی چیزوں کے لئے استعمال کرتی ہیں۔

سی۔ ڈے لیوس کا خیال ہے کہ پیکر لفظوں سے بنائی گئی تصویر ہے اور اس خصوصیّت کی وجہ سے فوگل پیکر کو شاعری کے حسّی عناصر قرار دیتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ پیکریت میں محض ذہنی پیکر ہی شامل نہیں جو حواسِ خمسہ یا دوسرے نفسیاتی ردِ عمل یا فطری کیفیتوں سے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس میں خیال و پیکر کے مرکبات اور الفاظ کی وہ تمام صورتیں شامل ہیں جو پیکر تراشی کرتی ہیں اور اس کی تشکیل میں مدد کرتی ہیں۔ اگرچہ پیکر، حسی اور ادراکی ہوتا ہے مگر یہ کسی غیر حسّی شئے کی نمائندگی کرتا ہے اور کسی داخلی شئے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ بیک وقت ذہنی خاکہ، اظہار بیان اور استعارہ کی تمام صورتوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ پیکریت کی تمام تعریفوں کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ذہنی پیکریت (۲) مجازی پیکریت (۳) تجسیمی پیکریت۔

ذہنی پیکریت: جو تعریفیں پیکر کو خالص ذہنی پیکر قرار دیتی ہیں وہ نفسیاتی ہیں۔ ہر شخص کی پیکر تراشی کی عادت جداگانہ ہوتی ہے اس لئے ایک چیز کے پیکر مختلف ذہنوں میں مختلف ہوتے ہیں۔

مجازی پیکریت:۔ اس میں خیال اور لسانی شکلوں پر گفتگو کی جاتی ہے اور اظہار خیال کو زیادہ جامع بناتی ہے اور زبان استعاروں کے ذریعہ نمو پذیر ہوتی ہے۔

تجسیمی پیکریت:۔ اس میں پیکروں کے عمل پر بحث کی جاتی ہے خواہ پیکر لغوی ہوں یا مجازی اس کے دائرے میں دونوں شامل ہیں۔ پیکر شاعر کے وجدان و بصیرت اور داخلیت کا انکشاف کرتا ہے اس کے ذہن کی حسّی صلاحیت اور اس کے مزاج و کردار کا مظاہرہ کرتا ہے۔

جدید شاعروں کے یہاں پیکر کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) آنگن کی راکھ ریشمی آنچل میں لس گئی۔ جوڑے کے ساتھ سوکھ گئے پھول پیار کے۔

(وزیر آغا)

(۲) ہمارے گھر کی دیواروں پہ ناصر ...... اداسی بال کھولے سو رہی ہے۔

(ناصر کاظمی)

(۳) دریوزۂ بہار کی خاطر ہر ایک شاخ پھیلی ہوئی ہے دستِ طلبگار کی طرح۔

(انور صدیقی)

(۴) چہرہ کے گرد ایسا ہے ہالہ عتاب کا، جیسے ہو چودھویں کو سمندر کے منہ میں جھاگ

(کرامت)

مندرجہ بالا اشعار میں آنگن کی راکھ کا ریشمی آنچل میں بسنا اور جوڑے کے ساتھ بہار کے پھول کا سوکھنا، ہر شاخ کا دریوزۂ بہار کی خاطر دستِ طلبگار کی طرح پھیلنا اور چودھویں کی چاندنی میں سمندر کے منہ میں جھاگ ہونا۔ یہ سب ایسے استعارے ہیں جو ان اشعار کی پیکریت کی تشکیل کرتے ہیں۔

پیکروں کو ان کے تراش کے سرچشموں اور ان کے اندازِ عمل کی بنیاد پر الگ الگ نام دیئے گئے ہیں۔ حسیّ اور ادراکی پیکروں کو حواسِ خمسہ کی نسبت سے نام دیئے گئے ہیں۔

بصری پیکر: جو کسی چیز یا واقعہ اور حالت کو دیکھنے سے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔

پیکرِ سامعہ: جو کسی چیز، واقعہ یا حالت کی کھٹک سننے سے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔

پیکرِ شامہ: کسی پیکر سے جو خوشبو سا ابھرتی ہے اسے پیکرِ شامہ کہتے ہیں۔

پیکرِ ذائقہ: ذائقہ سے ابھرنے والے پیکر کو کہتے ہیں۔

لمسی پیکر: کسی شے کو چھونے سے جو پیکر ابھرتا ہے اسے لمسی پیکر کہتے ہیں۔

ان پیکروں کے علاوہ جدید ناقدین نے آگ وحرارت، سردی، روشنی، رنگ، سکوت اور حرکت کے احساس کی بنیاد پر بھی پیکروں کی تقسیم کی ہے اور انھیں آتشیں پیکر، برودتی پیکر، نوری پیکر، رنگین پیکر جامد پیکر اور متحرک پیکر وغیرہ کے نام دیئے گئے ہیں۔

اب ہم ایک ایسے شاعر کے یہاں پیکر تراشی کا جائزہ لیں گے جو انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے دورِ اوّل کا شاعر ہے۔ یعنی امام احمد رضاؔ فاضل بریلوی۔ حضرت رضا قدس سرہٗ العزیز خالص مذہبی شاعر ہیں۔ ان کی شاعری نعت، منقبت کی شاعری ہے۔ لیکن ایسے تنگنائے بیان میں بھی انھوں نے پیکر تراشی کے وہ جلوے دکھائے ہیں کہ ان کا کلام باغِ کامرانی کا سدا بہار پھول بن گیا ہے۔ جو قارئین وسامعین کے ذوق وجدان اور بصیرت کو نور ونکہت میں شرابور کر دیتا ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) اشک کہتے ہیں یہ شیدائی کی آنکھیں دھو کر
اے ادب گرد نظر ہو نہ غبارِ دامن

(۲) زبانِ خار کس کس درد سے انکو سناتی ہے
تڑپنا دشتِ طیبہ میں جگر افگار فرقت کا

(۳) زبانیں سوکھی دکھاکے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑگئے تھے

(۴) سبزۂ گردوں جھکا تھا بہرِ پا بوسِ بُراق
پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا

(۵) کب سے پھیلاتے ہیں دامن تیغِ عشق
اب تو پائیں زخم دامن دار ہم

(۶) تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصلِ سمن گوندھ کے سہرا تیرا

(۷) اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑگئے لاکھوں
مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک

(۸) مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن
گیا جو کاسۂ مہ لے کے شب گدائے فلک

(۹) ہر خط کف ہے یہاں لے دست بیضائے کلیم
موجزن دریائے نور بے مثالی ہاتھ میں

(۱۰) اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

(۱۱) جب صبا آتی ہے طیبہ سے اِدھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رُخِ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں

(۱۲) سرسبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

(۱۳) پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفٰے کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

(۱۴) ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی جبیں سائی
نگاہ مسجد اقدس میں کیا سونے کا پانی ہے

(۱۵) اٹھی جو گردِ رہِ منوّر وہ نُور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل اُمنڈ کے جنگل اُبل رہے تھے

مندرجہ بالا اشعار میں اشک کا کہنا اور شیدائی کی آنکھ دھونا، زبان خار کا جگر افگار فرقت کا درد سنانا، موجوں کا سوکھی زبانیں دکھانا، بھنور کی آنکھوں میں حلقے پڑنا، سبزہ گردوں کا نور کا کوڑا کھانا، تیغ عشق کا دامن پھیلانا، فصل سمن کا سہرہ گوندھ کر لانا، فلک کے پیروں میں ستاروں سے چھالے پڑجانا اور اس کے پیروں کا تھکنا، گدائے فلک کا منہ کا کاسہ لے جانا، اور دریائے نور کا ہاتھ میں موجزن ہونا، خار طیبہ کا دل میں آنا اور دیدہ تر کو خبر نہ ہونا۔ کلیوں کا کھلکھلانا اور پھولوں کا جامہ سے نکل کر رخ رنگین کی تنا کرنا، وصل کا سر سبز اور ہجر کا سیہ پوش ہونا اور جگر کی حالت کا دوپٹوں سے چمکنا کیف کے پردوں کا جلنا، مہر کا دیوار و در پر جبیں سائی کرنا، راہ منور کی گرد سے نور کا برسنا اور جنگل کا امنڈ کے ابلنا ایسے استعارے ہیں جو ان اشعار کی پیکریت کی تشکیل کرتے ہیں ان پیکروں میں بصری پیکر، سماعی پیکر اور دوسرے حسیاتی عناصر بھی شامل ہیں اور مزاج کے اعتبار سے کہیں متحرک کہیں جامد کہیں رنگین کہیں یاداشتی اور کہیں بے رنگ بھی ہیں۔ یہ پیکر تازگی اور معنویت بھی پیدا کرتے ہیں اور شاعر کے داخلی وجدان اور جمالیاتی تجربوں کے نقوش کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

اب الگ الگ مختلف پیکروں کا تجزیہ بھی حضرت رضا کی شاعری میں دیکھیے۔

(۱) بصری پیکر:

کاش آویزہ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا || دلہن بن کر نکلی دعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا || بڑھی ناز سے جب دعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے
اتا کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

مندرجہ بالا اشعار میں دل کا آویزۂ قندیلِ مدینہ ہونا، اور اس کی سوزش سے رشکِ چراغاں ہونا، دُعا کا دلہن بن کے نکلنا، اجابت کا گلے سے لگانا اور دُعا کا ناز سے بڑھنا، وصل و فرقت کا گلے ملنا اور چاند سورج کا مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگنا، ایسا لگتا ہے کہ یہ سائے کے سارے جسم بن گئے ہیں اور ان کی تصویروں کو ہم کھلی آنکھوں سے ان کی ایک ایک ادا اور حرکت کے ساتھ معائنہ کر رہے ہیں۔ یہ پیکر تراشی کا کمال ہے اور یہ بصری پیکر کی بہترین مثالیں ہیں۔

(۲) سماعی پیکر:

کسی وحشی کی خاک اڑ کر چمن میں آ گئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھتا شورِ مستانہ سلاسل کا

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز   چہچہا کہرام ہو ہی جائے
پہلے ہو انکی یاد کہ پائے جلا نماز   یہ کہتی ہے اذان جو پچھلے پہر کی ہے

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

بگولوں سے سلاسل کا شورِ مستانہ اٹھنا، آواز کا ساز بدلنا اور چہچہے کا کہرام ہو جانا، اذان کا کہنا سنگریزوں کا ہاتھ میں شیریں مقالی پانا، سماعی پیکر کی تصویریں ہیں۔

(۳) لمسی پیکر:

جس نے بیعت کی بہارِ حسن پر قربان رہا
ہیں لکیریں نقشِ تسخیرِ جمالی ہاتھ میں

بیعت کرنا یعنی ہاتھوں میں ہاتھ دینا۔

دھو چکا ظلمتِ دل بوسۂ سنگِ اسود   خاک بوسیٔ مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو

بوسۂ سنگِ اسود سے ظلمتِ دل کا ڈھل جانا   اور مدینہ کی خاک کے بوسہ کا رُتبہ دیکھنا وغیرہ

(۴) پیکرِ شامہ:

بسی عطرِ محبوبِ کبریا سے
عبائے محمد قبائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یاں بوئے قمیض
یوسفستان ہے ہر ایک گوشۂ کنعان عرب

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

محبوبِ کبریائی سے عطر کا بہنا، کوچہ کوچہ میں بوئے قمیص کا مہکنا، ہر اک گوشہ کا یوسفستان ہونا، بو کا مایۂ سمن ہونا اور گلشن کا مہکنا۔

(۵) پیکرِ ذائقہ

لب پہ آجاتا ہے جب نام جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

آ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضاؔ
مشتاق طبع لذتِ سوزِ جگر کی ہے

جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزشِ عشق چشم والا
کبابِ آہو میں بھی نہ پایا مزہ جو دل کے کباب میں ہے

منہ میں شہدِ نایاب کا گھل جانا، طبع کا سوزِ جگر کی لذت کا مشتاق ہونا، دل کے کباب میں مزہ پانا۔

(۶) رنگین پیکر:

بو ہو کے نہاں ہو گئے تابِ رخِ شہ میں
لو بن گئے ہیں اب تو حسینوں کا دہن پھول

خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعمت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

ہیں عکسِ چہرہ سے لبِ گلگوں میں سرخیاں ڈوبا ہے بدرِ گل سے شفق میں ہلالِ گل

جوشش ابر سے خونِ دلِ فردوس گرے — چھیڑ دے رگ کو اگر خارِ بیابانِ عرب

جس تبسّم نے گلستاں پہ گرائی بجلی! — پھر دکھادے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو

آب زر بنتا ہے عارض پہ پسینہ نُور کا
مصحف اعجاز پہ چڑھتا ہے سونا نُور کا

حسینوں کے دہن کا پھول بننا، خوشی کے بادل کا اُمنڈنا، دلوں کے طاؤس کا رنگ لانا، عکس چہرہ سے لب گلگوں میں سُرخیاں ہونا، بدرِ گل کا شفق میں ہلال گل کا ڈوبنا، خون دِل فردوس گرنا، رگ بیابان عرب کے خار سے چھیڑنا، تبسم کا گلستاں پر بجلی گرانا، گل خنداں کی اداؤں کو دیکھنا، نور کے پسینہ کا عارض پر آب زر بننا، مصحف اعجاز پر سونے کے پانی کا چڑھنا۔

(۷) متحرک پیکر:

کمان امکاں کے جھُوٹے نقطو تم اوّل و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

پائے شہ پر گرے یارب تپش مہر سے جب — دل بیتاب اڑے حشر میں پارا ہو کر

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال — ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

ہر چراغِ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں

کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی — یوُں جائیے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

محیط کا چلنا، دل بیتاب کا حشر میں پارا پارا ہو کر اڑنا، حریم حق کے مشکیں غزال کا فضائے لامکاں تک رِمنا ہونا، ہر چراغ مزار پر قدسیوں کا پروانہ وار پھرنا، براق سبک روی کا اس سے کہنا اس طرح جانے کی کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو۔

(۸) جامد پیکر:

عبرت فزا ہے شرمِ گناہ ہے مرا سکوت
گویا لبِ خموشِ لحد کا جواب ہوں

آنکھیں کچھ کہتی ہیں تجھ سے پیغام　　　او درِ یار کے جانے والے
جو دل نے مرمر کے جلایا تھا منتوں کا چراغ　　　ستم کہ عرضِ رہِ صرصرِ زوال کیا

شرمِ گناہ سے سکوت کا عبرت فضا ہونا، لبِ خموش کا لحد کا جواب ہونا، آنکھوں کا پیغام، منتوں کے چراغ کا زوال پذیر ہونا۔

(۹) آتشیں پیکر:

یہ ان کے جلووں نے کیں گرمیاں شبِ اسریٰ
کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے　　　جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے
اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اُٹھ　　　دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے
لطفِ برقِ جلوۂ معراج لایا وجد میں!　　　شعلۂ جوّالہ ساں ہے آسمانِ سوختہ
خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا　　　جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

شبِ اسریٰ میں جلووں کی گرمیاں، مہرِ انور کا نقاب اٹھنا، جلالِ رخسار کا گرمیوں پر ہونا اور اس کی اہمیت سے فلک کو تپ چڑھنا اور انجم کے آبلوں کا تپکنا، عشق کی آگ سے جہنم کی آگ کو بجھانا، آسمان سوختہ کا شعلہ جوّالا سا ہونا، عشق میں خاک ہونا۔

(۱۰) نوری پیکر:

تابِ سُم سے چوندھیا کر چاند اُنھیں قدموں پھرا
ہنس کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

میں نے کہا کہ جلوۂ اصل میں کس طرح گمُیں
صبح نے نورِ مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوُں

تابِ حسن گرم سے کھِل جائیں گے دل کے کنول
نو بہاریں لائیں گی گرمی کا جھلکا نور کا

وہ چمکیں بجلیاں یا رب تجلی ہائے جاناں سے
کہ چشم طور کا سرمہ ہو دل مشتاق رویت کا

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

نہاکے نہروں نے وہ دمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لیکے چلے — اندھیری رات سنی تھی چراغ لیکے چلے
منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد — اے خضر لے خبر، مری اے ماہ لے خبر
شب یاد تھی کن دانتوں کی شبنم کہ دم صبح — شوخانِ بہاری کے جڑاؤ ہیں کرن پھول

وہی نور حق وہی ظل رب ہے اسی سے سب ہے اسی کا سب
نہیں اس کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

"تاب سُم سے چاند کا چوندھیا کر انھیں قدموں پھرنا۔ بجلی کا ہنسنا، نور کا چھلاوا، صبح نُور "تاب حسنِ گرم" گرمی کا جھلکا، بجلیوں کا چمکنا، جاناں کی تجلیاں، نور کی خیرات، مہر و ماہ آبِ رواں کا چمکتا لباس، لحد میں داغ عشق رُخ شہ کا لیکے چلنا، اندھیری رات میں چراغ لیکے چلنا، خضر، ماہ، دانتوں کی چمک، حق کا نور، یہ سب نور کی علامتیں ہیں

حضرت رضا کی شاعری دراصل نُور کی شاعری ہے۔ اس نور کی شاعری جس سے زمانہ معمور ہے اور جو اللہ کا نور ہے۔ یعنی نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے یہاں نوری پیکروں کی بھرمار ہے "آتشیں پیکر" اور "نوری پیکر" بہت قریب تر ہیں ایک دوسرے سے پھر بھی دونوں کی الگ الگ مثالیں ملتی ہیں۔

الغرض حضرت رضا قدس سرہٗ کی شاعری کی پیکریت قدیم ہوتے ہوتے بھی اپنی ایک آب و تاب رکھتی ہے

عورت اور زیارت قبور

۔ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز نہیں، ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھئے کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے:۔

ــــــ جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے۔ اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔

ــــــ جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔

ــــــ جب قبر تک پہنچتی ہے میّت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔

ــــــ جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم)

بناؤ سنگھار

عورتوں کو اپنے شوہروں کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگھار کرنا باعث اجر عظیم اور ان کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے۔ بلکہ عورت کا باوصفِ قدرت بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے تشبیہہ ہے۔ (عرفان شریعت)

اجنبی عورت

اجنبی آزاد عورت کی منہ کی صرف ٹکلی، جس میں کان یا گلے یا بالوں کا کوئی ذرّہ داخل نہیں اور ہتھیلیاں اور تلوے دیکھنا اگرچہ حرام نہیں کہ ترک فرض نہیں، ہاں مکروہ تحریمی ہے کہ ترک واجب ہے مگر اس کے ان مواضع کا بھی چھونا مطلقاً حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اوّل)

ڈاکٹر طلحہ برق رضوی صاحب کا تعلق انڈیا کے معروف قلمکاروں میں ہوتا ہے۔ آپ انڈیا میں صوبہ بہار سے تعلق رکھتے ہیں جس کی زرخیز زمین سے بے شمار علمی شخصیتوں نے جنم لیا ہے۔ علمی و ادبی حلقوں میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور متعدد تحقیقی مضامین لکھ چکے ہیں۔ آپ نے کلام رضاؔ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایک بہت ہی عمدہ اور تحقیقی مضمون تحریر فرمایا ہے جس میں آپ نے کلام رضا کو قرآن و حدیث کی تفسیر قرار دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ کلام رضاؔ قرآن و سنت کی تعلیمات کا آئینہ دار ہے۔

تہذیب و ثقافت فلسفۂ حیاتِ انسانی کے دو روشن ترین باب ہیں۔ ہر تہذیب ایک مذہب سے وابستہ ہے اور ثقافت اس کی اعلیٰ قدروں کی نمائندہ۔ ثقافت بنی نوعِ انسان بلکہ انسانیت کی ترقی کی آئینہ دار و ترجمان ہے۔ یہ دراصل عبارت ہے افرادِ قوم کی جمالیاتی حس، بلکہ جمالیاتی شعور کی بیداری سے مشہور فلسفی کانٹ نے جمالیاتی شعور کو حس اور عقل کا مقام اِتّصال کہا ہے۔ حسن و جمال کی اہمیّت قرآن حکیم کی بے شمار آیات کریمہ سے واضح ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ سورۃ النحل

خٰلِدِيْنَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ (سورۃ الفرقان ۷۶)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً ...... ۝۲۰۱ (سورۃ البقرۃ)

قرآن حکیم ایک مکمل نظام حیات اور ایک بے مثل دستور العمل ہے۔ انسان کی ظاہری و باطنی انفرادی و اجتماعی زندگی کس طرح اعتدال و توازن، لذّت و سرور اور کیف و طمانیت سے ہمکنار ہے وہ اپنے معبود کے حضور کس شان عبدیت کا اظہار کرے آخرت کی اس کھیتی کو کس انداز سے شاداب

ہو سرسبز رکھے، کہ انجام کار حسن مآب کی منزل نصیب ہو؟ یہ سب کچھ ہمیں اسی اُمّ الکتاب سے حاصل ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ کوئی شئے ایسی نہیں جس کا ذکر اس میں موجود نہ ہو۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٥٩ (سورۃ الانعام)

حسن وجمال دراصل نظر افروزی و سرور انگیزی کی منزّہ و نا مصوّر شئے ہے۔ منزل "حسن مآب" یعنی جنت الفردوس میں مومن کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت افزا نعمت اور کیا ہو گی کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی کے دیدار سے مشرف ہو۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝٢٥ (سورۃ صٓ)

اس کے دیدار سے جس کی مثل کوئی شئے نہیں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ط اور جو سراپا کمال ہے اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ اسے حسن پسند ہے وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ اور تمہاری صورتیں بنائیں تو کیا ہی حسین صورتیں بنائیں التغابن ۳۔ حتیٰ کہ اَلَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط خَلَقَهٗ (اس نے جو چیز بھی بنائی حسین بنائی) سورہ سجدہ آیت ۷۔ فطرتِ انسانی بھی ایک شئے ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط (روم) اور ارشاد باری ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤ (بلاشبہ ہم نے انسان کی فطرت کو بہت ہی حسین بنایا ہے) سورۃ والتین۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (سورۃ المومنون آیت ۱۴) وہ تو حسن مطلق ہے، نور ہی نور اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سورۃ النور آیت ۳۵) کائنات حسین ہے، اس کے مناظر حسین ہیں۔ یہ ساری خلقت جو ماسوائے اللہ ہے اضافی حسن سے معمور ہے حسن سرچشمہ زندگی مقصدِ حیات اور روحانی سرور طمانیت قلبی کا منبع ہے۔ یہ حسن جب مجازی شکل اختیار کر لے تو وہ شکل جو یقینی کوئی شئے ہو گی حسین و خوبصورت کہلائے گی اور ہم اسے خلّاقِ عالم کی تخلیق کہیں گے۔ تخلیقی فعلیت کا یہی ہنر فن ہے۔ خلّاقی روحِ الوہیت کی سب سے پہلی صفت ہے، جو بالارادہ ظہور پذیر ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہی روح جسدِ آدم میں ڈال دی اور فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝٧٢ (سورہ صٓ)

جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں، جب اس میں تناسب و ہم آہنگی (تسویہ) پیدا کردوں اور اپنی روح اس میں پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدے میں گر جانا)

مختصر یہ کہ اشرف المخلوقات بنی نوع انسان ہے، جو تسویہ و تعدیل کی داخلی و خارجی اوصاف کے ساتھ ساتھ علم و ادراک اور فکر و تخیل کی نعمتوں سے نوازا گیا۔ لہٰذا حسن کاری انسانی سرشت میں داخل ہوئی۔ روح جو مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ہے، اپنی صفت خلّاق کا مظاہرہ ہر حال میں کرے گی اور انسان اپنے پیمانۂ احساس و عقل کے ساتھ حُسن و فن سے ہمیشہ ہم آہنگ رہے گا۔

شاعری بھی ایک فن ہے اور انتہائی لطیف فن۔ فن کا ایک اہم مقصد فکر انگیزی اور قوائے عقلیہ کو متحرک کرکے اس سے مفید تر کام لینا ہے۔ قرآن حکیم نے لعلھم یتفکرون اور لعلکم تعقلون کہہ کر ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے تاکہ تخیل محض کی بے راہ روی کی تقلید میں شاعر یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ کا مصداق نہ بن جائے۔ شاعر حسن ازل کی سحر طرازیوں اور جلوہ بازیوں کو اپنے فن کی گرفت میں لانا چاہتا ہے ایک ایسا شاعر، ایک ایسا فن کار جو سرتاسر اسلامی تہذیب و ثقافت کا نمائندہ افضل ہو۔ وہ کیوں نہ حُسن مطلق یعنی نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی اس شاہکار تخلیق کو پیش نظر رکھے۔ جس تخلیق اور خالق کل کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہیں۔ یعنی اس حدیث شریف کی رُو سے "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ" خاتم النبیّن محبوب رب العلمین سببِ تخلیق کائنات ہیں (لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ) آپ پرتوِ جمالِ الٰہی و مظہر ذات کبریائی ہیں۔ اس شاہکار تخلیق پر خود خالق فریفتہ ہے اور ساری کائنات بالخصوص جن و انس کو اس محبوب پر اپنی اس فریفتگی کا شریک چاہتا ہے۔ جن و انس کی تخلیق کا سبب یہ بتایا کہ "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ (نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذّاریات) اور روح عبادت عشقِ محمدیؐ کو قرار دیا۔ عشق کا خاصہ ہے کہ وہ کیفیات و واردات الفت و محبّت کا اظہار کرے۔ اللہ جل شانہٗ خود اپنے ملائکہ کے ساتھ حضور انورؐ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور جن و انس کو اس کا حکم دیتا ہے کہ وہ بھی ایسا کریں اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ط
گویا رسول مقبول ؐ پر درود بھیجنا، ان کا ذکر کرنا، ان سے عشق و محبت کا اظہار کرنا خواہ وہ قولی ہو یا فعلی، ایک طرح کی عبادت ہے۔ اس طرح مدح و توصیف رسول ؐ اور نعت نبی ؐ کا رشتہ عبادت الٰہی سے مل جاتا ہے۔

اس پیش گفتار سے میری مراد دراصل افضل الافاضل حضرت امام احمد رضاؔ خان صاحب قادری بریلوی کی نعتیہ شاعری میں فکر و فن اور حسن و عشق کی تابکاریوں کا جائزہ لینا ہے۔ ان کی فنکارانہ کاوشوں، شاعرانہ صلاحیتوں اور والہانہ جذبات عشق رسول کی نیرنگیوں پر نظر ڈالنی ہے تاکہ شعر و سخن میں بھی ان کے صحیح مقام اور مرتبہ کا تعین کیا جاسکے۔

میں عرض کرچکا ہوں کہ تخلیقی فعلیت خاصہ روحی ہے۔ لہٰذا فن کار کے لئے فن میں حقیقت کی ترجمانی لازمی و ابدی قرار پائی۔ اُسے اپنے فن کو بہر حال اور اقدار حقیقی کا آئینہ دار بنانا ہوگا تفنن طبع اور ذہنی تفریح تخلیق فن کا مقصد کبھی نہیں۔ خالق کل فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ٥ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان کے ہے کھیل کے طور پر (سورۂ دخان آیت ۳۸)

عالم باعمل فاضل بریلوی حضرت احمد رضاؔ خاں صاحب اسلامی تاریخ کی ایک ایسی عبقری شخصیت اور فرد نابغہ کا نام ہے جس میں مجددیت کے سارے اوصاف مجتمع تھے؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں — تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں (میرؔ)

علم و فضل کے میدان میں حضرت رضاؔ کی بسیار جہتی اہل نظر سے خراج عقیدت وصول کرتی رہے گی۔ ان کی شاعری فنی نقطۂ نظر سے معیار و کمال کی حامل اور سر بسر حمد و نعت و منقبت پر ہی مشتمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نعت ایک مشکل مگر بہترین صنف سخن اور باعث خیر و ثواب ہے۔ زور قلم اور جولانئ طبع کے تحت اس فن میں قدم قدم پر خطرات کا سامنا ہے وہ ذات مقدس جس کی سرکار میں دانستہ و نادانستہ ذرا بھی سوئے ادب حبط اعمال کا سبب ہو۔ اس کی مدح و نعت بڑے ہوش و حواس کا نام ہے ؎ "باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار" کی

منزل ہمہ دَم پیش نگاہ رہنی چاہیئے ۔ "الملفوظ" میں حضرت فاضل بریلوی نے فن نعت گوئی کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے ۔ اپنی نعت نویسی کے لئے قرآن وحدیث کو ہی شمع راہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام افراط وتفریط کے عیب اور تخیّل کی بے راہ روی سے پاک ہے ۔ نعت گوئی میں آپ حضرت حسّان کی پیروی کافی سمجھتے ہیں ۔ جن کی نعتیں سُن کر خود رسالت مآب محظوظ ہوئے اور دعائیں فرمائیں لکھتے ہیں :۔

تو شہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے	افغانِ دلِ زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو	نقشِ قدم حضرت حسّاں بس ہے

احکام شریعت کی تبلیغ و نگرانی میں آپ بہت ہی سخت تھے ایک جگہ فرماتے ہیں:

ہیں ہُوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ	بیجا سے ہے المنّۃ للّٰہ محفوظ
قرآں سے میں نے نعت گوئی سیکھی	یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

"حدائقِ بخشش" ہر دو حصص حضرتِ رضاؔ کی نعتوں کا مجموعہ اور ایک ایسی متاع بے بہا ہے، جس پر اُردو کی نعتیہ شاعری ہمیشہ ناز کرے گی ۔ حضرتِ رضاؔ کی نعتیں سادہ، سہل، عام فہم سوز و گداز قلب اور عاشقانہ جذبات سے مملو ہیں ۔ مخصوص فنی نقطہ نظر سے بھی مشکل اور سخت زمینوں میں آپ کی نعتیں بندش و تراکیب اور قدرتِ بیان کا سارا حسن رکھتی ہیں ۔

اُردو کی کلاسیکی شاعری کے وہ سارے اوصاف جن پر اہل زبان کو ناز ہے حضرتِ رضاؔ کے کلام میں بھرے پڑے ہیں ۔ شوخیٔ طبع کے باوجود آپ نے بڑی احتیاط سے عروسِ سخن کو ان تمام زیورات سے آراستہ کیا ہے، جو نعت گوئی کے تقدس و احترام کے ساتھ اس کے حسن کو چار چاند لگاتے ہیں ۔ شاعر کو اپنی لیاقتِ فن کا پورا احساس تھا:

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضاؔ کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہ ہُدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضاؔ کی قسم

وہ ایک وہبی شاعر تھے، فن کاری و حُسن آفرینی کے لئے موزونیٔ طبع ازبس ضروری ہے ۔ یہ محض فیضانِ الٰہی ہے اور کچھ نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے : اَلشّعراءُ تلامیذُ الرّحمٰن کیونکہ

طبعِ موزوں نہ کسبی و عملی است = از عطیات فیض لم یزلی است

انہیں زبان و بیان پر ملکہ حاصل تھا، فارسی و عربی میں مہارت کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کا سنہرا شعور رکھتے تھے۔ ان کی اُردو لکھنؤ کی بامحاورہ ٹکسالی زبان ہے۔ کلام کی سنجیدگی لب و لہجہ کی بلند آہنگی، طنطنہ اور زور اس میدان میں بے مثل استادی کی دلیل ہے ایک نعت شریف کے چند اشعار میرے اس دعویٰ کی تصدیق کریں گے، ملاحظہ ہوں:۔

رشکِ قمر ہوں رنگِ رُخِ آفتاب ہوں	ذرّہ ترا جو اے شہہ گردوں جناب ہوں
دُرِّ نجف ہوں گوہرِ پاک خوشاب ہوں	یعنی ترابِ رہگذرِ بوتراب ہوں
گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پُر آب ہوں	دل ہوں تو برق کا دلِ پُر اضطراب ہوں
خونیں جگر ہوں طائرِ بے آشیاں شہا	رنگِ پریدۂ رُخِ گُل کا جواب ہوں
بے اصل و بے ثبات ہوں بحرِ کرم مدد	پروردۂ کنارِ سراب و حباب ہوں
عبرت فزا ہے شرمِ گناہ سے مرا سکوت	گویا لبِ خموشِ لحد کا جواب ہوں
دل بستہ بیقرار جگر چاک اشکبار	غنچہ ہوں گُل ہوں برقِ تپاں ہوں سحاب ہوں
مولا دُہائی نظروں سے گر کر جلا غلام	اشکِ مژہ رسیدۂ چشمِ کباب ہوں
مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں	دردا میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں
شاہا بجھے سقر مرے اشکوں سے تانہیں	آبِ عبث چکیدۂ چشمِ کباب ہوں

حسرت میں خاکِ بوسیٔ طیبہ کی اے رضا

ٹپکا جو چشمِ مہر سے وہ خونِ ناب ہوں

ناسخ ہوں کہ اسیر، غالب ہوں کہ مومن انہیں شہرت و مقبولیت جس بِرتے اور کمالِ فن پر حاصل ہوئی، کیا مندرجہ بالا کلامِ رضا کسی طرح بھی اس معیار کیف و کم سے کم ہے؟ اس ایک نعتیہ غزل میں شعر و سخن کے کتنے محاسن جمع ہیں، نادر استعارے، تازہ کار تشبیہیں، صنعت و لف و نشر حسنِ تضاد، مراعاۃ النظیر، رعایت لفظی، سادگی، صفائی لب و لہجہ کا بانکپن، شوخی، طبع مضمون آفرینی پروازِ فکر اور کیا کچھ نہیں ہے۔

غالب اردو کا مایۂ ناز شاعر ہے حضرتِ رضا نے غالب کی جن زمینوں میں طبع آزمائی فرمائی ہے ان
سے پیچھے نہیں رہے ہیں۔ نظرِ انصاف ہیں دونوں کے اشعار دیکھے اور معیار و مضامین کے پیشِ نظر ان
پر صاد لگائے۔ غالب کی مشہور غزل ہے۔

غنچۂ ناشگفتہ کو دُور سے مت دکھا کے یوں
بوسے کو پوچھتا ہُوں میں مُنہ سے مجھے بتا کے یوں

حضرتِ رضا فرماتے ہیں

میں نے کہا کہ جلوۂ اصل میں کس طرح گمیں
صبح نے نُور مہر میں مِٹ کر دکھا دیا کہ یوں

غالب کی ایک اور مقبول غزل ہے ؎

دَیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

حضرتِ رضا کی غزل کا اندازہ اس شعر سے لگائیے ؎

جان ہے عشقِ مصطفےٰ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا، نازِ دوا اٹھائے کیوں

حضورِ انور کے جسمِ منور کا سایہ نہ ہونے کی بہت ساری شاعرانہ توجیہیں بیان کی جاتی رہی
ہیں، دیکھیے حضرتِ رضا کس خوبصورتی سے کہتے ہیں: ؎

راہ نبی میں کیا کمی فرشِ بیاض دیدہ کی
چادرِ ظل ہے ملگجی، زیرِ قدم بچھائے کیوں
ہے تو رضا نرا ستم، جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم، سازِ طرب بجائے کیوں

آپ نے جو زمانہ پایا ہے وہ ہندوستان میں مسلمانوں کا زوال یافتہ عہد تھا۔ بادشاہت
ختم ہو چکی تھی۔ انگریزوں کی غلامی کا دور تھا۔ مسلم معاشرہ، مسلم تہذیب اور اسلامی ثقافت کے

عروج کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے، ہزار عیوب کے باوجود فنون لطیفہ کی دلکشی ابھی باقی تھی۔ شعر و سخن کا ہر طرف چرچا تھا، محفلیں گرم تھیں، زبان دانی کے سکے بٹھائے جاتے تھے۔ حضرتِ رضا اپنی بے شمار صلاحیتوں کے ساتھ اگر صرف اس میدان زبان دانی میں اپنا علم لہراتے تو کوئی مقابل نہ تھا۔ مگر ان کی ساری توجہ حفاظتِ دینِ متین اور شریعت محمدی کی پاسبانی پر رہی اسلام کے بنیادی عقائد پر جو بالتحریک حملے ہو رہے تھے، فتنۂ نجدیہ نے جو طوفان برپا کر رکھا تھا اور جزیرۃ العرب کو ہلاتا ہوا۔ یہ زلزلہ جس تیزی سے ہندوستان میں بڑھ چلا تھا اگر امام احمد رضا خاں اس کا توڑ نہ کرتے تو خدا معلوم کفریاتِ وہابیہ کا سیلاب کتنوں کے سفینۂ ایمانی کو غرق کر دیتا۔ حضرت فاضل بریلوی نے جس جانفشانی اور جگر کاوی کے ساتھ ردِّ وہابیہ کے لئے خود کو وقف کر دیا، وہ کچھ ان ہی کا حصّہ تھا۔ ع

ایں کار از او آید و مرداں چنیں کنند

ان کی زندگی کا یہ مذہبی مشن ان کی شاعرانہ مقبولیت کی راہ میں حائل رہا اور وہ اکثر حلقوں میں موردِ طعن و ملامت رہے، مگر یہ تو سنّتِ روزِ ازل ہے کہ چراغِ مصطفوی سے سے شرارِ بولہبی ستیزہ کار رہا ہے۔

اہلِ سنّت و جماعت کے امام عصر حاضر حق کے لئے کسی کو خاطر میں نہ لائے۔ انہیں اس کا احساس تھا، وہ لکھتے ہیں

سُنیّت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں : پھول بن کر ہو گئے کیا خار ہم

لیکن حوصلہ یہ تھا کہ : ؎

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

رسول مقبول نے نجد سے متعلق جو پیشنگوئیاں فرمائی تھیں وہ سب کی سب اپنے وقت سے ظاہر ہوئیں۔ ابن عبدالوہاب نجدی نے جو کچھ کیا وہ کس سے پوشیدہ ہے۔ اس کے پیروؤں کے عقائد شیطانی بس معاذ اللہ، حُبِّ رسول کی شدت نے دشمنانِ رسول کے لئے کلکِ رضا کو

واقعی خنجر خونخوار و برق بار بنا دیا تھا، فرماتے ہیں :۔

مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے

تعظیم بھی کرتا ہے بخدی تو مرے دل سے

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو

ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی

ذکر روکے فضل کاٹے تقص کا جویاں رہے

پھر کہے مرد کہ ہوں اُمت رسول اللہ کی

کرے مصطفےٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

حضرتِ رضاؔ کی شاعری میں ان کی مذہبیت نے یہ رُخ ضرور پیدا کیا ہے جو سراسر حقائق پر مبنی ہے۔ اس کے باوجود اگر خالص فنی اخلاقی جائزہ لیا جائے تو رضاؔ کی شاعری دِلّی اور لکھنؤ کی معیاری شاعری کے نمونے پیش کرے گی

زبان کی صفائی، شستگی و برجستگی اور سہل ممتنع کی مثالیں دیکھنی ہوں تو ذیل کے اشعار موجود ہیں

لے صاحب چلے مدینے کو | میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

آنکھیں رو رو کے سوجانے والے | جانے والے نہیں آنے والے

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے | دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

کیوں رضاؔ آج گلی سونی ہے

اُٹھ مرے دھوم مچانے والے

اللہ اللہ کے نبی سے | فریاد ہے نفس کی بدی سے

شب بھر سونے ہی سے غرض تھی | تاروں نے ہزار دانت پیسے

اُن کے آگے دعویٰ ہستی رضاؔ | کیا بکے جاتا ہے یہ ہر بار ہم

اُن کی تبحّر علمی اُن کے بیشتر اشعار سے ظاہر ہے۔ عربی و فارسی پر کامل عبور نے اشعار میں عربی فقروں کا اتنا حسین اور برجستہ پیوند لگایا ہے جس کی مثال کم ملتی ہے:۔

بے ابر کرم کے مرے دھبّے لاتغسلها البحار آقا

اتنی رحمت رضا پر کر لو لایقربہ البلاء آقا

لاملئن جہنم تھا وعدۂ ازلی تو منکروں کو عبث بدعقیدہ ہونا تھا

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

آپ کی مشہور نعت ہے:۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ایک اور حسن ملاحظہ ہو:۔

اے رضا چیست غم از جملہ جہاں دشمن تست

کردہ ام مامن خود قبلۂ حاجاتے را!

ایک دوسری نعت ہے:۔

پاٹ وہ کچھ دھار یہ کچھ زار ہم یا الٰہی کیونکر اتریں پار ہم

آگے فرماتے ہیں:۔

چشم پوشی و کرم شان شما کار ما بے با کی و اصرار ہم

میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت رضا کی زبان خالص ٹکسالی زبان ہے۔ اُن کے یہاں کچھ ایسے الفاظ بھی بڑی عمدگی سے ادا ہوئے ہیں جو لکھنؤ کی خالص بیگماتی اردو کا جزو ہیں مثلاً منگتا۔ گھنا۔ بھرن، خدائی خوار، گدگدی کرنا، سر پر بلا اٹھانا، ہوا بتانا وغیرہ

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج

جس کی خاطر مر گئے مُنعم رگڑ کر ایڑیاں

او شہد نمائے زہر در جام — گم جاؤں کدھر تری بدی سے
بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا — لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو آئے
بیکس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول

اپنے کوچہ سے نکالا تو نہ دو — ہیں تو حد بھر کے خدائی خوار ہم

یادِ وطن ستم کیا دستِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں
نام مدینہ لے لیا چلنے لگی نسیمِ خلد
سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں
غفلتِ شیخ و شاداب پر ہنستے ہیں طفلِ شیر خوار
کرنے کو گدگدی عبث آنے لگی بہائی کیوں

روزمرّہ، محاورہ اور لب و لہجہ کا یہ ستھرا پن اُن کے کلام کا خاص جوہر ہے۔ اس کے باوصف سخت اور دشوار زمینوں میں حضرتِ رضا نے جو مضامین باندھے ہیں۔ وہ ان کی قادر الکلامی پر دال ہیں۔ آپ کی طبیعت مشکل پسند تھی اور یہ مشکل بھی انھیں اتنی سہل تھی۔ کہ کوئی تکلّف ہی نہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

کیا ٹھیک ہو رخِ نبوی پر مثالِ گُل — پامال جلوۂ کفِ پا ہے جمالِ گُل
رنگِ مژہ سے کر کے خجل یادِ شاہ میں — کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطرِ جمالِ گُل

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
دو قمر، دو پنجۂ خور، دو ستارے، دس ہلال
ان کے تلوے، پنجے، ناخن، پائے اطہر ایڑیاں

چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کرچکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

تشبیہات کی کچھ اور تازہ کاری دیکھئے : ؎

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا　　اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول
دل کھول کے خوں رولے غمِ عارضِ شہ میں　　نکلے تو کہیں حسرتِ خوں نابہ شدن پھول

وہ بہادر شاہ ظفر کی طرح لمبی لمبی ردیف میں بھی اشعار بڑی آسانی سے کہتے ہیں۔

رُخ دن ہے یا مہرِ سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا　　حضورِ خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا
رضاؔ جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہِ حبیب　　تو پیارے قیدِ خودی سے رہیدہ ہونا تھا

تلمیحات سے اشعار کا معنوی حسن سوا ہوتا ہے۔ حضرتِ رضاؔ کے کلام میں تلمیحات کی کثرت ہے، جو ان کی وسعتِ علمی اور ایجازِ سخن کی دلیل ہے۔ شاعر کو اس صنعت گری پر کمال حاصل ہے

غنچے مَا اَوحیٰ کے جو چٹکے دَنیٰ کے باغ میں
بُلبُلِ سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

بَرقِ انگشتِ نبی چمکی تھی اس پر ایک بار
آج تک ہے سینۂ مہ میں نشانِ سوختہ

وہ رعایتِ لفظی سے بھی اپنے کلام میں بڑی دلکشی اور جاذبیت پیدا کرتے ہیں :

؎ خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا　　جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

؎ کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجِ آبِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

ترنّم، نغمگی اور موسیقیت بحروں کے انتخاب پر بھی موقوف ہے۔ ذیل کے اشعار شاعر کے بالیدۂ شعور کی غمازی کرتے ہیں۔

کرتا تو ہے یاد ان کی، غفلت کو ذرا روکے
للہ رضا دل سے ہاں دل سے، ارے دل سے

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں، کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

اس میں زمزم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے، چمکانے والے

اس سے انکار ممکن نہیں کہ اگر فاضل بریلوی صرف شاعری پر ہی اکتفا کرتے تو آج اُردو دُنیا میں ان کا مقام میرؔ و غالبؔ ہی کی طرح محفوظ سمجھا جاتا اور شہرت ان کے قدموں سے لگی رہتی لیکن اس عاشقِ رسول ؐ نے شعر گوئی و سخن طرازی کو اپنے جذبۂ عشقِ رسول ؐ کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اظہار و ابلاغ کا یہ وسیلہ چونکہ اپنی نوعیت میں فن تھا لہٰذا انھوں نے اس کے آداب و احترام کو کما حقہ رکھتے ہوئے فنّی تقاضوں کو بتمامہ پورا کیا، وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھے۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

اے رضا جانِ عنا دل ترے نغموں پہ نثار
بلبلِ باغِ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

مقام شیخ

شیخ ہادی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کا حکم اور اللہ کے حکم میں مجال دم زدن نہیں۔ (فتاویٰ افریقہ)

آداب مُریدی

. پیروں پر اعتراض سے بچے کہ یہ مریدوں کے لئے زہر قاتل ہے۔ کم کوئی مرید ہوگا جو اپنے دل میں شیخ پر کوئی اعتراض کرے اور پھر فلاح پائے (فتاویٰ افریقہ)

شریعت و طریقت

یہ قول کہ شریعت چند احکام فرض واجب و حلال و حرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے۔

. شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ (خدا تک پہنچنا) ہے اور اس کے بغیر آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے۔ شریعت ہی کی اتباع کا صدقہ ہے....

شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا۔ بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی (بلند) ہے۔

شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔

(اعتقاد الاحباب)

کالی داس گپتا کا شمار ہندوستان کے بہت ہی معروف شعرا کرام میں ہوتا ہے آپ طویل مدت تک افریقہ میں قیام پذیر رہے اب واپس ہندوستان تشریف لے آئے ہیں آپ جب واپس بھارت پہنچے تو مولانا احمد رضا کے کلام سے متعارف ہوئے تو پھر آپ نے ان کے نعتیہ کلام "حدائق بخشش" کا مطالعہ کرنے کے بعد امام احمد رضا کو انیسویں صدی کا اردو شاعری میں استاد تسلیم کیا اور اپنے اس مقالہ میں انھوں نے فاضل بریلوی کا استاد داغ دہلوی اور استاد امیر مینائی سے تقابل پیش کیا ہے۔

ادارہ

تقریباً ربع صدی کے افریقہ کے قیام کے بعد مجھے ہندوستان پلٹے کوئی زیادہ دن نہیں ہوئے۔ اس لئے جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے نام اور کام سے بھی میری واقفیت چند ہی دنوں کی ہے۔ تاہم جب میرے ایک دوست اور عزیز اشتیاق احمد خان اردی نے مجھے مولانا کی دو چھوٹی چھوٹی کتابیں موسومہ حدائقِ بخشش (حصہ اوّل و حصہ دوم) برائے مطالعہ عنایت کیں۔ تو معلوم ہوا کہ اسلامی دنیا میں ان کے مقام بلند سے قطع نظر ان کی شاعری بھی اس درجہ کی ہے کہ انہیں انیسویں صدی کے اساتذہ میں برابر کا مقام دیا جائے۔

مولانا موصوف کے سلام اور نعتیں کبھی کبھار سننے میں آجاتے ہیں۔ مگر وہ صرف مذہبی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ باہری حلقوں میں ادبی لحاظ سے نہ ان کو پرکھا جاتا ہے۔ نہ ان سے کسی قسم کا ادبی اور شعری حظ اٹھایا جاتا ہے۔ میری شاعری کی عمر بھی ۳۵ سال سے کچھ زیادہ ہی ہوگئی ہے اور میرے ذاتی کتب خانے میں شعر و شاعری سے متعلق تاریخی ادبی، علمی کتابوں اور قدیم و جدید شعراء کے دیوانوں اور تذکروں کا قابلِ لحاظ اور نادر ذخیرہ موجود ہے۔ جو تقریباً تمام و کمال میری نظر سے گزر چکا ہے۔ مگر مجھے یہ کہتے ہوئے

افسوس ہوتا ہے کہ حدائقِ بخشش کے دو نہایت معمولی لکھائی چھپائی والے مجموعوں کے علاوہ مولانا کے ہزاروں اشعار میں سے ایک حرف بھی میرے ہاں موجود نہیں ہے اور مذکورہ بالا دو مجموعوں کا حال یہ ہے کہ کتابت کی غلطیوں نے بہت سے اشعار کو بے معنی اور وزن سے ساقط کر کے رکھ دیا ہے۔

مولانا کو جاں بحق تسلیم ہوئے ایک عرصہ ہو چکا ہے مگر کسی تذکرے میں انہیں شعرائے کے زمرے میں شمار نہیں کیا گیا صرف ایک جگہ اس کا ذرا سا تعارف نظر آیا وہ بھی براہِ راست نہیں۔ بلکہ ان کے چھوٹے بھائی حسن بریلوی مرحوم کے ذریعہ سے [دیکھئے جمخانۂ جاوید (جلد اوّل) از لالہ سری رام صفحہ ۵ میں حسن بریلوی کا حال] چونکہ بھائی ہونے کے ناطے حسن مرحوم اور مولانا کا حسب نسب ایک ہی ہے۔ اس لئے یہاں اس ترجمے کا پہلا حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

سخنور خوش بیان ناظم شیریں زبان مولانا حاجی محمد حسن رضا خان حسن بریلوی خلف مولانا مولوی نقی علی خاں صاحب مرحوم و برادر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب عالم اہلسنت و شاگرد رشید حضرت نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی۔ آپ کے صاحبزادے نے جو حالات ارسال کئے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

آپ ماہ ربیع الاوّل ۱۲۷۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد دہلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے جدّ امجد سعادت علی خاں صاحب کی وفات تک تو آپ کے خاندان کا مسکن اسی شہر میں رہا مگر اس کے بعد مستقل سکونت بریلی میں قرار پائی۔ چنانچہ اب وہی وطن ہے۔ آپ کے بزرگوں میں حضرت محمد اعظم علی شاہ صاحب بہت بڑی دولت و ثروت چھوڑ کر تارک الدنیا ہو گئے تھے اور صاحب کشف و کرامات گذرے ہیں علم و فضل آپ کا خاندانی ہے۔ نعت گوئی میں اپنے برادر بزرگ مولوی احمد رضا خاں سے مستفیض ہیں اور عاشقانہ رنگ میں بلبل ہندوستان داغ سے تلمذ تھا۔ مولانا حسن بریلوی مرحوم نہایت اچھے شاعر تھے۔ تاہم حیرت ہے۔ کہ اس ضخیم تذکرے میں ان کے بڑے بھائی "عالم اہلسنت" اور نعت گوئی میں ان کے استاد جناب احمد رضا خان کے مجموعہ نے جگہ نہ پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خطا اس پاکیزہ مسلک کی بھی ہے جس کے زیر اثر مولانا نے اپنی شاعری کو قطعاً نعتوں اور سلاموں ہی تک محدود رکھا اور باقاعدہ شاعری سے احتراز کیا۔ اس طرح عوام نے انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے جانا ہی نہیں۔ تاہم نعتیں اور سلام ہی سہی ذرا سے غور و فکر کے بعد ان کے اشعار ایک ایسے شاعر کا پیکر دل و دماغ پر مسلط کر دیتے ہیں جو محض ایک سخنور کی حیثیت سے بھی اگر میدان میں اترتا تو کسی اُستاد وقت سے پیچھے نہ رہتا۔

نہیں معلوم کہ انہوں نے کسی سے باقاعدہ اصلاح لی تھی کہ نہیں تاہم ان کے کلام سے ان کے کامل صاحب فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔ کہیں تشبیہ ہے کہیں خیال گوئی۔ عاشقانہ رنگ کا جو تغزل کی جان ہے' یہ رتبہ ہے کہ اگر نعت کے مخصوص رنگ کے اشعار الگ کر دیئے جائیں تو بقیہ اشعار ایک بہترین غزل کی شان کے حامل ہوں گے۔ ذیل میں مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

غالب کی مشہور زمین "دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت" میں داغ کی بھی ایک غزل گلزار داغ میں ہے جو صحیح معنوں میں زبانِ داغ کا نمونہ ہے۔ اتفاق سے مولانا احمد رضا خاں کی بھی ایک نعت اسی زمین میں ہے۔ دونوں ہم عہد شاعروں کا بیک وقت لطف اٹھایئے۔ ایک اپنے عہد کا سب بڑا استاد غزل اور دوسرا بڑا نعت گو مگر بحیثیت شاعر گمنام۔ چند ہم قافیہ اشعار ہی پر اکتفا کی جاتی ہے

داغ۔ جملہ رفیق و ہم طریق رہزن راہ عشق نہیں — سایہ خضر کیوں نہ ہو ساتھ ہمارے آئے کیوں

رضا۔ جانِ سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو — کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

داغ۔ عشق و جنوں سے مجھ کو لاگ ہوش و خرد سے اتفاق — پر یہ کہوں تو کیا کہوں میں نے ستم اٹھائے کیوں

رضا۔ جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا — جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں

داغ۔ ہاں نہیں غیرت رقیب خیر میں بے حیا سہی — جو نہ دوبارہ آسکے بزم سے تیری جائے کیوں

رضا۔ دیکھ کے حضرتِ غنی پھیل پڑے فقیر بھی — چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی نہ آجائے کیوں

داغ۔ لاگ ہو یا لگاؤ ہو کچھ بھی نہ ہو تو کچھ نہیں — بن کے فرشتہ آدمی بزم جہاں میں آئے کیوں

رضا۔ سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے — جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

غالب کا یہ شعر زبان زد عام ہے۔

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی — جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

معانی کے ساتھ طرز ادا بانکپن ایسا ہے۔ کہ اس پر سو غزلیں قربان۔ ردیف گویا اس سے بہتر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ مولانا نے غالب کی غزل کے صدقے لفظ "میں" کو "سے" سے بدل کر نعت کہنے کا حق ادا کر دیا ہے، نعت اور غزل کو یک جان کرنا اسی کو کہتے ہیں مطلع دیکھئے۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں — دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

داغ کے ہم عصر امیر مینائی کے جو علم و فن میں داغ سے بھی بڑھے ہوئے تھے مشہور مطلعوں میں ایک مطلع یہ ہے اور واقعی بہت خوب ہے۔

جب سے باندھا ہے تصور اس رخ پر نور کا ۔۔۔ سارے گھر میں نور پھیلا ہے چراغ طور کا

لیکن مولانا نے تقریباً اسی زمین میں ایسا نعتیہ مطلع کہا ہے کہ مضمون آفرینی کی انتہا کر دی ہے

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا ۔۔۔ ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

ایک اور ہم قافیہ شعر

امیر۔ اے ضبط دیکھ عشق کی ان کو خبر نہ ہو ۔۔۔ دل میں ہزار درد اٹھے آنکھ تر نہ ہو

رضا۔ کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا ۔۔۔ یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

امیر کے دیوان مرآۃ الغیب کی ایک غزل کے چند ہم قافیہ اشعار ملاحظہ فرمایئے مگر یہ نہ بھولیئے کہ امیر کے اشعار ان کی غزل سے لئے گئے ہیں اور مولانا کے ان کی نعتوں سے ۔

امیر۔ یہ تر و تازہ ہے کہ تمہارا عارض ۔۔۔ یہ دھواں دار گھٹا ہے کہ تمہارے گیسو

رضا۔ سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے ۔۔۔ چھائیں رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

امیر۔ بال کنگھی سے جو سلجھائے تو دل الجھایا ۔۔۔ تیرہ بختوں کو لگا تا جو سنوارے گیسو

رضا۔ شانہ ہے پنجۂ قدرت ترے بالوں کیلئے ۔۔۔ کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

امیر۔ مچھلیاں دام سمجھ کر ہیں جو موجوں میں نہاں ۔۔۔ کھل گئے کس کے یہ دریا کے کنارے گیسو

رضا۔ تار شیرازۂ مجموعۂ کونین ہیں یہ ۔۔۔ حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو

امیر۔ دن کو رخسار دکھاتا ہے فروغ خورشید ۔۔۔ شب کو چمکاتے ہیں افشاں کے ستارے گیسو

رضا۔ تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا ۔۔۔ صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

مندرجہ بالا زمین ردیف کی ثقالت کی وجہ سے ایسی بنجر ہے کہ اس میں رنگ برنگ کے پھول کھلانا ممکن نہیں۔ لہٰذا دونوں کے اشعار میں طراوت و خوش بیانی کا ایک حد تک فقدان ہے۔ لیکن اب ہم مولانا کے چند ایسے نعتیہ اشعار پیش کریں گے۔ جو اساتذۂ غزل کی شان کے ہیں ان میں چستی و بندش، زبان کی گھلاوٹ اور فصاحت و بلاغت کے وہ نمونے ملیں گے کہ لمحہ بھر کے لئے بھولنا پڑے گا کہ یہ اشعار نعتوں کے ہیں۔

تمع یادرخِ جاناں نہ بجھے   خاک ہو جائیں بھڑکنے والے
کوئی اِن تیز رووں سے کہہ دو   کِس کے ہو کر رہیں تھکنے والے
دل سنبھلتا ہی بھلا ہے لے ضبط   بجھ بھی جاتے ہیں دہکنے والے
جب گرے منھ ہوئے میخانہ تھا   ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے
کام زنداں کےلئے اور ہمیں   شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے
بیچ میں آگ کا دریا حائل   قصد اس پار ہے کیا ہونا ہے
دل ہمیں تم سے لگانا ہی نہ تھا   اب سفر بار ہے کیا ہونا ہے
منھ دکھانے کا نہیں اور سحر   عام دربار ہے کیا ہونا ہے
چھپ کے لوگوں نے کئے جس سے گناہ   وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
ان کے نقشِ پا پہ غیرت کیجئے   آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے
ان کے حسنِ باملاحت پر نثار   شیرہ جاں کی حلاوت کیجئے
ڈوب کر یادِ لبِ شاداب میں   آبِ کوثر کی سباحت کیجئے
سر سے گرتا ہے ابھی بارِ گناہ   خم ذرا فرقِ ارادت کیجئے

مولانا کسی صنف سخن میں پابند نہیں انہوں نے جگہ جگہ صنعتوں کا استعمال بھی کیا ہے رباعی بھی نہایت پختہ کہتے ہیں۔ اس مختصر سے مقالے میں ان سب کی گنجائش نہیں صرف چند ہی رباعیاں پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ کہے کا پاس رہے ؎

محصور جہاں دانی و عالی میں ہے   کیا شبہ رضا کی بے مثالی میں ہے
ہر شخص کو اک صنف میں ہوتا ہے کمال   بندے کو کمال بے کمالی میں ہے
کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں   شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں
حقا کہ صنعت نہیں آتی مجھ کو   ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

مولانا نے ائمہ اطہار کی شان میں بھی بہت کچھ لکھا ہے ایک رباعی سنیئے۔
معدوم نہ تھا سایۂ شاہ ثقلین   اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے   آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

سجدۂ تعظیمی

مسلمان! اے مسلمان! شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزجلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کے لئے سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین وکفر مبین اور سجدہ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین۔

(الزبدۃ الزکیہ)

بدعت

فلاں کام بدعت حادث (نیا) ہے۔ اگلوں سے ثابت نہیں۔ اس کا ثبوت لاؤ۔ سب کا جواب یہی ہے کہ .... دو باتوں میں سے ایک کا ثبوت دو یا تو یہ کہ فی نفسہٖ اس کام میں شر (برائی) ہے یا یہ کہ شرع مطہرہ نے اسے منع فرمایا ہے۔ جب نہ شرع سے منع نہ کام میں شر تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ قرآن عظیم کے ارشاد سے جائز۔ (فتاوٰی افریقہ)

علم ذاتی

علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے۔ اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرّہ سے کمتر سے کمتر، غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔ (خالص الاعتقاد)

علم عطائی

اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء، تمام جہان سے اتم واعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ ہی جانتا ہے۔

(خالص الاعتقاد)

دو قومی نظریہ اور

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

خان محمد علی خان ہوتی

(سابق وفاقی وزیر تعلیم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ علمائے حقانی اور اولیائے ربانی نے ملتِ اسلامیہ کی ہر دور میں فکری و عملی راہنمائی فرمائی ہے۔ تاریخ اسلام نے اگرچہ بڑے بڑے باجبروت حاکم پیدا کئے ہیں۔ مگر دلوں پر اقتدار کا پرچم صرف علمائے حقانی اور اولیائے ربانی کا لہراتا رہا ہے اس کا اظہار ہمارے روحانی قائد مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے خود یوں فرمایا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم　　　جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

حضرت فاضل بریلوی کی ولادت اس پُر آشوب دور میں ہوئی جب انگریز کا دیو استبداد مغلیہ اقتدار کے محلات کھنڈرات پر محو رقص تھا۔ یہ ۱۸۵۶ء تھا۔ آپ کی ولادت ہفتہ دہم شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔ نماز ظہر کا وقت تھا۔ تاریخی نام المختار تجویز ہوا۔ دادا جان نے احمد رضا کا پیارا نام تجویز فرمایا۔ اور اسی نام کو بقائے دوام میسر آیا۔ آپ نے اپنے لئے عبدالمصطفیٰ کا لقب خود منتخب کیا اور آقا کی غلامی میں یوں مقبول ہوئے کہ غلامی و عبدیت

تا سہرا ملک بھر میں انہی کے سر سجا۔ زندگی کی ابھی تیرہ بہاریں دیکھیں تھیں کہ علوم اسلامیہ متداولہ سے فارغ ہو کر مسند افتاء پر قدم رنجہ فرمایا۔

کامل شیخ سید آل رسول کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خرقۂ خلافت واجازت بیعت ملی۔ وسعت علمی کا یہ حال ہے کہ علوم ذہن میں حاضر رہتے ہیں۔ معانی و الفاظ دست بستہ غلاموں کی طرح کھڑے رہتے ہیں کہ آپ کی نگاہِ انتخاب کس پر پڑتی ہے۔ بلا کی ذہانت ہے اور انتہائی ذکاوت قوت حافظہ کا یہ کمال ہے کہ رمضان شریف میں روزانہ ایک پارے کے حساب سے قرآن پاک یاد فرمالیا۔

یہ علم و عمل کا نیر اعظم ۱۸ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء دوپہر دو بجکر ۳۸ منٹ پر آغوش محبت کی گود میں ہمیشہ کے لئے یادِ محبوب کی معیت میں سو گیا اور اپنے وصال کی تاریخ کا خود قرآن کریم کی اس آیت مقدس سے استخراج فرمایا۔ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ

آپ کی ولادت کے اگلے سال یعنی ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف ملک گیر پہلی تحریک آزادی چلنے والی تھی۔ امام اہلسنت نے بچپن سے لے کر جوانی تک اپنے حساس دل سے وہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا جو انگریز کرنا چاہتا تھا۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ انگریز کے زیر سایہ ہندو نے بھی مسلمان سے ماضی کا انتقام لینے کا پروگرام بنالیا ہے۔ ہندو چاہتا ہے کہ جب بھی انگریز برصغیر سے رخت سفر باندھے تو وہ اس کا جانشین بنے اور اپنی اکثریت کی بناء پر جمہوریت کی آڑ میں مسلم کشی کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر کرے۔

حساس مسلمان اس کا گہرا مطالعہ کر رہے تھے اور فاضل بریلوی جنہوں نے مسلمانوں کی فکر آبیاری کے لئے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب ہر موضوع پر تحریر فرمائی ہیں مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ کفر کی سب قسموں سے انہیں الگ رہنا چاہیئے اگر انگریز سے ترک موالات ضروری ہے تو ہندو سے بھی ترک موالات لازمی ہے نہ ہندو مسلمان کا ساتھی بن سکتا ہے اور نہ ہی غمخوار۔

بڑے بڑے مسلم زعماء نے اعلیٰ حضرت کو اپنے راستے سے ہٹا کر مودتِ ہنود کے خارزار میں لانا چاہا مگر ان کا جواب ایک ہی تھا کہ سب ایک ہی مزاج کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں کسی کفر سے مودت

قائم نہیں کر سکتا۔ یہی وہ زندہ حقیقت تھی جو آگے چل کر تحریک پاکستان کی شکل میں متشکل ہوئی
اسی نظریہ کو اکبر اعظم کے دور میں پوری قوت سے امام مجدد الف ثانی نے موضوع قلم قرار دیا۔

اعلیٰ حضرت کے بعد علامہ اقبال مرحوم نے اسی پیغام کی ترجمانی کی اور انہی افکار و نظریات کو بنیاد بنا کر حضرت قائد اعظم نے تعمیر پاکستان فرمائی۔ اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کے ملی تشخص کے لئے یہ ضروری قرار دیا کہ سودی کاروبار کسی بھی صورت میں جائز نہ قرار دیا جائے اور برصغیر کو دار الحرب قرار دے کر ضرورت قرار دیکر جائز نہ سمجھا جائے تاکہ ہندو ساہوکار غریب مسلمانوں کا خون چوسنے والی جونک نہ بن سکے۔ انہوں نے واضح فرمایا کہ مسلمان اپنا بنک قائم کریں تاکہ ان کا قومی تشخص بھی ابھرے اور وہ سرمایہ لگا کر اپنے غریب بھائیوں کے بھی کام آسکیں انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلمان صرف مسلمانوں سے لین دین کرے تاکہ تجارت کے میدان میں وہ اپنا مقام پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مالی قوت میں بھی استحکام پیدا کر سکے انہوں نے مسلمانوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا تاکہ انگریز اور ہندو کے فکری تغلب سے بھی نجات مل سکے اور مذہب سے تعلق قائم ہو اور مستقبل کے قائد پیدا کئے جا سکیں۔

انداز فرمایئے کیا یہ نکات دو قومی نظریہ کی بنیاد نہیں ہیں؟ کیا دو قومی نظریہ ہی تحریک پاکستان کی روح نہیں ہے کیا اس دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ہی یہ برصغیر تقسیم نہیں ہوا۔ کیا اسی نظریہ کے ابطال کے لئے اندرا گاندھی نے سقوط مشرقی پاکستان کے وقت بھرپور تقریر نہیں کی تو اس نظریہ کے لئے علمائے حقانی میں سے اعلیٰ حضرت بریلوی نے سب سے زیادہ تحریری کام کیا۔ انہوں نے اپنی فکر رسا سے سمجھ لیا تھا کہ انگریز کدھر جا رہا ہے اور ہندو کیا چاہتا ہے جن کی علمی و فکری کاوشوں کو دیکھ کر علامہ اقبال جیسے مفکر اسلام نے بجا طور پر ارشاد فرمایا تھا کہ ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ وہ اپنے دور کے امام ابو حنیفہ ہیں

اعلیٰ حضرت بریلوی نے صرف دو قومی نظریہ کی علمی تشریح و تعبیر پر ہی اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنا وسیع حلقۂ عقیدت پیدا کیا اور ان کے اس عظیم حلقۂ ارادت نے تحریک پاکستان کے دوران حضرت قائد اعظم کی بھرپور مدد کی۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ کچھ علما نام کے مسلمان تھے بظاہر مسلمان تھے لیکن انھوں نے ہندو کا ساتھ دیا اور ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ؎

کانگریسی مولوی کو کیا پوچھتے ہو کہ کیا ہے = گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہے

حضرت محدث کچھوچھوی ۔ حضرت شیخ الاسلام سیالوی حضرت خواجہ گولڑوی حضرت محدث علی پوری اور علامہ بدایونی جیسے رہنمایان ملت اعلیٰ حضرت کی صدائے دل نواز کے مظہر اتم تھے۔ اعلیٰ حضرت کے ہمنواؤں نے ہندوؤں کے متبرک تیرتھ مقام بنارس میں قیام پاکستان کے لئے عظیم کانفرنس منعقد کی تھی اور یہ دو قومی نظریہ کے مبلغ اس حد تک بڑھ گئے کہ انہوں نے اعلان کیا کہ اگر مسلم لیگ قیام پاکستان کے مطالبے سے ہٹ بھی جائے تو ہم اس مطالبے سے ہرگز نہیں ہٹیں گے اعلیٰ حضرت شمع اسلام میں محبت کا تیل ڈالنے میں ساری زندگی مصروف رہے عرب و عجم میں کئی تحریکیں اٹھیں جن کے فکری ڈانڈے کہیں دور اسلام سے جدا پگڈنڈیوں سے ملتے تھے۔ مگر دل نواز نظر فریب نعروں سے ان افکار کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا، حضرت بریلوی ایسی کسی تحریک سے متاثر نہیں ہوئے انہوں نے مسلم کی توانائیاں ان کے تار و پود بکھیرنے میں صرف کر دیں اور حقیقی اسلام کے درخشاں چہرے سے سب غلط افکار کے پردے نوچ پھینکے اسلام اسی آب و تاب سے سامنے آیا جس چمک دمک سے وہ دورِ نبوت عہد خلافت اور مجتہدین سے ضیا پاشیاں کرتا چلا آ رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت کو یہ یقینِ واثق تھا کہ اسلام امام الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نام ہے وہ سمجھتے تھے کہ محبّت ہی غیر مشروط اطاعت واتباع کو جنم دیتی ہے انہیں یقین تھا کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی کامیابیوں کا راز اسی نور محبت اور مشفق اتباع اطاعت کا پرتو تھا لہٰذا انہوں نے قوم کو مقام مصطفیٰ کی عظمت کی طرف بلایا بلالی روح پیدا کرنے کی تلقین فرمائی اجماع امت کے حسن کو عام کیا اور بتایا کہ بات وہی سچی ہے جو دورِ اول سے لیکر آج تک اولیا سلف کرتے آئے ہیں۔

محبّت اپنے کچھ تقاضے رکھتی ہے پھر جس سینے میں شاہِ ہر دوسرا کی محبت ہو وہ محبت کے تقاضوں کو کیسے پورا کرتا ہے گا اور محبت کی رعنائیوں سے کس طرح مسحور ہوتا ہوگا؟ اس کا اندازہ بھی

امام رضا کی پاکیزہ زندگی سے کیا جا سکتا ہے۔ باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اعلیٰ حضرت آپ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت رکھتے تھے سنّت مصطفوی سے عشق تھا زندگی کے ہر شعبے کو نور سنّت سے منوّر رکھتے تھے صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام سے محبت تھی اولیا امت سے عموماً اور غوث الثقلین شاہ بغداد سے خصوصاً والہانہ عشق تھا کیونکہ یہ لوگ قاسمانِ نور مصطفیٰ اور بلبلانِ گلشنِ مجتبیٰ تھے اس محبت میں انہیں استغراق کلی حاصل تھا اور درِ مصطفیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر کسی دنیا والے کے دروازے پر بھی انھوں نے نگاہِ غلط انداز نہیں ڈالی انہیں بھروسہ تھا اپنے آقا مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم گستریوں پر انہیں اعتماد تھا اپنے ہادی و شاہد علیہ السلام کی بندہ پروریوں پر ان کی نگاہیں اٹھتی تھیں تو تجلیات مصطفیٰ کی ضوریزیوں کے سمیٹنے پر ان کا دل دھڑکتا تھا تو صرف رحمت اللعالمین کی رحمت نوازیوں پر وہ غلام مصطفیٰ کے گلشن کے بلبل تھے لہذا انہیں ہر طرف علم مصطفیٰ کے جلوے نظر آتے تھے اور نورِ مصطفیٰ کی نور بیزیاں نظر آتی تھیں عشق مصطفیٰ کا جو معیار وہ قائم فرما گئے وہ متاخرین کے لئے مینارہ نور ہے اور وہ سوز جو اپنے کلام میں بھر گئے خدا جانے کب تک دلوں کو گرماتا اور وجدان کو تڑپاتا رہے گا ان کے دور کے شعرا مسلمان نوابوں کے قصائد مدحیہ لکھ کر جلب زر کر رہے تھے۔ نواب نان پارہ کا دربار شعراء کو کشاں کشاں حصول زر کے لئے لا رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت کی شاعری کے لئے لوگوں نے اس دربار کا دروازہ کھولنا چاہا بے چاروں کو پتہ نہیں تھا کہ عبد مصطفیٰ عبد زر نہیں ہوا کرتے۔ اعلیٰ حضرت سے درخواست کی گئی کہ وہ بھی نواب نان پارہ کی شان میں قصیدہ رقم فرمائیں ذرا جواب ملاحظہ ہو زبان شعر میں اپنا عقیدہ بیان فرما دیا اپنی زندگی کا خلاصہ بیان فرما دیا ہے اپنے محبوب پاک کے مقابلے میں دنیا کے شاہوں کو لانا بھی ایمان کی توہین قرار دے دیا ہے اور کیا لطافت طبعی ہے کہ نان پارہ کے لفظ کو ترکیب انسانی کی شکل دے کر ادبی وجدان رکھنے والوں کی دنیا میں وجد و مستی پیدا کر دی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

کروں مدحِ اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

ذرا اس بلا میں میری بلا کی بندش ملاحظہ ہو اور ذرا ملاحظہ فرمائیں اس والہانہ پن کو جو "میں گدا ہوں اپنے کریم کا" میں مضمر ہے واہ کیا شان ہے۔ اس گدا کی جو اپنے کریم کے سوا کسی کو اپنا کریم نہیں مانتا کیا شان ہے پھر اس رحیم و کریم آقا کی جو اپنے گدا کو پارہ نان کے لئے کسی نواب نان پارہ کے دروازے پر جانے نہیں دیتا۔ گدا ہے با وفا اور کریم ہے با حمیت و اسخیا سبحان اللہ کیا مقام نیاز مندی ہے اور کیا مرتبہ بندہ پروری ہے اور گرم گستری ہے اعلیٰ حضرت کی دینی اور ملی خدمات کو دیکھ کر حرم پاک کے عظیم عالم سید خلیل مکی نے انہیں چودھویں صدی ہجری کا مجدد کہا اور یہ نعرۂ اہلسنت کا نعرہ بن گیا لبنان کے شہرۂ آفاق مفکر علامہ یوسف انبہانی نے انہیں امام کبیر کے لقب سے نوازا جن حضرات نے اعلیٰ حضرت کی گراں مایہ کتب کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی وسیع المطالعہ شخصیت کو ملاحظہ کیا ہے۔۔۔۔ اور ان کی وسعت علمی کے سمندر میں غوطہ زنی کی کوشش کی ہے وہ یقیناً علامہ مکی اور علامہ نبہانی کی آرا کی تائید کرتے ہیں ہم تو یہ سمجھتے ہیں انسان اربعہ عناصر سے مرکب ہیں مگر اعلیٰ حضرت کا خمیر تین عناصر سے اٹھا اور وہ ہیں علم عمل اور محبت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔

■■■■■■■■■■■■■■■■■■■■■■■■

ایمان کامل

جس کے دل میں اللہ و رسول جلّ و علا و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو۔ اللہ و رسول کے محبوبوں سے محبت رکھے، اگرچہ اپنے دشمن ہوں، اور اللہ و رسول کے مخالفوں، بدگویوں سے عداوت رکھے۔ اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں، جو کچھ دے اللہ کے لئے دے۔ جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے، اسی کا ایمان کامل ہے۔ (احکامِ شریعت)

پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید جامعہ کراچی میں شعبۂ علوم اسلامی میں استاد کی حیثیت سے پچھلے ۱۵ سال سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ ملک کے نوجوان لیکن باصلاحیت قلمکار ہیں اب تک درجن سے زیادہ تصنیفات چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور ان کی کتابوں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر لکھی جانے والی کتاب کو ۱۹۸۵ء میں خصوصی صدارتی ایوارڈ بھی دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ قومی اور بین الاقوامی معیار کی درجنوں کانفرنسوں میں تحقیقی مقالات پیش کر چکے ہیں اور ۱۹۸۷ء میں قومی سیرت کانفرنس میں تحقیقی مقالہ لکھنے پر خصوصی ایوارڈ دیا گیا۔ جامعہ کراچی میں آپ کے زیر نگرانی کئی طالب علم پی۔ ایچ ڈی کر رہے ہیں۔

ادارہ

"ہندوستان کے اس دور میں احمد رضا خاں بریلوی جیسا ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے آپ کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ آپ کے فتاویٰ آپ کی ذہانت اور علوم دینیہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ گویا آپ اپنے دور کے امام ابو حنیفہ ہیں۔" یہ وہ الفاظ ہیں جو مفکر پاکستان شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کی شان میں بیان فرمائے ہیں۔

کائنات کا نظام عدل پر قائم ہے اور جب تک یہ عدل و توازن ہے کائنات کا نظام جاری و ساری ہے جوں ہی یہ عدل و توازن بگڑا کائنات فنا ہو جائے گی۔ مسلم معاشرے نے جب تک توازن کو برقرار رکھا اپنی حدود میں رہ کر کام کیا تو البیرونی، رازی رحمۃ اللہ علیہ اور غزالی علیہ رحمۃ پیدا ہوتے رہے مگر جب حدود پامال کی گئیں اور نفس کی غلامی اپنائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ تحائف یہ نعمتیں عطا کرنا روک دیں۔ پھر صدیاں گزر گئیں نہ کوئی البیرونی ہوا نہ رازی علیہ رحمۃ اور نہ ہی غزالی علیہ رحمۃ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے برسوں بعد ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی میں جلوہ فگن ہوا۔ جس نے علم کے سمندر سے وہ موتی چنے جس کی قدر و قیمت ناممکن۔ جس کی فکر نے فکر انسانی کو معراج

دی ۔ اور علم کی وہ شمع روشن کی جس کی چمک کے سامنے باقی تمام شمعیں ماند پڑ گئیں ۔ یہ وہ ہستی ہے کہ جس کے نام نامی کے زبان پر آتے ہی بڑے سے بڑا سر عقیدت سے جُھک جاتا ہے اور دل عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جگمگا اٹھتا ہے ۔ پھر کیوں نہ اقبال جیسی شخصیت انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتی اور یہ کہنے پر مجبور ہوتی کہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کرنے اس دنیا میں تشریف لائے ۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی

یا بندۂ صحرائی یا مرد کوہستانی (اقبال)

اعلیٰحضرت مرد کوہستانی تھے اور یہ تحقیقی بات ہے جیسا کہ کابل یونیورسٹی کے پروفیسر عبدالشکور اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ "پٹھان جسے ہم پشتون کہتے ہیں اور خاص کر اشرف البلاد قندھار کے رہنے والے اس پر بہت خوش ہیں کہ ضیاءالدین عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں جیسی علمی ہستی ہم میں سے ہے ۔ آپ کی تحقیقی کاوشیں اس قابل ہیں کہ تاریخ ثقافت اسلامی پاک و ہند اس کے بغیر نامکمل ہے ۔ انھیں عام کیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اکابرین پر فخر کریں ۔

تمام علوم عقلی و نقلی پر اعلیٰ حضرت کو دسترس حاصل تھی ۔ ان میں اکیس (۲۱) علوم و فنون آپ نے اپنے والد سے سیکھے ۔ دس (۱۰) علوم و فنون مختلف اساتذہ سے اور بقیہ پچیس (۲۵) سے زائد علوم آپ کی اپنی سعی اور عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صلے میں آپ کو ملے ۔

میں یہاں صرف آپ کی سیاسی بصیرت کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا ۔

اعلیٰ حضرت جس دَور میں تشریف لائے وہ دَور تاریخ کا انتہائی سیاہ اور افسوس ناک حد تک تھکا دینے والا تھا ۔ اس دَور میں مسلمان دو محاذوں پر برسرِ پیکار تھے ایک طرف اپنے ایمان کی بقا کے لئے غیروں کے علاوہ اپنوں سے بھی ہوشیار رہنا اور دوسری طرف سیاسی مفادات کی خاطر سخت جدوجہد کرنا ۔ اس موقع پر اعلیٰحضرت نے جن تحریکوں کی مخالفت کی ان میں "تحریک ترک موالات" شامل تھی بلکہ سرفہرست تھی ۔ آپ نے اس کے سیاسی مضمرات سے عامۃ الناس کو آگاہ کیا ۔ ناسمجھ اور ناتجربہ کار سیاست دانوں اور نام نہاد علماء نے آپ کی بات پر توجہ نہ کی ۔ لیکن جونہی "تحریک

ترکِ موالات" ناکام ہوئی تو ہر شخص کو یہ احساس ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت سب سے زیادہ تھی۔

اعلیٰ حضرت کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اس وقت جبکہ ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ اپنے عروج پر تھا۔ کفار و مشرکین کو منبرِ رسول پر بیٹھا کر اس کی توہین کی جا رہی تھی۔ اس وقت صرف اور صرف اعلیٰ حضرت ہی کی شخصیت تھی جنہوں نے سیاسی طور پر دو قومی نظریہ پیش فرمایا۔

ہمارے آج کل کے مورخین کو (خصوصاً غیر جانبدار) یہ بات ریکارڈ کر لینا چاہیئے کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۸۹۶ء میں پٹنہ سنی کانفرنس میں اس وقت یہ نظریہ پیش کیا جس وقت کہ یہ نظریہ کسی کے خیال میں بھی نہ تھا اور یہ بات بڑے وثوق اور تحقیق سے کہی جا سکتی ہے کہ آپ نے دو قومی نظریہ میں ہندوؤں کے سازشی نعرے کے باطنی اور ظاہری مضمرات سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا اور یہ آپ ہی کی سیاسی بصیرت ہے کہ پاکستان جس کی بنیاد پر وجود میں آیا۔

اعلیٰ حضرت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے اپنے تلامذہ اور خلفاء میں ہر شخص کو اس کی ذہنی صلاحیت اور انداز فکر کی مناسبت سے متعلقہ فرائض سرانجام دینے کی ترغیب فرمائی اور آپ نے دو گروپ تشکیل دیئے۔ ایک مذہبی اور دوسرا سیاسی۔ اگر کوئی شخصیت دینی علوم کے ساتھ ساتھ سیاسی فکر اور سمجھ بوجھ بھی رکھتی تھی تو اس کو سیاسی فرائض سرانجام دینے کی تاکید فرمائی اور اگر کوئی شخص صرف دینی نقطۂ نظر سے بلند فکر کا مالک تھا تو اس کو مذہبی گروپ سے متعلق رکھا مگر دینی علوم دونوں میں مشترک ضرورت تصور کی جاتی اس لئے کہ آپ کے نزدیک سیاست کے لئے دین داری ضروری تھی۔

گویا اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی دونوں طرح سے تربیت فرمائی اور خود رضائے مصطفیٰ کے نام سے سیاسی جماعت کی تشکیل فرمائی۔ جس میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی، شاہ عبد العلیم صدیقی، مولانا امجد علی، مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفیٰ رضا خاں شامل تھے۔

دوسرے علماء کا کام یہ تھا کہ وہ اسلام پر مخالفین کی طرف سے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیتے ہوئے تبلیغ دین میں مصروف رہیں کیونکہ

كنتم خير امة اُخرجت للنّاس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر اس امت مسلمہ کا خاصہ ہے۔

یہ دونوں کام اتنے اہم اور عظیم تھے کہ مسلم لیگ کے قیام کے وقت ممبر سازی اور کارکنان بنانے میں کام آئے۔ اور جب انتخابات کا وقت آیا تو اس کام کی وجہ سے ہی مسلمانوں کو متحد کر کے ایک جھنڈے تلے جمع کیا گیا۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مسلم لیگ کو عوام میں روشناس کرانے اور عوام کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے میں عوام کی وہ تربیت کام آئی جو اعلیٰ حضرت نے اپنے تلامذہ اور خلفاء کی خصوصی توجّہ سے فرمائی ورنہ مسلم لیگ جو ایک نئی جماعت تھی اور جس کے لیڈر عوام کے لئے بالکل نئے تھے ان کا عوام سے رابطہ صرف اور صرف وہ سنّی علمائے کرام تھے جنھوں نے اپنے مشن کو صحیح اور احسن طریقے سے انجام دیا۔ اور پاکستان ان ہی علماء کرام و مشائخ کی محنتوں کا نتیجہ ہے جس کے قائد اوّل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تھے۔

یہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں کی سیاسی بصیرت ہی تھی کہ آپ کے نظریۂ ترک موالات کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے نہ صرف اس کا اعتراف کیا کہ " مجھ سے دانستہ اور غیر دانستہ زبانی، تحریری اور عملی طور پر ایسے گناہ سرزد ہوئے ہیں جن پر میں نادم ہوں۔ میں اس سے پہلے انھیں گناہ تصوّر نہیں کرتا تھا لیکن مولانا احمد رضا خاں بریلوی انھیں اسلام سے انحراف گمراہی اور قابل مواخذہ خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا میں ان سب سے رجوع کرتا ہوں اور ان کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کے فیصلوں اور فکر پر کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہوں۔" بلکہ یہ بیان بھی شائع کیا کہ "مسلمان ہندو قیادت کی پیروی سے باز رہیں۔"

اعلیٰحضرت کے بعد آپ کی سیاسی جدوجہد کو آپ کے تلامذہ اور خلفاء نے جاری رکھا اور قرارداد پاکستان کی منظوری کے ساتھ ہی حصولِ پاکستان کے لئے پورے پاک و ہند میں تبلیغی انداز میں کام کیا۔ اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے شمالی علاقوں کا دورہ کر کے قریہ قریہ یہ پیغام عام کیا اور تنظیم کا نیا دستور تیار کر کے آل انڈیا سنی کانفرنس سے اس کا نام جمہوریۃ الاسلامیہ رکھ دیا۔

قیام پاکستان کے سلسلے میں مولانا کا جمہوریۃ الاسلامیہ پنجاب کے آرگنائزر مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ

علیہ کے نام بہ تحریر اعلیٰحضرت کی تربیت کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں لکھا گیا کہ "جمہوریۃ الاسلامیہ کو کسی بھی صورت میں پاکستان کے مطالبے سے دستبردار ہونا قبول نہیں خواہ جناح خود اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔"

اپریل ۱۹۴۶ء کی بنارس کانفرنس کا حال پڑھیئے جس میں پانچ ہزار سے زائد علماء و مشائخ نے شرکت کی اور پاکستان کی ضرورت و اہمیت کے متعلق مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اس اجلاس کی صدارت اعلیٰ حضرت کے تلمیذ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ان مشائخ میں خواجہ قمرالدین سیالوی اور پیر مانکی شریف بھی شامل تھے۔ اعلیٰ حضرت اس برصغیر کی عظیم علمی و روحانی شخصیت ہی نہ تھے بلکہ ان کا سیاسی مقام بھی ہے۔ اُن کی تربیت سے مسلمانوں میں سے مفسرین، مفکرین، دانش ور اور سیاست دانوں کی ایک جماعت تیار ہوئی جس نے بالآخر اسلام کو کفر سے الگ کرکے پاکستان جیسی مملکتِ خداداد کو جنم دیا۔ مگر ایسی مملکت جہاں اسلامی شریعت نافذ ہو، جہاں اسلامی اقدار کی حفاظت ہو جہاں انسان انسان کا ہمدرد ہو، جہاں حلال و حرام کی تمیز ہو، جہاں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق و جانثار ہوں، جہاں عدل و انصاف کا بول بالا ہو۔ جہاں لیاقت و قابلیت کی پوچھ ہو، جہاں کمالات کی قدر ہو، جہاں مذہب کے نام پر استحصال نہ ہو، جہاں علاقائیت کے نام پر باہم نفرت نہ ہو، جہاں علاقائی و لسانی تفرقے نہ ہوں اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہم سب نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قائم کرنے میں اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کریں جس سے اجتماعی سوچ پیدا ہوگی، اجتماعیت کی بات ہوگی تو علاقائیت عشق کی قوت سے نیست و نابود ہوگی اور عہد نبوی کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا کا یہی پیغام ہے۔ اور اس پیغام کو عام کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری فردِ واحد کی نہیں بلکہ ہم سب اجتماعی طور پر اس کے ذمہ دار ہیں۔

اگر ہم نے اس ذمہ داری کو پورا کر دیا تو تو یقین جانیے ہمیں ان برکتوں سے بھرپور حصہ ملے گا جو اسلام کے زیر سایہ مسلمانوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ یہ دنیا ہی نہیں لوح و قلم بھی ہمارے ہوں گے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ ہو، عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے سب بیکار و مردود ہے۔ (القرآن)
- محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مدار ایمان و مدار نجات و مدار قبول اعمال ہوئی۔ (تمہید الایمان بآیات القرآن)
- ایمان کے حقیقی واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں

(۱) محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور

(۲) آپ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی لکھنے اور سننے کا ادب

- صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ "صلعم" لکھنا سخت منع ہے.... ایک ذرہ سیاہی، ایک انگلی کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لئے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑنے اور محرومی و بے نصیبی کا ڈانڈا پکڑتے ہیں
- قلم بھی ایک زبان ہے "صلی اللہ علیہ وسلم" کی جگہ مہمل بے معنی "صلعم" لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یونہی کچھ الم غلم بکنا۔
- اللہ کا یہ حکم يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا کہ اے ایمان والو اپنے نبی پر درود اور خوب سلام بھیجو (اللّٰھم صلّ وسلّم وبارك عليه وعلىٰ آله وصحبه ابدا) وجوباً خواہ استحباباً ہر بار نام اقدس سننے یا زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے پر ہے۔ تحریر میں اس کی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلّم" لکھنے میں ہے۔

(فتاوی افریقہ)

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا تعلق بھارت سے ہے آپ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں شعبہ دینیات میں استاد ہیں ۔ آپ نے کم عمری میں ہی اتنی اسناد حاصل کر لی ہیں کہ اپنے ہم عصروں میں بہت نمایاں ہیں ۔ عربی زبان میں مہارت تامہ حاصل ہے عربی ہی زبان میں مقالہ پیش کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے فارسی ادب اور اردو ادب میں بھی سندیں حاصل کر چکے ہیں ۔ درس نظامی کے بھی فارغ التحصیل ہیں ۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور کئی عربی کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی کر چکے ہیں ۔ متعدد تحقیقی مقالات مختلف کانفرنسوں میں پیش کر چکے ہیں

ادارہ

شرعی قوانین کے ملکۂ استنباط کو فقہ کہا جاتا ہے شرح مسلم الثبوت میں ہے " والفقہ حکمۃ فرعیۃ شرعیۃ " (۱) اس میں عبادات، معاملات، مناکحات، عقوبات، مخاصمات، حکومت و خلافت وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے ۔

اسلامی فقہ کا اصل ماخذ قرآن مقدس ہے اس کا ثبوت قرآن کی اس آیت سے ملتا ہے

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون " (۲)

پس ایسا کیوں نہ کیا گیا کہ مومنوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی جو دین میں فہم و بصیرت پیدا کرتی اور جب وہ اپنے گروہ میں واپس جاتی تو لوگوں کو جہل و غفلت کے نتائج سے ہشیار کرتی تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں ۔

اس آیت سے تفقہ فی الدین کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فہم و بصیرت دین میں ضروری ہے اس کے بغیر اسلامی قانون سے آشنائی ممکن نہیں ۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید ہو جاتی ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا قصد کرتا ہے اسے دینی بصیرت عطا کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

من یرد اللہ خیراً یفقھہ فی الدین" (۳)

ایک دوسری جگہ شارع اسلام علیہ السلام نے صحابہ کو اس طرح مخاطب کیا ہے۔

" ان رجالا یاتو نکم من الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیراً"(۴)

لوگ تمہارے پاس دین میں تفقہ (البصیرت) حاصل کرنے آئیں گے جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو یہ میری وصیت ہے۔

دور نبوت میں صرف دو ہی ماخذ تھے جہاں سے فقہی مسائل کی تشریح و توضیح ہو سکتی تھی یا قرآن حکیم یا تشریحات نبوی قرآن حکیم کا مصدر اول ہونا تو مسلّم ہے رہی تشریحات نبوی تو اس پر بھی کسی کو شبہ نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر قسم کے علم کے متعلق لوگوں کی نگاہیں آنحضرت کے جمال مبارک پر جمی ہوئی تھیں ان کے کان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لگے ہوئے تھے جہاد کی مصلحتوں صلح و جزیہ کا معاہدہ فقہی احکام زہد کے متعلق علوم وغیرہ کے متعلق جو باتیں بھی پیش آتی تھیں سب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے۔ (۵)

عہد صحابہ میں حالات و زمانہ کے سبب اور دوسرے مسائل ابھر کر سامنے آئے جس کے سبب قرآن و تشریحات نبوی کے علاوہ اجماع اور رائے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی چونکہ ان دونوں سے کام لینے کی ترغیب قرآن و سنت میں موجود تھی اس لئے بلا جھجک تمام صحابہ نے اس پر عمل کیا خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ جلیل القدر اصحاب رسول اس عہد کی مہتم بالشان فقہی شخصیات ہیں۔

آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دو خلفاء کے معاملات کو لے کر سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی جماعت تین حصوں میں منقسم ہو گئی جس کے سبب فقہی مسائل میں بھی اختلاف ناگزیر ہو گیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فقہ کی ترتیب سے متعلق زیادہ کام ہوا پھر یہ سلسلہ بڑھتا رہا کئی مقامات پر اس کے مراکز قائم ہوئے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر و یمن میں جلیل القدر

شخصیتیں اسلامی فقہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہیں انہیں دیار علم و فن میں بعد کے ادوار میں کوفہ اسلامی علوم و فنون کا مرکز بنا وہاں سے ایک شخص نعمان بن ثابت (متوفی ۱۵۰ھ) کے نام سے ابھر کر سامنے آیا جو بظاہر تاجر پیشہ انسان تھا مگر خدا نے اسے اتنی دینی بصیرت اور اسلامی سوجھ عطا کی تھی جس کے سبب وہ اپنے زمانے کا صرف نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا فقیہ اکبر اور امام اعظم کے لقب سے مشہور ہوا اور کثرت مطالعہ کے سبب ابوحنیفہ کنیت قرار پائی، ان کے علاوہ کوفہ میں سفیان بن سعید ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) اور شریک بن عبداللہ نخعی (متوفی ۱۷۷ھ) بھی تھے جن کی فقہی بصیرت کا سکہ چل رہا تھا مگر ابوحنیفہ نعمان بن ثابت نے اس فن میں روح ڈال دی اور ایک نئی جہت متعین کر کے اس فقہی کاز کو آگے بڑھاتے رہے ان کے زمانے میں اور ان کے بعد متعدد حضرات فقہ کی ترقی کے لئے مشہور ہیں مگر قبول عام صرف چار بزرگوں کے مسلک کو ہوا۔ ان میں امام اعظم ابوحنیفہ کے علاوہ امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) ہیں ان چاروں اماموں کے مسلک نے شہرت حاصل کی اور ان کی فقہ مدون کی گئی ان میں زیادہ رواج امام ابوحنیفہ کی فقہ کو ملا جسے آج فقہ حنفی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے بیشمار شاگردوں میں دو شاگرد ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (متوفی ۱۸۲ھ) اور محمد بن حسن بن فرقد شیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) بہت مشہور ہوئے اور فقہ حنفی کے امام تسلیم کئے گئے ان حضرات نے فقہ حنفی میں بڑی معیاری کتابیں لکھیں فقہ حنفی امام ابوحنیفہ کے علاوہ ان دونوں حضرات کی بھی رہین ہے۔

عالم اسلام میں ان چاروں اماموں کے مسلک کو رواج ملا اندلس اور شمالی افریقہ کے مغربی حصے میں لوگ فقہ مالکی پر عمل کرتے تھے، حجاز و یمن میں فقہ شافعی رائج ہے، نجد میں فقہ حنبلی پر عمل ہوتا ہے اور فقہ حنفی عراق، ماوراء النہر، آذربائیجان، خوارزم، افغانستان، ترکی اور پاک ہند میں رائج ہے ہندوستان کے اکثر علاقہ میں فقہ حنفی کا رواج ہے لیکن ساحل سمندر کے علاقہ مثلاً مدراس، ملیبار اور کوکن وغیرہ میں فقہ شافعی کے ماننے والے زیادہ ہیں (۶)

فقہی اعتبار سے برصغیر میں لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ تو ایسے لوگوں کا تھا جن کا کہنا تھا کہ ہم کسی امام کی تقلید نہیں کرتے خدا نے ہمیں سمجھ عطا کی ہے ہم قرآن و سنت سے خود مسائل کا

استنباط کر سکتے ہیں اور دوسرا گروہ جن کی رائے معتدل اور افراط و تفریط سے خالی ہے ان کا کہنا ہے کہ مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید واجب ہے کیونکہ ہر شخص کتاب و سنت سے براہِ راست مسائل نہیں اخذ کر سکتا ہے۔

اس دوسرے گروہ میں دو جماعتیں ابھر کر سامنے آئیں ایک کا کہنا ہے کہ کہیں کہیں اپنی عقل سے بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے ہر معاملہ میں تقلید ضروری نہیں ایسے لوگوں میں علمائے فرنگی محل اور علمائے دیوبند کا نام آتا ہے۔ دوسری جماعت جو اتباع سلف پر مصر رہی ایسے لوگوں میں سرفہرست علمائے بدایوں جن میں بطور خاص مولانا فضل رسول بدایونی (متوفی ۱۲۸۹ھ) اور علمائے بریلی میں مولانا نقی علی خاں کا نام آتا ہے علامہ بدایونی جتنی شدّت سے فقہ حنفی پر کاربند تھے ان سے کچھ کم شدّت مولانا نقی علیخان (متوفی ۱۲۹۷ھ) کے یہاں نہیں تھی۔

مولانا نقی علیخان نے فقہ کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا رضا علیخان (متوفی ۱۲۸۲ھ) سے حاصل کی تھی جو مولانا خلیل اللہ رامپوری کے شاگرد تھے مولانا خلیل اللہ نے درسیات کی تکمیل مولانا غلام جیلانی رفعت سے کی تھی۔

مولانا نقی علیخان کے تین صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے احمد رضا خاں تھے انہوں نے کئی علوم و فنون سے متعلق مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا لیکن فقہیات کی تعلیم اپنے والد ماجد اور دوسرے اساتذہ سے کسب فیض کر کے اتنا کمال حاصل کیا کہ اگر چودہویں صدی ہجری کا زمانہ آپ کے کارناموں کے سبب آپ کی طرف منسوب کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا جس طرح فرانس کی اٹھارہویں صدی عیسوی کا زمانہ والٹیر اور عصر المامون کو عصر الجاحظ" ان کے کارناموں کے سبب کہہ کر پکارا گیا۔ (۷)

مولانا احمد رضا خاں بلاشبہ اس صدی کے مجدّد تھے تجدید احیاء دین کا اہم کارنامہ ان کی ایک ہزار تصانیف و دیگر علمی و قلمی خدمات سے عیاں ہے یوں تو انہوں نے کئی علوم و فنون پر طبع آزمائی کی لیکن فتویٰ نویسی اور تفقہ فی الدین ان کا خصوصی میدان تھا ایک ہزار تصانیف میں ۲۵۴ تصانیف ان کی فقہی بصیرت پر شاہد عدل (۸) جن میں العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ " جیسی ۱۲ ضخیم جلدیں بھی ہیں جن کی بعض جلدیں جہازی سائز پہ ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے والد ماجد کی طرح فقہ حنفی پر شدت سے عمل پیرا رہے اور اپنے

شاگردوں کو بھی اس مسلک کی تائید وحمایت اور اشاعت کرنے کی تلقین کرتے رہے اور اپنے علم کی تابانی میں تلامذہ کی شخصیت کی تعمیر کرتے رہے، اس چودہویں صدی ہجری کے آفتاب علم وتجدید کے پروانے شاگردوں اور خلفاء کی شکل میں اس روشنی کے اردگرد منڈلا کر اقتباس نور کرتے رہے یہ علم وفن کے بحر ناپیدا کنار تھے جن کی نہ جانے کتنی موجیں تھیں وہ ایک کارخانہ تھے جہاں پرزے نہیں شخصیت سازی ہوتی تھی وہ بظاہر ایک نحیف وناتواں انسان تھے مگر حقیقت میں وہ ایک تحریک اور ایک جماعت تھے۔ وہ تو ۱۳۴۰ھ ہی کو دنیا سے کوچ کر گئے مگر ان کے خلفاء اور تلامذہ تا زندگی ان کی عظمت اپنے سروں پر اٹھائے رہے اور آج بھی ان کی عنقریب آشکار کرنے میں یونیورسٹیاں، کالجز، ادارے، تحریکیں، تنظیمیں مجموعی اور انفرادی طور پر برابر شریک ہیں۔

امام علم وآگہی مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کو ہم نے سطور بالا میں آفتاب علم کہا ہے بلاشبہ اس کی ایک کرن صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تھے یوں تو اس کتاب کی نہ جانے کتنی کرنیں تھیں اور کہاں کہاں تک اس کی چمک تھی مگر جس کرن کی تابانی سے پورا برصغیر ہند وپاک مستنیر ہے وہ صدر الشریعہ ہی تھے انہوں نے مولانا احمد رضا خاں سے باضابطہ پڑھا تو نہیں مگر اس رضوی گلشن کے گلچیں ضرور رہے جس کے سبب انہیں اتنی قربت رہی کہ اکثر تلامذہ اس جیسی قربت سے محروم رہے اور اس قربت سے اس قدر علم وآگہی میسر آئی کہ اس کی ایک جہت فقہی بصیرت کے سبب انہیں صدر شریعت اور بدر طریقت جیسے اہم القاب سے نوازا گیا۔

اعظم گڑھ کی ایک مشہور تحصیل قصبہ گھوسی میں حکیم جمال الدین (مرحوم) کے گھر ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے علم الادیان کے لیے آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق اور مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری (متوفی ۱۳۴۶ھ) اور مولانا وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۹۱۶ء) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اکتساب فیض کرکے فقہ میں کمال حاصل کیا اور علم الابدان اپنے حکیم والد ماجد کی رہنمائی میں حکیم عبدالولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے حاصل کیا۔ دونوں علوم کی تکمیل کے بعد اسے عمل میں بھی لائے مطب تو آپ نے پٹنہ میں کیا اور تدریسی فرائض اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی صحبت میں رہ کر منظر اسلام بریلی میں انجام دیئے یہاں وہ صرف مدرس ہی نہیں تھے بلکہ فعال، محرک، دوراندیش اور علوم میں بالغ نظری ہونے کی وجہ سے کئی امور کی ذمہ داری بھی سنبھالے رہے آپ کی اس حیرت کارکردگی اور دینی تفقہ دیکھ کر اعلیٰ حضرت فرما اٹھے۔

"موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا اس کی وجہ یہی ہے
کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے" (۸)
فتوی نویسی ہو یا پروف ریڈنگ، جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبۂ علمیہ کا کوئی کام ہو یا مطبع اہلسنت کا
کوئی معاملہ یا تدریسی امور، ہر ذمہ داری مولانا تن تنہا بطور احسن انجام دیتے تھے اور لطف تو یہ کہ مسلسل تگ و دو کے
باوجود چہرے پر تھکن کے آثار بھی نمودار نہ ہوتے جب تک کام کو آخری مرحلہ تک نہ پہنچا لیتے دم نہ لیتے
اسی لئے تو حضرت مولانا احمد رضا خان انھیں کام کی مشین کہا کرتے تھے (۹)

آپ کو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی بارگاہ سے اجازت بھی ملی چنانچہ آپ رشد و ہدایت
کی طرف بھی مائل ہوئے جس کے سبب سے آپ کی مصروفیات میں مزید اضافہ ہوا لیکن بہ یک وقت ساری
ذمہ داریاں آپ اسی طرح نباہتے رہے۔

مولانا امجد علی کو جملہ علوم و فنون میں یکساں مہارت تھی علوم شرعیہ میں خاص طور سے تفسیر و حدیث
اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا مگر مولانا کے جوہر کسی سبب صرف فقہ میں ابھر کر سامنے آسکے بہار شریعت
کی ۱۷ اور فتاوی امجدیہ کی دو ضخیم جلدیں اس کی بین مثال ہیں۔

مولانا موصوف دراصل درس و تدریس کے آدمی تھے زندگی کا بیشتر حصہ انہوں نے درس
نظامی کی تدریس میں گزارا جس کے سبب پورے ملک میں ان کی تشہیر ہوگئی دارالعلوم منظر اسلام بریلی، دارالعلوم
معینیہ اجمیر، دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادون علیگڑھ ان کی تدریسی جولانگاہ رہے ہیں۔ نواب صدر یار جنگ
مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی کے اس اعتراف سے ان کی تدریسی صلاحیت مسلم ہو جاتی وہ کہتے ہیں

"مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنھیں میں منتخب جانتا ہوں" (۱۰)

اس کے علاوہ ان کے تدریسی تجربہ کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب فروری ۱۹۲۶ء میں مسلم
یونیورسٹی کے نصاب کی تشکیل ہو رہی تھی تو اس میں ملک کے جن تجربہ کار مدرسین سے اس سلسلہ میں رابطہ قائم
کیا گیا تھا ان میں (۱) نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (۲) مولانا سید سلیمان اشرف
سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی (۳) مولانا مناظر احسن گیلانی استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد
(۴) مولانا عبدالعزیز المیمنی راجکوٹی صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی (۵) مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ صاحب
تذکرہ صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی پرنسپل دارالعلوم معینیہ اجمیر بھی تھے (۱۱) مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات

کا نصاب انہیں چند حضرات کا رہین منت ہے اس نصاب کی کامیابی کا راز شاید یہی ہے کہ اس کی تشکیل ایسے ذی صلاحیت ارباب علم وفضل نے کی تھی جن میں ہر ایک ایک سے بڑھ کر تھا۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی نے گوشۂ تدریس وتالیف سے نکل کر ملکی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا اور تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دیں آج کا پاکستان جن اکابر علماء کی جدوجہد اور شبانہ روز تگ و دو کا نتیجہ ہے ان میں ان کا بھی ایک نام ہے۔ قیام پاکستان سے متعلق اہم کمیٹیوں کے رکن رکین رہے اور اس سے متعلق اپنی تمام تر ہمدردیاں اور صلاحیتیں بروئے کار لاتے رہے (۱۲)

صدر الشریعہ کثیر التصانیف تو نہیں تھے مگر ان کی ایک کتاب دوسرے اہم مصنفین کی جملہ کتابوں پر بھاری ہے یوں تو انہوں نے امام ابوجعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی معرکۃ الآرا تصنیف شرح معانی الآثار پر حاشیہ لکھنے کا کام شروع کیا تھا مگر کثرتِ کار کے سبب یہ کام صرف پہلی جلد تک چل سکا مگر جتنا ہوا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

" جلد اوّل کا نصف حاشیہ باریک قلم سے۔ ۴۵۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۳۵، ۳۶ سطریں ہیں۔ (۱۳) یہ کوئی ۱۹۷۰ء کی بات ہے جب میں ہندوستان کی عظیم اسلامی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں زیر تعلیم تھا عرس امجدی کے مبارک ومسعود موقع پر گھوسی جانا ہوا اسی دوران قادری منزل میں دائرۃ المعارف الامجدیہ کے دفتر میں اس حاشیہ کا قلمی نسخہ نظر سے گزرا اگر یہ حاشیہ مکمل ہو کر چھپ جائے تو اہل علم کے لئے مفید ہوگا۔

فتاوی امجدیہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے یہ مصنف کے ان فتاوی کا مجموعہ ہے جسے انہوں نے ۷ ربیع الاوّل ۱۳۴۰ھ سے لیکر ۸ شوال ۱۳۶۷ھ تک صادر کئے ہیں پہلی جلد کتاب الطہارت سے شروع ہو کر کتاب الحج پر ختم ہوتی ہے۔ دوسری جلد اس کے مابقی ابواب ومباحث پر مشتمل ہے اس کتاب کی کہانی مصنف کے فرزند ارجمند مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری کی زبانی سنیئے، فرماتے ہیں

" فتاوی امجدیہ کتاب وسنت کی تائیدات سے مزین ہیں تحقیق کے مواقع پر فتاوی میں تو حدیثوں کا سیل رواں موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے اسی طرح ان میں قواعد اصولیہ اور فقہی کلیات وجزئیات اور نظائر شواہد کے ذکر میں بھی کسی طرح کی کمی نہیں ہے ندرت استدلال وحسن استنباط دیکھ کر کہنا پڑتا ہے فتاوی امجدیہ حقیقتاً فتاوی رضویہ کا تتمہ ہے (۱۴)

اس کتاب کی پہلی جلد تو سامنے ہے دوسری جلد بھی غالباً طبع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ مصنف کی وہ کتاب جو دوسرے مصنفین کی جملہ تصانیف پر بھاری ہے وہ ان کی معرکۃ الآراء تصنیف بہار شریعت ہے اس کتاب کے سبب عالم اسلام میں انہیں زندہ جاوید شہرت ملی اس کتاب میں انہوں نے فقہ حنفی کو اردو قالب میں ڈھال کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے یہی وہ شہرۂ آفاق تصنیف ہے جسے عوام تو درکنار خواص بھی اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر سمجھتے ہیں۔
مصنف فقہ اسلامی اور مسائل شرعیہ کو مکمل طور پر بیس جلدوں میں سمیٹنا چاہتے تھے مگر عمر نے وفا نہ کی اور سترہ حصے لکھنے کے بعد دنیائے دار فانی سے کوچ کر گئے اور چلتے چلتے یہ وصیت بھی کر گئے کہ،

اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہل سنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمادیں تو میری عین خوشی ہے (۱۵)

چنانچہ ان کے شاگرد اور دیگر علماء اس کوشش میں ہیں کہ جلد از جلد صدر الشریعہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو اور اس کی ما بقی تین جلدیں چھپ کر منظر عام پر آجائیں چنانچہ اس سلسلہ کی اٹھارہویں کڑی جو جنایات، قصاص، دیت جیسے اہم مسائل سے متعلق ہے مصنف کے بڑے صاحبزادے مولانا عبد المصطفیٰ ازہری اور دو شاگرد مولانا وقار الدین اور مولانا محبوب رضا خاں کی مشترکہ قلمی تعاون سے ۱۹۸۲ء میں منظر عام پر آئی اس کتاب کی انیسویں جلد جو وصایا کے ابواب و فصول پر مشتمل ہے صدر الشریعہ کے آخری دور کے شاگرد مولانا سید ظہیر احمد زیدی کی سابق استاذ شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے قلم سے جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔ مولانا موصوف مصنف بہار شریعت کے ان چند تلامذہ میں سے ایک ہے جن کے اصرار پر شرح معانی الآثار کا تحشیہ شروع کیا گیا تھا (۱۶)

بہار شریعت کی بیسویں جلد بھی کسی اللہ کے نیک بندے کے قلم سے پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔

بہار شریعت کی تالیف کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں۔

" اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی جو صحیح مسائل پر مشتمل ہو اور ضروریات کے لئے کافی و وافی ہو فقیر بوجہ کثرت مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے۔ مگر حالات زمانہ نے مجبور کیا اور اس کے لئے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی"۔

اس کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا کہ ماہ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے

وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا یہاں تک کہ جب ۱۹۳۹ء کی جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا بہت مشکل ہوگیا اور اس کی طبع میں دشواریاں پیش آگئیں تو اس کی تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا"(۱۷)

اس کے علاوہ مصنف کو کچھ گھریلو پریشانیاں بھی لاحق ہوئیں جن کے سبب وہ غم سے نڈھال ہوگئے اور کچھ ہی مدت میں ان کے گھر میں اور عزیز رشتہ داروں کے یہاں پیہم گیارہ موتیں ہوئیں جن کے سبب دل، دماغ اور بصارت پر گہرا اثر پڑا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کام جو ایک ادارہ کے کرنے کا تھا جسے مولانا عدیم الفرصتی کے باوجود تنہا کرتے رہے وہ بھی اس مسلسل حادثات کے سبب پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکے کتاب مکمل نہ ہونے پر اظہار افسوس اس طرح کرتے ہیں۔

" اگر توفیق الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی اور کتاب مکمل ہوجاتی "(۱۸)

صدر الشریعہ بے حد مصروف تھے پھر بھی یہ حوصلہ رکھتے تھے کہ اگر یہ کتاب بحسن و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی تو تصوف اور سلوک کے موضوع پر اسی انداز کی کئی جلدوں کی کتاب ترتیب دیتے افسوس کہ نہ بہارِ شریعت مکمل ہوسکی اور نہ ہی تصوف پر کچھ لکھا جاسکا۔

بہارِ شریعت کی ابتداء ۱۳۳۴ھ میں ہوئی اور ۱۳۶۲ھ تک اس کی ۱۷ جلدیں ضبط تحریر میں آگئیں یہ کتاب اپنی تمام تر گوناگوں خصوصیات کے سبب تمام اہل علم کے حلقہ میں پڑھی جاتی ہے اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے چھ حصے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے حرف بحرف سنے ہیں اور حسب ضرورت اصلاح بھی فرمائی ہے دیگر کتب فقہ میں جو اس کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) یہ فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ہے اس کتاب میں زندگی کے خطوط و نقوش اور تمام لوازمات کا شرعی احاطہ کر لیا گیا ہے اور شب و روز پیش آنے والے تمام مسائل اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) ہر باب کے ذیل میں تائیدی آیات و احادیث طیبہ اس کے بعد مسائل فقیہ کا بیان ہے۔

(۳) اس کتاب میں ماخذ کے مکمل حوالجات کا التزام کیا گیا ہے۔

(۴) بحث کی پیچیدگیوں میں الجھے بغیر بات دلنشیں انداز میں کہی گئی ہے تاکہ قاری کے ذہن پر بوجھ نہ پڑے

(۵) عبارت نہایت جامع سادہ اور سلیس ہے جس کو ہر معمولی اردو خواں بھی سمجھ سکتا ہے، جزئیات سے پہلے کلیات کی نشاندہی کر دی گئی ہے تاکہ نئے مسائل کے اخذ کرنے میں قاری کو سہولت فراہم ہوجائے

(۶) جملہ ابواب فقہ میں مسائل ضروریہ کا استقصاء ہے۔

(۷) مفتی بہ اور صحیح و رجیح مسائل کا التزام ہے

(۸) ترتیب مسائل اور حسن بیان میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

اس کتاب کے چند حصوں کو دیکھ کر فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں نے جو تحریر فرمایا تھا وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

" الحمد للہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلہ پائیں اور گمراہی و اغلاط کے مصنوع وملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں مولا عزوجل مصنف کی عمر وعلم وفیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے حصص کافی وشافی و وافی وصافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے" (۱۹)

بہار شریعت کے جلد دوم کا مطالعہ فرمانے کے بعد مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی (متوفی ۱۹۵۴ء) فرماتے ہیں۔

" مولانا امجد علی صاحب دامت برکاتہم نے مسائل طہارت میں بہار شریعت جیسی جامع کتاب تالیف فرماکر مسلمانان ہند پر احسان فرمایا جس کے شکریہ سے عہدہ برآ ہونا دشوار، دعا ہے کہ رب العزت جل مجدہٗ مولانا موصوف کو اجر جزیل مرحمت فرمائے"۔ (۲۰)

صدر الشریعہ نے بہار شریعت میں جس اعتماد ولیقین کے ساتھ مسائل بیان کئے ہیں اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے انہوں نے مسائل کا جس انداز سے احاطہ کیا ہے بلاشبہ اس کے وہ اہل تھے سارے بیان کردہ مسائل کی نشاندہی اور پھر اس کا تجزیہ کرنا اور دلائل وبراہین اور لب ولہجہ کے اعتبار سے اس کی اہمیت واضح کرنا وقت طلب کے ساتھ ساتھ دقت طلب بھی ہے مثلاً مصنف نے طہارت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کتاب میں جگہ آب مطلق اور آب مقید سے بحث کی ہے انہوں نے اس کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے۔

" حقہ کا پانی پاک ہے اگرچہ رنگ وبو ومزہ میں تغیر آجائے اس سے وضو جائز ہے بقدر کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں" (۲۱)

اس مسئلہ پر کاٹھیاواڑ کے کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور اس میں اختلاف پیدا ہوگیا جب اس کی

خبر مصنف کو ہوئی تو انہوں نے جلد دوم جو مسائل طہارت پر مشتمل ہے اس کا ایک ضمیمہ لکھا جس میں اس موضوع پر ایسی فاضلانہ بحث کی کہ اس دور کے علمائے حق کو ان کی فقہی بصیرت اور سیاست کو تسلیم کرنا پڑا اس اعتراض کا جو مصنف نے جواب دیا اسے مطالعہ کرنے کے بعد فقید اسلام مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں

" مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی سلمہ کی یہ تحریر صحیح اور اس کا خلاف جہل صریح یا عناد قبیح جس سے اجتناب ہر مسلمان پر فرض قطعی " (۲۲)

محدث سورتی کے تلمیذ ارشد مولانا عبد الحق فرماتے ہیں

" حقہ کے پانی سے متعلق جو جواب مولانا امجد علی صاحب نے دیا ہے وہی حق ہے " (۲۳)

قاضی بلدہ مولانا احسان الحق فرماتے ہیں۔

" مسئلہ کی اس نوعیت میں حق مولانا امجد علی کیساتھ ہے زیادہ بہتر یہی ہے کہ اس حق کی اتباع کی جائے " (۲۴)

مولانا محمد حسن السنوسی المدنی فرماتے ہیں۔

" فھذا تحریر لطھارۃ ماء القلیان بعد استعمالہ فیہ لاشئ فی طھارتہ وطھوریتہ کما ھو فی الاصل " (۲۵)

" حقہ کا پانی استعمال کرنے کے بعد اس کے طہارت سے متعلق یہ تحریر ہے اس پانی کی طہارت وطہوریت میں کوئی شک نہیں ہے ایسے ہی اصل میں ہے "

مولانا عبد العلیم میرٹھی نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ تاثر قائم کیا۔

" آب قلیان کی طہارت وطہوریت کا ثبوت بدلائل ساطعہ اس فتوی میں دیا گیا ہے۔ اس پر جرح کرنا صرف ان ہی اصحاب کا کام معلوم ہوتا ہے جس کا مقصد بغض وفتنہ انگیزی ہو " (۲۶)

محدث اعظم مولانا ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی نے اس مسئلہ سے متعلق یہ تاثر پیش کیا۔

حقہ کے پانی کی طہارت وطہوریت ظاہر کتب فقہ سے اس کی پاکی تطہیر صاف و باہر حضرت مولانا مولوی امجد علی قادری اعظمی مدظلہ نے ایسی تحقیق رفیق فرمائی ہے کہ مخالف جاہل ہے تو امید قوی ہے کہ قبول حق کرے معاند ہے تو سکوت سے کام لے " (۲۷)

مسائل شرعیہ مولانا امجد علی قادری کی نوک زبان پر رہتے تھے امام احمد رضا نے جس کے سبب انھیں " صدر الشریعہ " کا خطاب عطا فرمایا تھا (۲۸) اس کتاب کی ترتیب میں زبانی یاد داشت کو

کافی دخل ہے پھر انہوں نے اس شاہکار تصنیف میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ بھی کیا ہے۔ فتاوی عالمگیری، ردالمحتار، درمختار، فتاوی رضویہ، فتاوی تاتار خانیہ، بحرالرائق، ہدایہ جوہرہ نیرہ، تنویر الابصار، فتح القدیر، کشف المغطا۔

حوالہ دینے کا التزام مصنف نے تو تمام مسائل کے ساتھ کیا ہے مگر کہیں کہیں ان کا یہ التزام ٹوٹ گیا ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ مذکورہ حوالہ سے متعلق وہ مسئلہ رہا ہو یا تو اپنی یادداشت کا انہوں نے سہارا لیا ہو۔

بہار شریعت کی کل ۱۹ ر جلدیں اس وقت سامنے ہیں جس میں ۱۸ مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ ہے ان جلدوں میں جن مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے ان کی کل تعداد ۱۱۰۰۶ ہے اور اس کے ضمن میں ۲۲۴۷ تائیدی احادیث ہیں جن میں بعض باب فضیلت میں درج ہیں اس وقت بہار شریعت کے جس نسخہ کا تجزیہ مقصود ہے اس کی اہمیت یہ ہے کہ وہ مصنف کے دور حیات کا مطبوعہ ہے جس میں ۱۷ حصے دو ضخیم جلدوں میں ہیں پہلی جلد میں ۱۰ اور دوسری جلد میں ۷ حصے ہیں جن میں کل صفحات ۲۰۰۵ ہیں اور ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشر لاہور ہیں یہ مصنف کی سدا بہار تصنیف ہے اس کے علاوہ نہ جانے کتنی بار کس کس انداز میں یہ کتاب طبع ہو کر اہل علم تک پہنچ چکی ہے اس نسخہ میں سن طباعت درج نہیں مگر مصلح کتاب کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء میں چھپی ہے۔

پہلی جلد :۔ اس جلد میں عقائد سے متعلق مباحث ہیں کتاب میں کل ۱۲۳ عقیدے بیان کئے گئے ہیں جن مسائل پر گفتگو کی گئی ہے ان کی تعداد ۱۲۵ ہے، اہم عقیدوں کی سرخیاں اس طرح ہیں۔

ذات وصفات باری تعالے، عقائد نبوت، ملائکہ، جن، جنت و دوزخ، ایمان وکفر، امامت وولایت، عالم برزخ اور معاد و محشر، وغیرہ جہاں مصنف نے معاد و محشر کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے اس کے ضمن میں ۲۸ نشانیاں شمار کرائی ہیں۔

دوسری جلد :۔ یہ کتاب کتاب الطہارت کے ابواب و فصول پر مشتمل ہے اس میں ۸۹ احادیث اور ۶۶۲ مسائل کا ذکر ہے۔ وضو، غسل، تیمم، حیض، نفاس، استحاضہ، موزوں پر مسح، نجاستوں اور استنجا کا بیان اس کے مباحث ہیں اس جلد کی تکمیل غالباً ۱۳۳۵ھ میں ہوئی اس کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے جو حقہ کے پانی سے متعلق کئے گئے اعتراضات کا جواب ہے جس کے آخر میں اس دور کے جلیل القدر

علماء کی تصدیقات بھی ہیں۔

تیسری جلد :- نماز جیسی اہم عبادت سے شروع ہوکر "احکام مسجد" کے بیان پر ختم ہوتی ہے اس میں کل ۳۴۲، احادیث اور ۸۴۲ مسائل ہیں اس کے اہم مباحث اس طرح ہیں۔

" نماز، وقت نماز، اذان، شرائط نماز، طریقۂ نماز، مسئلہ درود، بعد نماز ذکر و دعا، تلاوت قرآن مجید، قرأت میں غلطی، امامت، جماعت، مکروہات اور احکام مسجد وغیرہ۔ کتاب کے آواخر میں فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کی تقریظ جلیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب رمضان ۱۳۲۷ھ میں مکمل ہوئی۔

چوتھی جلد :- اس کتاب میں وتر کا بیان، وتر کے فضائل، سنن ونوافل کا بیان، نماز استخارہ تراویح کا بیان، قضا نماز کا بیان، سجدہ سہو، سجدہ تلاوت، نماز مسافر، نماز مریض، نماز جمعہ، نماز عیدین نماز استسقاء، نماز خوف، کتاب الجنائز، بیماری کا بیان، قبر و دفن، تعزیت، شہید کا بیان وغیرہ جیسے اہم مسائل درج کئے گئے ہیں اس کتاب میں کل ۶۷۱ احادیث اور ۸۰۱ مسائل کا ذکر ہے ۱۳۲۷ھ ہی میں غالبًا یہ جلد بھی پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔

پانچویں جلد :- اس کتاب کی ابتداء زکوٰۃ کے مسائل سے ہوتی ہے اور مسائل اعتکاف پر اس کا اختتام ہوتا ہے اس میں ۲۵۳ احادیث اور ۵۳۰ مسائل ہیں جن عناوین کے ضمن میں مسائل بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

" زکوٰۃ کا بیان، سائمہ کی زکوٰۃ کا بیان، اونٹ، گائے، بکریوں جانوروں کے زکوٰۃ کا بیان سونے چاندی اور مال تجارت کی زکوۃ کا بیان، عاشر کا بیان، کان اور دفینہ کا بیان، عشر و خراج کا بیان، صدقہ فطر کا بیان، روزہ کا بیان، صدقات نفل کا بیان، روزہ کے مکروہات کا بیان، سحری و افطار کا بیان منت کے روزے کا بیان اور اعتکاف کا بیان۔

چھٹی جلد :- اس جلد میں ۵۱۱ احادیث اور ۵۷۴ مسائل ہیں یہ جلد حج کے فضائل و مناسک پر مشتمل ہے اس کتاب کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں

" اس کتاب کی تصنیف شب بستم ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ کو ختم ہوئی اور تھوڑے دنوں بعد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ الاقدس کو سنا بھی دی تھی فقیر جب حرمین طیبین روانہ ہوا اس

رسالہ کو اپنے ساتھ رکھا تھا اور بمبئی کے ایک ہفتہ قیام میں بیضہ کیا مگر اس کی طبع میں مواقع پیش آتے گئے جس کی وجہ سے بہت تاخیر ہوئی خدا کا شکر ہے کہ اب طبع ہوگیا مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے (۱۹)
اس کتاب میں حج کے جن مسائل کی سرخی قائم کی گئی ہے اس کی ترتیب اس طرح ہے۔

" حج کا بیان، میقات کا بیان، احرام کا بیان، داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام، طواف وسعی صفا و مروہ وعمرہ کا بیان، منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف، مزدلفہ کی روانگی اور اس کا وقوف، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، قران کا بیان، تمتع کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، محصر کا بیان حج فوت ہونے کا بیان، حج بدل کا بیان، ہدی کا بیان، حج کی منت کا بیان، فضائل مدینہ طیبہ"

ساتویں جلد :۔ یہ جلد نکاح کے مسائل پر مشتمل ہے اس میں ۸۴ احادیث اور ۱۰۸۴ مسائل کا ذکر ہے اس کے اہم موضوعات اس طرح ہیں۔

" نکاح کا بیان، محرمات کا بیان، دودھ کے رشتہ کا بیان، ولی کا بیان، کفو کا بیان، نکاح کی وکالت کا بیان، مہر کا بیان، لونڈی غلام کے نکاح کا بیان، نکاح کافر کا بیان، باری مقرر کرنے کا بیان، حقوق الزوجین، شادی کے رسوم۔

آٹھویں جلد :۔ یہ کتاب ۲۱ احادیث اور ۲۴۷ مسائل پر مشتمل ہے اس میں طلاق کے مسائل مع کلیات وجزئیات بیان کئے گئے ہیں اس کی تکمیل ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کو ہوئی اس میں مندرجہ ذیل مسائل کو دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

طلاق کا بیان، صریح کا بیان، اضافت کا بیان، غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان، کنایہ کا بیان، تعلیق کا بیان، استثناء کا بیان، طلاق مریض کا بیان، رجعت کا بیان، ایلا کا بیان، خلع کا بیان، کفارہ کا بیان، لعان کا بیان، عنین کا بیان، عدت کا بیان، سوگ کا بیان، ثبوت نسب کا بیان، نفقہ کا بیان

یہ اس کتاب کی اہم سرخیاں ہیں اس کے ضمن میں اس کے متعلقہ مسائل کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کتاب کا اختتام جس مسئلہ پر ہوتا ہے وہ جانور پر بوجھ لادنے سے متعلق ہے۔

نویں جلد :۔ اس جلد میں درج ذیل مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

" آزاد کرنے کا بیان، مدبر و مکاتب وام ولد کا بیان، قسم کا بیان، قسم کے کفارہ کا بیان، منت کا بیان، مکان میں جانے اور رہنے سے متعلق قسم کا بیان، کھانے پینے کی قسم کا بیان، کلام کے متعلق قسم

کا بیان، طلاق دینے اور آزاد کرنے کی یمین، خرید و فروخت و نکاح وغیرہ کی تقسیم، نماز و روزہ و حج کی قسم کا بیان، لباس کے متعلق قسم کا بیان، مارنے کے متعلق قسم کا بیان ادائے دین وغیرہ کے متعلق قسم کا بیان حدود کا بیان، کہاں حد واجب ہے کہاں نہیں، زنا کی گواہی دے کر رجوع کرنا، شراب پینے کی حد کا بیان حد قذف کا بیان، تعزیر کا بیان، چوری کی حد کا بیان، ہاتھ کاٹنے کا بیان، راہزنی کا بیان، کتاب السیر غنیمت کا بیان غنیمت کی تقسیم کا بیان استیلائے کفار کا بیان، مستامن کا بیان، عشر و خراج کا بیان، جزیہ کا بیان مرتد کا بیان۔

اس میں کل ۱۱۱۸ احادیث اور ۶۵۶ مسائل ہیں اس کی تکمیل ۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ میں ہوئی

دسویں جلد:۔ اس جلد کی تکمیل ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ کو ہوئی اس میں ۲۵ احادیث اور ۵۶۱ مسائل کا ذکر ہے اس کی ابتدا لقطہ کے بیان سے ہوتی ہے اور اختتام وقف مریض پر ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مباحث اس میں ہیں۔

"لقیط کا بیان، مفقود کا بیان، شرکت فاسدہ کا بیان، شرکت کا بیان، وقف کا بیان، کس چیز کا وقف صحیح ہے، مصارف وقف کا بیان، اولاد یا اپنی ذات پر وقف کا بیان، مسجد کا بیان، قبرستان وغیرہ کا بیان، وقف میں شرائط کا بیان، تولیت کا بیان، اوقاف کے اجارہ کا بیان، دعویٰ اور شہادت کا بیان۔

اس کتاب کا اختتام "وقف مریض" کے اس مسئلہ پر ہوتا ہے۔

اگر مرنے پر وقف کو معلق کیا ہے تو یہ وقف نہیں بلکہ وصیت ہے لہذا مرنے سے قبل اس میں رجوع کر سکتا ہے اور ایک ہی ثلث میں جاری ہوگی۔" (۳۰)

گیارہویں جلد:۔ اس جلد میں ۹۶ احادیث اور ۶۶۷ مسائل ہیں" خرید و فروخت کے بیان سے اس جلد کا آغاز ہوتا ہے اور اس کا اختتام ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کو بیع صرف کے مسئلہ پر ہوتا ہے اس کے علاوہ کتاب کی درج ذیل سرخیاں اہم ہیں۔

خیار شرط کا بیان، خیار عیب کا بیان، بیع فاسد کا بیان، بیع مکروہ کا بیان، اقالہ کا بیان مرابحہ و تولیہ کا بیان، بیع و ثمن میں تصرف کا بیان، قرض کا بیان، سود کا بیان، حقوق کا بیان، استحقاق کا بیان، بیع سلم کا بیان، استصناع کا بیان، بیع صرف کا بیان

بارہویں جلد :۔ اس جلد میں ۱۴۱ احادیث اور ۶۸۵ مسائل ہیں، شروع کتاب میں کفالت کی اصطلاحی تعریف ہے اس کے بعد کفالت کے مسائل بیان کئے گئے ہیں پھر بالترتیب درج ذیل موضوعات پر عالمانہ سنجیدہ گفتگو ہے۔

" حوالہ کا بیان، قضا کا بیان، افتار کے مسائل، تحکیم کا بیان، گواہی کا بیان، شہادت میں اختلاف کا بیان، شہادت علی الشہادۃ کا بیان، گواہی سے رجوع کرنے کا بیان، وکالت کا بیان، خرید فروخت میں توکیل کا بیان، وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کا بیان، وکیل کو معزول کرنے کا بیان۔

تیرہویں جلد :۔ اس جلد کا آغاز " دعویٰ کا بیان " سے ہوتا ہے اس میں ۱۱۲ احادیث اور ۷۰۰ مسائل ہیں اس کے دوسرے موضوعات یہ ہیں۔

" حلف کا بیان، تحالف کا بیان، دعویٰ دفع کرنے کا بیان، دو شخصوں کے دعوی کرنے کا بیان، دعوائے نسب کا بیان، اقرار کا بیان، استثنا اور اس کے متعلقات کا بیان، نکاح و طلاق کا اقرار، وصی کا اقرار، اقرار مریض کا بیان، اقرار نسب، صلح کا بیان، دعوائے دین میں صلح کا بیان، تخارج کا بیان، غصب و سرقہ و اکراہ میں صلح، کام کرنے والوں میں صلح، بیع میں صلح، صلح میں خیار، جائداد غیر منقولہ میں صلح، یمین کے متعلق صلح وغیرہ

اس کتاب کے آخر میں صلح سے متعلق کچھ احادیث اور آیات ہیں جو شاید درمیان کتاب میں صلح کے موضوع پر لکھنے سے رہ گئے تھے۔

چودھویں جلد :۔ اس جلد میں ۲۴ احادیث اور ۷۳۲ مسائل ہیں، مندرجہ ذیل موضوعات پر اس کتاب میں تفصیلی بحث ہے۔

" مضاربت کا بیان، ودلیت کا بیان، عاریت کا بیان، ہبہ کا بیان، ہبہ واپس لینے کا بیان، اجارہ کا بیان، دایہ کے اجارہ کا بیان، اجارۂ فاسدہ کا بیان، ضمان اجیر کا بیان، اجارہ فسخ کرنے کا بیان، ولا کا بیان۔

جس مسئلہ پر کتاب کا اختتام ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

" مرد نے اسلام قبول کر کے ایک شخص سے موالاۃ کی اور عورت نے اسلام لا کر دوسرے سے موالاۃ کی تو ان دونوں سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ اس کا تعلق باپ کے مولیٰ سے ہوگا، ماں کے مولیٰ سے نہیں ہوگا"[۲]

پندرھویں جلد:- اس جلد میں ۸۴ احادیث اور ۶۶۵ مسائل ہیں، اکراہ کے بیان سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے، حجر، بلوغ، ماذون، غصب، مغصوب چیز میں تغیر، شفعہ، طلب شفعہ، شفعہ کے مراتب، شفعہ باطل ہونے کی وجہ، تقسیم، طریقہ تقسیم، مہایاۃ، مزارعت، معاملہ، ذبح، حلال وحرام جانور، قربانی، عقیقہ، قربانی کے جانوروں کا بیان اس کتاب کے دوسرے موضوعات ہیں۔

سولھویں جلد:- اس جلد میں ۸۲۶ احادیث اور ۴۴۵ مسائل ہیں اس کتاب میں جن مسائل کو موضوع قلم بنایا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

حظر واباحت، پانی پینے کا بیان، ولیمہ، ضیافت، ظروف، خبر کہاں معتبر ہے، لباس، عمامہ جوتا، انگوٹھی اور زیور کا بیان، برتن چھپانے اور سونے کے وقت کے آداب، بیٹھنے، سونے اور چلنے کے آداب، دیکھنے اور چھونے کا بیان، مکان میں جانے کے لئے اجازت لینا، سلام، مصافحہ، معانقہ چھینک اور جماہی، خرید وفروخت کا بیان، آداب مسجد وقبلہ، قرآن مجید پڑھنے کے فضائل، عیادت، علاج لہو ولعب، اشعار، جھوٹ، بغض وحسد، غصہ وتکبر، سلوک کا بیان، ہجر وقطع تعلق کی ممانعت، پڑوسیوں کے حقوق، اللہ کے لئے دوستی ودشمنی، حجامت بنوانے وناخن ترشوانے کا بیان، ختنہ، زینت، مسابقت کسب، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، ریا وسمعہ، اور زیارت قبور کا بیان، ایصال ثواب مجالس خیر، آداب سفر وغیرہ۔

سترھویں جلد:- تحری کے بیان سے اس جلد کا آغاز ہوتا ہے اس میں ۱۶۹ احادیث اور ۳۶۰ مسائل ہیں اس جلد کی تکمیل ار ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ میں ہوئی یہ مصنف کی اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے اس میں درج ذیل مباحث کا ذکر ہے۔

" احیاء موات، شرب، اشربہ، شکار، جانوروں سے شکار، زمین، شئ مرہون کے مصارف کا بیان، مرہون میں تصرف، کس چیز کو رہن رکھ سکتے ہیں، باپ یا وصی کا نابالغ کی رہن رکھنا رہن میں جنایات کا بیان، جنایات کا بیان، کہاں قصاص واجب ہوتا ہے، اطراف میں قصاص کا بیان۔

کتاب کے آخر میں ایک عرض حال ہے جو تین صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں مصنف نے اپنی مجبوریاں پریشانیاں اور مستقبل کے عزائم کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی باقی حصوں کی تکمیل کی وصیت بھی کی ہے۔

اٹھارہویں جلد :۔ مصنف بہار شریعت کے حسب وصیت اور مولانا قاری رضاء المصطفیٰ کی تحریک پر مصنف کے فرزند اکبر مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری اور دو شاگرد مولانا وقار الدین اور مولانا محبوب رضا خاں کے قلمی تعاون سے ۱۹۸۱ء میں منظر عام پر آئی ہے جو نسخہ میرے پیش نظر ہے اس کی طباعت ۱۹۸۱ء میں تاج آفسٹ پریس الہ آباد میں دائرۃ المعارف الامجدیہ قادری منزل گھوسی کے زیر اہتمام ہوئی ہے۔ اس کتاب میں صفحات ۱۴۴ اور کل مسائل ۶۵۸ ہیں۔

شروع کتاب میں مولانا عبدالمنان کلیمی کا " کلمۂ آغاز " ہے جس میں مصنف کا مختصر تعارف اور دائرۂ المعارف کی کارکردگی کا ذکر ہے اصل کتاب میں سلسلۂ کلام کو باقی رکھنے کیلئے ابتدا میں ان چند مباحث کا ذکر ہے جسے مصنف نے سترہویں جلد کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ وہ مباحث یہ ہیں جنایات کا بیان، کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں، اطراف میں قصاص کا بیان، مؤخر الذکر موضوع سے متعلق کچھ مسائل تو صدر الشریعہ نے بیان کئے ہیں اور کچھ ان حضرات نے ان کی تصنیف کا آغاز اس مسئلہ سے ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱ :۔ زخموں کا قصاص صحت کے بعد لیا جائے گا (شامی ۵ : ۴۸۵) تبیین (۶: ۱۲۸) بحر الرائق (۸: ۳۴۰) بدائع صنائع (۷: ۳۱۰) طحطاوی (۴: ۲۶۸)

اس کے علاوہ اس کے درج ذیل موضوعات بھی ہیں۔

آنکھ کا بیان، کان، ناک، ہونٹ، زبان، دانت، انگلیاں، ہاتھ کے مسائل کا بیان، شخص واحد میں قتل اور قطع عضو کا بیان، قتل پر گواہی کا بیان، دیت کا بیان، زبان کی دیت، چہرے اور سر کے زخموں کا بیان، حمل کا بیان، بچوں سے متعلق جنایات کا بیان، دیوار گرنے سے حادثہ کا بیان، جانوروں سے نقصان کا بیان، قسامت کا بیان، متفرقات کا بیان، عاقلہ کا بیان وغیرہ۔

انیسویں جلد :۔ یہ جلد ابھی غیر مطبوعہ ہے اس کے مصنف صدر الشریعہ کے آخری دور کے شاگرد مولانا سید ظہیر احمد زیدی سابق استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہیں کتاب تکمیل کے آخری مرحلہ میں ہے خدا کرے کہ مصنف بقید صحت و عافیت رہ کر کتاب کو ہدیۂ ناظرین کرنے میں جلد کامیاب ہو جائیں۔

اس زیر ترتیب کتاب میں کل ۸ احادیث اور ۵۴۴ مسئلے ہیں وصایا کے مباحث پر یہ کتاب مشتمل

ہے کتاب کا اختتام ذمی کی وصیت کے بیان پر ہوتا ہے درمیان کتاب کے مباحث اس طرح ہیں۔
وصیت سے رجوع کرنے کا بیان، وصیت کے الفاظ کا بیان، ثلث مال کی وصیت کا بیان، کس حالت میں وصیت معتبر ہے، کونسی وصیت مقدم ہے کونسی مؤخر، اقارب و ہمسایہ کے لئے وصیت، مکان میں رہنے باغ و پھل کی وصیت کا بیان، وصی اور اس کے اختیارات کا بیان وصیت پر شہادت کا بیان متفرق مسائل وغیرہ۔

حواشی و حوالے

(۱) بحر العلوم عبد العلی، شرح مسلم الثبوت ص ۶ لکھنؤ
(۲) سورۃ توبہ آیت ۱۲۲
(۳) بخاری شریف کتاب العلم حدیث نمبر ۶۰ (۱: ۱۶) دہلی
(۴) ترمذی شریف (۲: ۸۹) دہلی
(۵) ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخلفاء (۲: ۱۴۰)
(۶) عبدالحئی فرنگی محلی، الثقافۃ الاسلامیۃ (اردو) ص ۱۵۲
(۷) جمیل جبر الجاحظ ص ۷
(۸) مولانا مصطفیٰ رضا خان، ملفوظات (۱: ۹۳) کراچی
(۹) ماہنامہ پاسبان الہ آباد امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۶۲ء ص ۶۵
(۱۰) روداد مدرسہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ بابت جون ۵۷-۱۳۵۸ھ
(۱۱) معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۲۶ء ص ۲ مرتبہ سید سلیمان ندوی
(۱۲) عبدالشاہد باغی ہندوستان ص ۲۴۰ لاہور ۱۹۷۸ء

(۱۳) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۱۷: ۱۰۲) لاہور

(۱۴) مولانا امجد علی، فتاوی امجدیہ (۱: ز)

(۱۵) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۱۷: ۱۰۲) لاہور

(۱۶) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۱۷: ۱۰۲) لاہور

(۱۷) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۱۷: ۱۰۰) لاہور

(۱۸) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۱۷: ۱۰۱) لاہور

(۱۹) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۲: ۱۱۶) لاہور

(۲۰) مولانا امجد علی، ضمیمہ بہار شریعت (۲: ۱۲۸) لاہور

(۲۱) مولانا امجد علی، ضمیمہ بہار شریعت (۲: ۱۱۷) لاہور

(۲۲) مولانا امجد علی، ضمیمہ بہار شریعت (۲: ۱۲۷) لاہور

(۲۳) مولانا امجد علی، ضمیمہ بہار شریعت (۲: ۱۲۸) لاہور

(۲۴) مولانا امجد علی، ضمیمہ بہار شریعت (۲: ۱۲۸) لاہور

(۲۵) مولانا امجد علی، ضمیمہ بہار شریعت (۲: ۱۲۸) لاہور

(۲۶) مولانا امجد علی، ضمیمہ بہار شریعت (۲: ۱۲۸) لاہور

(۲۷) مولانا امجد علی، ضمیمہ بہار شریعت (۲: ۱۲۷) لاہور

(۲۸) حسن رضا، فقیہ اسلام ص ۲۷۱ الہ آباد ۱۹۸۱ء

(۲۹) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۶: ۱۸۴) لاہور

(۳۰) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۱۰: ۱۲۴) لاہور

(۳۱) مولانا امجد علی، بہار شریعت (۱۴: ۱۷۶) لاہور

صدر الافاضل حضرت

مفتی مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ

مفتی محمد عمر نعیمی علیہ رحمہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ برصغیر پاک و ہند کی معروف علمی اور سیاسی شخصیت تھے۔ آپ نے تحریک پاکستان میں علمائے اہلسنت کے ہمراہ بھرپور حصہ لیا اور خاص کر آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے نہ صرف خاص تلامذہ رہے بلکہ ان کے سیاسی معمولات میں ان کے دست راست رہے آپ نے دارالعلوم نعیمیہ مراد آباد اور کراچی دونوں میں ساری زندگی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کافی عرصے تک ماہانہ "السواد الاعظم" کی ادارت فرماتے رہے۔ آپ کے لائق فرزند مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب اپنے والد کی جانشینی کا صحیح حق ادا کر رہے ہیں اور دارالعلوم نعیمیہ میں دارالافتاء کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں

ادارہ

آپ کا اسم گرامی "محمد نعیم الدین" لقب "صدر الافاضل" "استاذ العلماء" ولادت مبارک ماہ صفر ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام "غلام مصطفےٰ" ہے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب کے کئی فرزند حافظ قرآن ہو کر زادِ آخرت ہو چکے تھے، اور اولاد کا عظیم صدمہ تھا، اس فرزند کی پیدائش پر نذر مانی کہ مولیٰ تعالیٰ اسے عمر طبعی عطا فرمائے تو خدمت دین کے لئے اس فرزند کو وقف کر دوں گا۔ تو اس فرزند کو اپنے آگے لے کر میدانِ جہاد میں حاضر ہوں گا۔ چنانچہ آپ نے یہ نظر پوری کی۔ "خلافت کمیٹی" کے دور میں جب علمائے اہل سنت پر حملے ہو رہے تھے اور ہندو مسلم اتحاد زور پر تھا، حضرت صدر الافاضل کے خلاف بھی وہابیہ نے مسلمانوں کو بھڑکایا۔ اس وقت حضرت مولانا معین الدین صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی جہاد ہے۔ جس کی میں نے نذر مانی تھی، اس جہاد میں اس نذر کو پورا کروں گا۔ ایک روز شہر میں بڑی شورش تھی۔ وہابیہ نے ایک جلسہ کر کے حضرت کے مقابل بڑی زہر افشانی کی اور ایک پہلوان نے سرِ مجمع تلوار دکھا کر کہا کہ اس سے (حضرت کا نام لے کر) انہیں قتل کروں گا۔ حضرت مولانا

عین الدین صاحب نے ایک قطعہ تحریر فرمایا۔ جو کوئلہ سے آپ کی نشست گاہ میں دیوار پر لکھا تھا

یا الٰہی بے خطا بے جرم ہے میر السپر ‏‏ دشمنی رکھتے ہیں اس سے شہر والے فتنہ گر
تو برائے احمد مختار بوبکر و عمر ‏‏ دشمناں را دوست گرداں دوستاں را دوست تر

حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت مولانا مولوی محمد معین الدین صاحب تخلص نزہتؔ، لقب استاذ الشعراء ہے مراد آباد کی خواندہ آبادی ایک رُبع حضرت مولانا معین الدین صاحب کی شاگردی کا شرف رکھتی تھی۔ حضرت موصوف نواب مہدی علی ذکی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ ذکیؔ کے شاگردوں میں حضرت مولانا کفایت علی صاحب کافیؔ۔ مولانا محمد حسین صاحب تمناؔ۔ نواب شبیر علی خاں صاحب تنہاؔ۔ اور مولانا معین الدین صاحب نزہتؔ بہت مشہور ہیں۔

حضرت مولانا معین الدین صاحب نے محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس وقت وہابی اپنی وہابیت کو بہت چھپاتے تھے۔ چنانچہ مولوی قاسم نے حضرت مولانا معین الدین صاحب کو میلاد شریف پڑھنے، قیام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی اجازت دی اور بہت برکت والا عمل بتایا۔ حضرت مولانا معین الدین صاحب سے جب کہا گیا کہ محمد قاسم وہابی تھا، تو انہوں نے فرمایا میں کس طرح مانوں مجھے خود انہوں نے میلاد شریف پڑھنے، قیام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی برکت سے خبردار کیا۔ اور اجازت دی ہے جب موصوف کو فتاویٰ حسام الحرمین دکھایا اور تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی۔ جس میں انھوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے دکھائی اور عبارت تحذیر الناس کو فتاوی حسام الحرمین سے مطابق کیا۔ اس وقت موصوف نے ان کی بیعت فسخ کی، اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور تحریر فرمایا۔

پھرا ہوں میں اس گلی سے نزہتؔ ہوں جس میں گمراہ شیخ و قاضی
رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی

حضرت مولانا معین الدین صاحب کے والد ماجد کا نام نامی، اسم گرامی مولوی امین الدین تخلص راسخؔ ہے جو اپنے زمانہ کے مشاہیر سے ہیں، آپ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں

ہے خیال یار کا مسکن دل بیتاب میں ‏‏ قید کرتے ہیں پری کو ہم جبہ سماب میں

دیکھ کر اس روئے روشن پر عرق حیراں ہوا ہے | آئینہ پر آب ہے اور آئینہ ہے آب میں
خاک ہے آغاز راسخ اور ہے انجام خاک | پھونک دے اسباب عالم، عالم اسباب میں

مولوی امین الدین صاحب راسخ کے والد ماجد کا نام نامی کریم الدین تخلص آزاد ہے، ذکی کے استاد ہیں، ملک الشعراء ذکی کہا کرتے تھے کہ جیسی اتم تشبیہہ میرے استاد کے کلام میں ہے میں نے کہیں نہیں دیکھی" قاصد" کی حالت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ؎

دو پائے تیز رفتارش بر رفتن | شدہ مقراض در منزل بریدن

جب حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کی عمر شریف چار سال ہوئی اور رسم مکتب بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی تو حافظ سید نبی حسین صاحب سے قرآن مجید کا حفظ شروع ہوا، حافظ صاحب نابینا اور سخت مزاج تھے، ایک روز تشدد کے ساتھ تعلیم دے رہے تھے، ایک بزرگ کا گزر ہوا، انہوں نے حافظ صاحب سے فرمایا۔ حافظ صاحب آپ کو دکھتا نہیں کہ یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے تو اس پر اتنی سختی نہ کیجئے۔ یہ منزل پر بہت جلد پہنچے گا۔" کچھ عرصہ بعد حافظ حفیظ اللہ خاں صاحب کو قرآن مجید یاد کرانے پر مقرر کیا گیا اور حافظ صاحب موصوف نے چار سال میں پورا قرآن مجید حفظ کرا دیا، حضرت آٹھ سال کی عمر میں حافظ ہو گئے۔

اس کے بعد اپنے والد ماجد سے فارسی کی تعلیم حاصل کی اور حضرت مولانا ابو الفضل فضل احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے عربی اور طب پڑھی۔ حضرت مولانا ابو الفضل صاحب ایسے مقدس بزرگ تھے کہ بیس ۲۰ سال مسجد چوکی حسن خاں کے حجرہ میں قیام فرمایا، وہیں مطب بھی فرماتے تھے۔ ایسے مہذب کہ آسمان کی طرف نظر اٹھانا تو کیا معنی، کسی سے نظر ملا کر بھی کلام نہ فرماتے۔ ہمیشہ نگاہ مبارک نیچی رہتی، تمام محلہ حضرت کے تقوے و پرہیزگاری کا معتقد تھا۔ نعت شریف سے عشق تھا۔ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ مسجد چوکی حسن خاں میں نعت شریف کا جلسہ ہوتا۔ جس میں شہر کے امیر و غریب تمام لوگ شرکت کرتے۔ حضرت موصوف کا یہ جلسہ ابھی تک جاری ہے۔ اور نعت خواں اب بھی بعد نماز جمعہ یہاں آکر نعت شریف پڑھتے ہیں۔

شیخ الکل حضرت امام مولانا گل صاحب کی خدمت میں حاضری

مولانا ابوالفضل صاحب علیہ الرحمۃ صدر الافاضل کو جامع معقول و منقول، حاوی فروع و وصول شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ صاحبزادہ نہایت ذکی و فہیم صاحب فہم مستقیم ہیں، ملا حسن تک پڑھ چکے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی حضرت سے تکمیل کریں۔ حضرت نے قبول فرمایا کتب منطق و فلسفہ اقلیدس اور دورۂ حدیث کی تکمیل حضرت مولانا محمد گل صاحب قدس سرہ سے فرمائی ۱۹ سال کی عمر میں تمام فنونات دینیات سے فراغت پائی۔ ایک سال مشق فتوی نویسی در روایت کتب کی مشق فرمائی سنہ ۱۳۲۰ھ میں بیس سال کی عمر میں دستار بندی ہوئی۔ مدرسۂ امدادیہ میں نہایت تزک و احتشام سے جلسہ منعقد ہوا۔ علمائے کرام نے اس عالم ربانی فاضل حقانی کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب نے دستار بندی کی تاریخ تحریر فرمائی

ہے میرے سر و طلباء پردہ تفصیل   سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت

نزہت نعیم الدین کو یہ کہکے سنادے   دستار فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت

۱۳۲۰ھ

جامع شریعت و طریقت، عالم نبیل، فاضل جلیل حضرت سراپا برکت مولانا شاہ صوفی سید محمد حسین صاحب علیہ الرحمۃ نے جا بجا شہر میں صدر الافاضل قدس سرہٗ کی وعظ کی مجلسیں ترتیب دیں۔ اور حضرت صوفی صاحب موصوف کو حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کی دستار بندی سے بڑی مسرت ہوئی، شہر بھر میں حضرت کے بیان کا شہرہ ہو گیا اور روزانہ ہر ہر محلے میں بیانات ہونے لگے، اور شہر کے لوگ بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوئے۔ وہابیہ کا اثر شہر سے کافور ہوا اور اہل سنت کو فروغ حاصل ہوا۔

پیر کی تلاش

پیر کی تلاش میں پہلی بیعت حضرت شاہ جی محمد شیر میاں احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ جی میاں صاحب بڑی محبت و کرم سے پیش آئے اور فرمایا کہ میاں مراد

آباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت میں ہیں۔ مراد آباد جاتا ہوں تو ان کی خدمت میں
حاضر ہوتا ہوں، اور آپ جس ارادہ سے آئے ہیں آپ کا حصّہ وہیں ہے۔ حضرت مراد آباد واپس
آئے تو حضرت مولانا گل محمد صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا شاہ جی میاں صاحب کے ہاں ہو آئے
اچھا ہاں پرسوں جمعہ ہے، نماز فجر کے بعد آیئے تو آپ کا جو حصّہ ہے عطا کیا جائے گا۔ تیسرے
روز جمعہ کو بعد نماز فجر حضرت مولانا شاہ محمد گل صاحب نے قادری سلسلہ میں بیعت فرمایا، اور
جو حصّہ تھا عطا کیا۔ یہ ہیں اولیاء کرام شاہ جی محمد شیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ
عرض نہیں کیا تھا۔ مگر انہوں نے خود ارشاد فرمایا کہ تمہارا حصّہ وہاں ہے، یہاں حاضر ہو کر حضرت
مولانا محمد گل صاحب کی خدمت میں کچھ عرض کیا تھا پہلی بیعت گیا تھا۔ وہاں شاہ جی نے کیا فرمایا
خود حضرت نے وہاں کی حاضری اور جو گفتگو شاہ جی میاں نے فرمائی تھی اس کی اطلاع دیدی
شاہ جی محمد شیر میاں صاحب نے چلتے وقت دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنانِ دین پر فتحمند رکھے
اور بچے عطا فرمائے، مراد آباد آنے کے بعد ایک ہفتہ گزرا تھا کہ ایک ساتھ دو فرزند پیدا ہوئے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے ملاقات

جودھپور کے ایک وہابی ادریس نامی نے نظام الملک میں ایک مضمون اعلیحضرت کے خلاف
شائع کیا۔ جس میں سب و شتم وافتراء اور اعلیٰ حضرت کی شان میں سخت گستاخیاں کی تھیں، صدر
الافاضل کو یہ مضمون پڑھ کر بخار آگیا اور سخت تکلیف ہوئی اگرچہ اعلیٰ حضرت سے ملاقات
نہ تھی۔ مگر اعلیٰ حضرت کی تصانیف پڑھ کر عقیدت و محبت بہت زیادہ ہو گئی تھی رات ہی
اس مضمون کا رد تحریر فرمایا اور صبح نظام الملک اخبار کے دفتر میں جا کر اسے مضمون شائع کرنے
پر آمادہ کیا۔ ایڈیٹر نے مضمون چھاپنے سے انکار کیا۔ صدر الافاضل نے فرمایا کہ میرا مضمون تم چھاپو
گے تو سنی خریدیں گے پھر اس کا اس کے بعد میرا جواب الجواب شائع کرنا تمہارے اخبار کی اشاعت
بڑھ جائے گی، یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے صدر الافاضل کا مضمون شائع کیا اس کے
بعد جودھپور کا مضمون شائع کیا جب یہ مضمون شائع ہوئے تو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں خط
پہنچے کہ آپ کا مضمون جو نظام الملک میں شائع ہوا ہے وہ ہمیں بھیجئے، اعلیٰ حضرت کو تعجب ہوا کہ میں

نے تو کوئی مضمون نظام الملک میں نہیں بھیجا۔ اہلسنت کی تائید میں کس کا مضمون شائع ہوا۔ حاجی محمد
اشرف صاحب شاذلی مرادآبادی سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ انہیں اعلیٰحضرت
نے تحریر فرمایا کہ نظام الملک کے ایک مہینہ کے پرچے لیکر بریلی حاضر ہوں۔ حاجی صاحب یہ پرچے
لے کر بریلی حاضر ہوئے، اعلیٰ حضرت نے اس کے مضامین پڑھ کر بہت پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔
اور یہ دریافت کیا کہ یہ مضامین کن صاحب کے ہیں؟ حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا نعیم الدین صاحب
ایک نوجوان فاضل ہیں، ۱۹ سال کی عمر میں بڑی عمدہ استعداد رکھتے ہیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا انہیں
ساتھ لے کر آئیں، حاجی صاحب مرادآباد آئے اور صدر الافاضل کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اعلیٰ حضرت
بڑے کرم و محبت کے ساتھ ملے۔ اس کے بعد کوئی مہینہ خالی نہ جاتا تھا کہ بریلی حاضری نہ ہوتی ہو
اعلیٰ حضرت کو صدر الافاضل علیہ الرحمۃ پر وہ اعتماد تھا کہ جہاں سے مناظرے کی دعوت
آتی اعلیٰ حضرت اکثر و بیشتر وہاں صدر الافاضل ہی کو بھیجتے۔ نجیب آباد ضلع بجنور میں
اشرفعلی کے مقابلہ کے لئے۔ اور ضلع بھاگلپور میں محمد علی مونگیری و دیگر وہابیہ کے مقابل بریلی میں
آریوں کے مقابل حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو منتخب فرمایا جس کا بیان آگے آئے گا۔
مناظرہ میں وہ ید طولیٰ حاصل تھا تمام کفار و بدینوں سے مناظرہ فرماتے، عیسائی آریہ روافض
خوارج قادیانی وہابی غیر مقلد منکرین حدیث سب سے مناظرے کئے اور غلبہ پایا۔ زمانہ طالبعلمی
میں ہی بہت سے مناظرے فرمائے۔ مرادآباد محلہ گلشہید میں قبرستان کے قریب ایک آریہ رہتا تھا
جو شخص قبرستان میں فاتحہ پڑھنے جاتا اسے بلا کر کہتا کہ روح تو کسی دوسرے قالب میں پہنچ گئی بیکار
فاتحہ پڑھتے ہو۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں جاہل مسلمانوں کو بہکاتا۔ حاجی محمد اشرف صاحب نے
آکر یہ حال عرض کیا۔ فرمایا چلو اور قبرستان میں جاکر فاتحہ پڑھی۔ حسب عادت اس نے حضرت کو
ان حاجی صاحب کو اُن کے پیر کی دُعا سے ایسی قوت حافظہ حاصل تھی کہ وہابیہ اور اہل سنت کی تمام کتابیں
حفظ تھیں۔ بے پڑھے لکھے آدمی تھے مگر مناظروں میں حاضر ہوتے مناظر کو بتلاتے رہتے کہ فلاں مضمون فلاں کتاب
کا صفحہ پر ہے وہ صفحات نکالتے تو مضمون موجود ہوتا۔ اس طرح تمام کتب مناظرہ انہیں ازبر تھیں، بڑے
مقدس بزرگ تھے۔

بھی بلایا اور جس طرح لوگوں کو بہکانے کے لئے تقریر کرتا تھا، تقریر شروع کی۔ حضرت نے روح کے متعلق اس سے سوال کئے، وہ لاجواب ہوا اور بہت گھبرایا۔ حضرت نے تناسخ کے باطل ہونے پر وہ دلیلیں قائم فرمائیں کہ وہ حیران ہو کر کہنے لگا، میں نے آج تک کوئی ایسا محقق فلسفی نہیں دیکھا اور کہنے لگا اب میں کسی کو فاتحہ پڑھنے سے منع نہیں کروں گا۔ میری تسلی ہو گئی، مراد آباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے، حضرت مسجد قلعہ سے جمعہ پڑھا کر واپس آرہے تھے، ملاحظہ فرمایا کہ آریا اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسہ کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کچھ جواب دے رہے ہیں، اور جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہو گئے اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے، حضرت نے فرمایا پنڈت جی آپ کا کیا اعتراض ہے بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں اس نے بڑی تسلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے، آپ کیا جواب دیں گے، حضرت نے فرمایا آپ اعتراض تو کیجئے پھر دیکھئے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں، اس نے کہا آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بی بی سے نکاح کر لیا، حضرت نے فرمایا کہ زید حضور کے بیٹے نہ تھے متبنیٰ تھے۔ جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں۔ حضور نے کرم سے انہیں بیٹا فرمایا، شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا نہیں ہوتا، نہ وہ ورثہ پاتا ہے وہ مرجائے تو نہ اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے، آریہ کہنے لگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں۔ حضرت نے دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا اسے ایسے عمدہ پیرائے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا مگر وہ پنڈت ضد سے کہنے لگے کہ میں نہیں مانتا، سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ، مگر وہ کہتا ہے میں نہیں مانتا حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں۔ سنو مجمع والو میں کہتا ہوں پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو تین مرتبہ بلند آواز فرمایا کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔ اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گئے اور بقول

تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے۔ بیٹے کی بی بی حرام اور بیٹے کی ماں حلال تو تمہاری ماں میرے لئے حلال ہو گئی" کہنے لگے آپ گالی دیتے ہیں، فرمایا میرا مدعا ثابت۔ جب تو خود اسے گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہو جاتا، یہ سن کر پنڈت جی مجمع میں سے چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے تھے، اب میں جاتا ہوں، (یعنی مولوی قدرت اللہ مدرس شاہی مسجد) مجمع نے اس کے پیچھے تالیاں پیٹیں۔

دہلی میں رام چندر نامی ایک آریہ بہت خوش آواز تھا، غیر مقلدین نے اُسے کچھ قرآن مجید کی سورتیں بھی اچھے لہجے کے ساتھ یاد کرا دی تھیں۔ بہت ہی دریدہ دہن تھا۔ بریلی میں اس نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج کر دیا، مسلمانوں نے اُس کا چیلنج قبول کیا، اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا صاحب کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ کوئی عالم مناظرہ کے لئے مقرر فرمائے، انہوں نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ابھی مراد آباد "تار" دو رات کو صدر الافاضل تشریف لے آئیں گے۔ اور صبح مناظرہ شروع ہو جائے گا۔ تار کسی قدر تاخیر سے پہنچا ریل کا وقت گذر گیا۔ صبح کو صدر الافاضل بریلی کو روانہ ہو گئے۔ دس بجے صبح بریلی پہنچے، حضرت حجۃ الاسلام نے صبح انتظار کیا جب صدر الافاضل نہ پہنچے تو حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رامپوری کو جو ایک بڑے جلیل فاضل تھے مناظرہ کے لئے پیش کر دیا، اور رامچندر سے روح و مادہ کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی، جس وقت حضرت صدر الافاضل جلسہ گاہ میں پہنچے تو گفتگو جاری تھی، مگر علمی بحث سے عوام کو بالکل دلچسپی نہ تھی، حضرت صدر الافاضل نے حجۃ الاسلام سے فرمایا کہ اگر میں کلام شروع کرتا ہوں تو آریہ کہے گا کہ آپ کے مولوی صاحب ہار گئے اس لئے دوسرے مولوی کو کھڑا کیا ہے لہٰذا آپ صدر ہیں اعلان کر دیجئے کہ گرمی کا وقت ہو گیا ہے گیارہ بج گئے ہیں بقیہ بحث رات کو ہو گی، حضرت حجۃ الاسلام نے اعلان فرما دیا، جلسہ رات کے لئے ملتوی ہو گیا، صدر الافاضل نے فرمایا کہ سب لوگ اور ہر دو مناظر چند منٹ کے لئے ٹھہر جائیں میں مجمع کو یہ بتا دوں کہ پنڈت جی اور مولانا صاحب کی گفتگو کا کیا نتیجہ نکلا، سب لوگ ٹھہر گئے صدر الافاضل نے رامچندر سے فرمایا کہ پنڈت جی آپ یہ کہتے ہیں کہ روح انسانی و حیوانی ایک ہے

صرف صورت نوعیہ کا فرق ہے پنڈت نے کہا جی ہاں فرمایا کہ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ فقط صورت ہی کا فرق نہیں بلکہ روح حیوانی اور روحِ انسانی میں بہت فرق ہے، مولانا ظہور الحسن نے فرمایا صحیح ہے صدر الافاضل نے مجمع سے دریافت کیا آپ لوگ کچھ سمجھے، مجمع نے کہا کچھ نہیں، صدر الافاضل نے فرمایا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ اگر آدمی اور گدھے میں روحانی کچھ فرق نہیں، گدھا اور آدمی ایک ہیں فقط صورت میں فرق ہے تمہارے سامنے انہوں نے اقرار کیا کہ روح حیوانی اور انسانی ایک ہے یہ سن کر تمام مجمع قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ پنڈت جی اور گدھے میں فقط صورت کا فرق ورنہ دونوں ایک ہیں، اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ صدر الافاضل کو زندہ و سلامت رکھے جنہوں نے دو لفظوں میں سارے مناظرہ کا نچوڑ، ہمیں سمجھایا، یہ جلسہ کامیابی سے ختم ہوا" راجندر نے کہا کہ اس وقت میں آپ کے یہاں آیا ہوں، شام کو آپ ہمارے ہاں مندر میں آئیں۔ وہاں گفتگو ہو گی صدر الافاضل نے منظور فرمایا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری ہوئی، اعلیٰحضرت بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ رات کو مندر میں جائیں گے، صدر الافاضل نے عرض کیا کہ حضور تبلیغ اسلام کے لئے مندر میں جائیں گے اعلیٰحضرت نے کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ شب کو بعد نماز عشا مندر پہنچے راجندر نے بڑے فخر کے ساتھ کہا مولانا آپ مجھ سے کیا بحث کریں گے، میں آپ کی کتاب، یعنی قرآن پاک کے پندرہ پارے نوک زبان پر رکھتا ہوں، آپ میرے وید کے پندرہ ورق ہی اس طرح سنا دیجئے، حضرت صدر الافاضل نے فرمایا۔ پنڈت جی یہ بات دوبارہ نہ کہنا اس میں تمہاری سخت ذلت ہے اس نے جواب میں کہا واہ جناب الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، آپ میری کتاب نہ پڑھ سکیں۔ اور میری ذلت ہو، ذلت آپ کی ہو گی یا میری۔ صدر الافاضل نے فرمایا کہ ذلت تمہاری ہو گی، میں بڑی مہربانی سے یہ بات کہتا ہوں، اگر پھر آپ نے یہ کہا تو بہت ذلیل ہوں گے۔ پنڈت نے کہا وہ کیسے؟ صدر الافاضل نے ارشاد فرمایا کہ پنڈت جی میری کتاب کے تو ۱۵ پارے یعنی آدھی کتاب سنا سکتے ہیں، اپنا وید جسے خدا کی کتاب مانتے ہو، اس کو تو آدھا سنا دو، چہارم سنا دو ۱۵ ورق ہی یا پانچ ورق ہی فقط پڑھ دو۔ اس سے قرآن مجید کی صداقت کا پتہ چلتا ہے، کہ مخالف کی زبان پر بھی اس کا یہ فیض ہے کہ وہ پندرہ پارے سنانے کے لئے تیار ہے اور ماننے والے

یعنی مسلمان تو کوئی جاہل سے جاہل گاؤں کا رہنے والا بھی ایسا نہیں جسے کچھ نہ کچھ قرآن مجید یاد نہ ہو کم از کم ایک آیت۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

ہی اس کو یاد ہوگی، قرآن پاک کا دعویٰ ہے۔

ہُدًی لِّلنَّاس

یہ کتاب سارے جہان کے لئے ہدایت ہے' یہ دعویٰ پنڈت جی تمہارے قول سے ثابت ہو گیا' اور قرآن مجید کا سارے جہان کے لئے ہدایت ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا' اس مضمون کو حضرت نے ایسے شاندار طریق سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع حتیٰ کہ ہندو تک بھی قرآن مجید کو کتاب الٰہی ماننے پر مجبور ہو گئے، مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت لگائے' اور پنڈت رامچندر بہت خفیف ہو کر کہنے لگا' یہ مکان جلسہ کے لئے مستعار لیا گیا ہے' وقت زیادہ ہوگیا ہے۔ اب میں جلسہ ختم کرتا ہوں۔ کل پر گفتگو ملتوی کرتا ہوں' جلسہ ختم ہوا' مسلمان کامیابی کے ساتھ فتح و ظفر کی خوشی میں نعرے لگاتے ہوئے واپس ہوئے، اور پنڈت جی راتوں رات بریلی سے روانہ ہو گئے۔ صبح کو اسے تلاش کیا تو جواب ملا' جلسہ رات ختم ہو گیا سب مہمان چلے گئے۔

نواحِ متھرا اور آگرہ میں شردھانند نے جب فتنہ ارتداد شروع کیا' حضرت نے اسے مناظرہ کی دعوت دی' اس نے دعوت قبول کی' حضرت دہلی تشریف لے گئے وہ دہلی سے بھاگا اور بریلی پہنچا' حضرت نے بریلی جا کر اسے چیلنج کیا وہ وہاں سے لکھنؤ بھاگا' حضرت لکھنؤ پہنچے وہاں سے وہ پٹنہ پہنچا' حضرت نے پٹنہ ان کا تعاقب کیا وہاں سے وہ کلکتہ روانہ ہوا' حضرت نے وہاں جا کر اسے پکڑا' تو اس نے مناظرہ سے صاف انکار کر دیا' جناب احمد حسن صاحب رضوی نے نجیب آباد سے اعلیٰ حضرت کو تار دیا کہ اشرف علی یہاں آیا ہوا ہے' ہم نے مناظرہ کی دعوت اسے دی ہے آپ فوراً مناظر بھیجیے' اعلیٰحضرت نے صدر شریعت مولانا امجد علی صاحب اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کو روانہ کیا اور فرمایا کہ مراد آباد اتر کر صدر الافاضل کو اپنے ہمراہ لے کر نجیب آباد جاؤ' اور صدر الافاضل کو ضرور ہمراہ لینا حجۃ الاسلام نے بریلی سے تار دیا اور

حضرت کو ہمراہ لے کر نجیب آباد پہنچے وہاں پہنچ کر اشرف علی کو خط لکھا تھانوی صاحب نے صبح جواب دینے کا وعدہ کیا اور راتوں رات نجیب آباد سے بھاگ گئے۔ دوسرے دن صبح معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ روانہ ہوگئے۔ اور وہاں فتح کا جلسہ کر کے یہ حضرات واپس ہوئے، بھاگلپور میں حضرت حامی سنت جامع شریعت وطریقت عالم نبیل فاضل جلیل مولانا الحاج الشاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی کے مریدین میں مولوی عبدالشکور کاکوری وغیرہ نے جاکر اہلسنت کے خلاف تقریریں کیں اور میدان خالی دیکھ کر مناظرہ کا چیلنج دیا۔ ان لوگوں نے حضرت والا مولانا شاہ احمد اشرف صاحب کو اس کی اطلاع دی، حضرت موصوف نے اعلیٰ حضرت کو یہ واقعہ تحریر کیا اور خود بھاگلپور تشریف لے گئے اور مناظرہ کی دعوت قبول کی، اور خلیفہ باغ کی مسجد مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے صدر شریعت مولانا امجد علی صاحب اور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو بھاگلپور بھیجا، وہابیہ نے گیدڑ بھپکیاں شروع کیں پہلے المدد یا پولیس پکارا اور داروغہ کو بھیجا کہ مناظرہ بند کرو، صدر الافاضل نے فرمایا انسپکٹر صاحب آپ کو مناظرہ بند کرنے کا اختیار نہیں یہ اختیار مجسٹریٹ کو ہے اس کا حکم لائیے انسپکٹر صاحب نے کہا مجھے نقض امن کا اندیشہ ہے۔ حضرت نے فرمایا اس کا میں ذمہ دار ہوں میں جیسا کہوں گا، مجمع اسے تسلیم کرے گا، میں آپ کو تحریر لکھ دیتا ہوں داروغہ صاحب مجبوراً واپس ہوئے، اور وہابیہ کی یہ تدبیر کامیاب نہ ہوئی، تو خلیفہ باغ کی مسجد کے متولی کو بھیجا کہ وہ متولی ہونے کی حیثیت سے مناظرہ موقوف کردیں، متولی صاحب نے آکر کہا کہ میں مناظرہ بند کرتا ہوں، مسجد میں مناظرہ کی اجازت نہیں دیتا، حضرت صدر الافاضل نے ارشاد فرمایا کہ متولی صاحب اپنی تولیت کی خیر منایئے اور تشریف لے جایئے۔ وہابیہ کی شکست پر ان حیلوں سے پردہ نہیں پڑ سکتا، متولی صاحب نے کہا کہ وہ مناظرہ کے لئے تیار ہیں، حضرت نے فرمایا کہ پہلے انہیں میدان مناظرہ میں لایئے پھر کچھ فرمایئے اس پر متولی صاحب نے کہا میں مناظرہ بند کرتا ہوں، حضرت نے فرمایا مسلمانو! اتم ایسے متولی کو جو مسجد میں اللہ کے ذکر کو روکے متولی ہونے سے معزول کرتے ہو؟" مجمع پکار اٹھا ہم نے اس متولی کو معزول کیا، حضرت نے فرمایا رائے عامہ متولی کو موقوف کر سکتی ہے۔ تشریف لے جایئے آپ کی تولیت باطل ہوئی۔

متولی صاحب روانہ ہوئے، تو وہابیہ نے یہ فریب کیا ایک شخص کو بھیجا کہ مولوی محمد علی صاحب مونگیری جو وہابیہ کی طرف مناظر ہیں کہتے ہیں کہ مناظرہ عربی زبان میں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا منظور اور دو شرطیں ہماری طرف سے اور زیادہ ہیں عربی میں ہوگا اور غیر منقولہ زبان میں ہوگا، اور نظم میں ہوگا۔ یہ سن کر وہابی حیران ہوگئے، ان میں یہ قابلیت کہاں تھی وہ تو دھوکہ بازی کے لئے شرط لگا رہے تھے کہ علمائے اہل سنت اس شرط کو منظور نہ کریں گے جب یہ فریب بھی نہ چلا تو خائب و خاسر ہوکر بھاگے، اور حضرت صدر الافاضل اور حضرت صدر شریعت اور حضرت سراپا برکت مولانا سید احمد اشرف صاحب نے فتح کے جلسے کر کے مظفر و منصور واپس آئے۔

الحاصل حضرت کی ساری عمر اسی طرح احقاق و ابطالِ باطل میں گزری حتّٰی کہ صاحب کتاب "براہین قاطعہ" مولوی خلیل احمد انبیٹھوی پر اعلیٰحضرت کے فتوئے کفر پر اتمامِ حجت کے لئے انکے مدرسہ مظاہر العلوم سہانپور خود حضرت قدس سرہٗ اور آپ کی معیت میں منشی شوکت علی صاحب رامپوری اور سیّد حبیب صاحب "مدیر سیاست" لاہوری گئے۔ گفتگو فرمائی، حکم شرعِ مطہر سے باخبر کیا، وہ جواب سے عاجز و مجبور ہوکر کہنے لگا۔ آپ مجھے کافر نہیں اکفر کہیئے مگر میرے پاس جواب نہیں۔ اس طرح وہ ذلیل و رسوا ہوا، مگر قبولِ توبہ کی جرأت رفیقِ حال نہ ہوئی۔

غرضکہ آپ کے علمی و افادی کارہائے دینی کہاں تک بیان کیے جائیں۔

حضرت صدر الافاضل کی تمام زندگی اگرچہ ملک میں فتنہ و فساد سے مقابلہ کرنے میں گزری مگر ساتھ ہی بے شمار تصنیفات بھی یادگار چھوڑیں ہیں۔ جن میں مشہور تر اور اعظم تصانیف میں سے خزائن العرفان [حاشیہ و مختصر جامع تفسیر قرآن] الکلمۃ العلیا، اطیب البیان رد تقویت الایمان، سوانح کربلا کتاب العقائد، اسواط العذاب، آداب الاخیار، فرائد النور، کشف الحجاب، التحقیقات لدفع التلبیسات زاد الحرمین، ریاض نعیم، گلبن غریب نواز، احقاق حق، افادات صدر الافاضل مجموعہ فتاویٰ، وغیرہا

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق، جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرمائے، فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
(اقبال)

105. Blessed be the brave Lion's Stride,
Who won bold Hamza to his side.

106. Blessed be all his habits fair,
May God bless his every hair.

107. Blessed be his eventful life,
Peace motivated whose strife.

108. Blessed be his devoted friends,
Pease on whom every Muslim sends.

109. Blessed be Prophet's family members,
Who are all like heavenly flowers.

110. Blessed be that garden of piety,
Whose plants grew with the water of purity.

111. Blessed be their nascent purity,
Who belong to our Prophet's family.

112. Blessed be that symbol of honour,
Pious Batool, our Prophet's daughter.

113. Blessed be the veils of graces,
Which from sun and moon hid their faces.

114. Blessed be our Prophet's beloved daughter.
Pious, pure and women's leader.

115. Blessed be Hassan, the generous leader,
Who rode on Prophet's shoulder.

116. Blessed be his glorious magnificence,
Symbol of knowledge and eloquence.

117. Blessed be the sweet sermons on culture,
Preached by the honey-tongned messenger.

118. Blessed be the martyr, red-attired,
In the desert of Karbala who expired.

119. Blessed be our departed leader,
Gem of Najaf, the sun of honour.

120. Blessed be those symbols of piety,
Mothers of the muslim community.

121. Blessed be those emblems of modesty,
Members of the House of dignity.

122. Blessed be Prophet's bosom friend,
Whose affection and loyalty knew no end.

123. Blessed be that home blissful,
Declared by God as Peaceful

124. Blessed be Mustafa, mercy for mankind,
May angels sing it with Riza and his kind.

85. Blessed be the glory of Prophethood,
Finest flower in the garden of manhood.

86. Blessed be his God-loved face,
And his childhood charm and grace.

87. Blessed be the sweet buds blossoming,
And tbe plants gradually growing.

88. Blessed be his habit of keeping-away,
As a child from meaningless play.

89. Blessed be his unpretentious style,
Informal but very encouraging smile.

90. Blessed be his ways immaculate,
In every sense pious and great.

91. Blessed be his symbolic assertions,
Easy solutions to difficult situations.

92. Blessed be his simple-mindedness,
Leading to acts of selflessness.

93. Blessed be he who went to pray,
In a cave alone, by night or day.

94. Blessed be his spiritual domain,
Of beings, celestial and mundane.

95. Blessed be his mission of Islam,
Replacing violence by peace and calm.

96. Blessed be nights of relaxation,
And nights of prayer and meditation.

97. Blessed be the drops of rain gracious,
And rays of the morning auspicious.

98. Blessed be his love for the repentent,
And his firmness with the insolent.

99. Blessed be his prophetic grandeur,
Before whom bowed every Emperor.

100. Blessed be he who stood in God's Light,
While Moses fainted just at first sight.

101. Blessed be the face bright as moon,
Which dispelled the darkness so soon.

102. Blessed be the Victors' Holy cry,
Echoing on earth and in the Sky,

103. Blessed be those brave liberators,
Who defeated the cruel dictators.

104. Blessed be Prophet Mustafa's bravery,
Jingling swords bore whose testimony.

64. Blessed be that throat's rare quality,
Fresh as milk, and sweet as honey.

65. Blessed be his shoulders, dignified,
In whom dignity itself took pride.

66. Blessed be the Prophet's seal that shone,
An in Kaaba shines the black stone.

67. Blessed be the strength of nation,
An emblem of learings consummation.

68. Blessed be that hand's generosity,
Which ushered in an era of prosperity.

69. Blessed be the strength of that arm,
Which bore all the burdens, without alarm.

70. Blessed be his hands and their vigour,
Two pillars of our religion and culture.

71. Blessed be his palm, clear and bold,
Whose lines "courage" foretold.

72. Blessed be his fingers, long and bright,
Which looked like fountains of light.

73. Blessed be his crescent-like nail,
Which brought health in its trail,

74. Blessed be his denunciation of rage,
And commendation of love and courage.

75. Blessed be his heart's sensitivity,
Which understood the mystery of unity.

76. Blessed be that millionaire's appetit,
Who ate, what a poor man might.

77. Blessed be that magnanimous mind,
Which sought God's mercy for mankind.

78. Blessed be his knees exhalted,
Whose greatness Prophet's acknowledged.

79. Blessed be the steps in right direction,
Which led humanity nearest to perfection.

80. Blessed be those feet and the way,
The Quran swore by whose pathway.

81. Blessed be the moment of Prophet's birth,
When unsurpassed glory spread over the earth.

82. Blessed be the prayer for man's salvation,
Uttered by him in first prostration.

83. Blessed be that fortunate breast,
Which fed him at God's behest.

84. Blessed be his regard for others,
Used one, left other breast for brothers.

44. Blessed be that rose of nature,
Glorious symbol of Creator.

45. Blessed be the look affectionate,
Caring, kind and compassionate.

46. Blessed be his awe and dignity,
Best in piety and humility.

47. Blessed be the cheeks so bright,
That they bedimmed the moonlight.

48. Blessed be his suitable height,
To look at him was a real delight.

49. Blessed be that beaming complexion,
Which gave the onlookers a satisfaction.

50. Blessed be his beautiful skin,
Which said that men are same within.

51. Blessed be that fragrant sweat,
On workers which had a great impact.

52. Blessed be the hair on his chin,
Holy, clean, soft and thin.

53. Blessed be his beard's boon,
Glowing like the halo of the moon.

54. Blessed be his lips, in talk or repose,
Which resembled petals of a rose.

55. Blessed be the mouth, devoted to teach,
What God desired him to preach.

56. Blessed be the freshness of his palate,
Which in desert flowers did create.

57. Blessed be his saliva's power,
Which changed hard to soft water.

58. Blessed be his tongue, gifted and true,
Speaking words, which God wanted him to.

59. Blessed be his persuasive speech,
Evil to quell, and virtue to teach.

60. Blessed be his rare gift of eloquence,
Which won the hearts of his audience.

61. Blessed be that moment of God's beneficence,
Which guaranted his prayer's acceptance.

62. Blessed be that luminous galaxy,
Which threw God's men into ecstasy.

63. Blessed be his smile's influence,
To relax people, if they were tense.

25. Blessed be our Prophet's supplications,
Which met God Almighty's approbations.

26. Blessed be our valued patron in poverty,
Who leads us out of adversity.

27. Blessed be his caring concern for the vicious,
And a satisfying affection for the righteous.

28. Blessed be the prime cause of creation,
The final medium of human salvation.

29. Blessed be the focal point of revelation,
Initiating the process of God's manifestation.

30. Blessed be that gardener's noble strife,
Who gave withering flower's a new life.

31. Blessed be that symbol of beneficence,
Without a shadow or equal in any sense.

32. Blessed be that, embodiment of grace,
Birds of heaven sing whose praise.

33. Blessed be that broad forehead,
Truth on which was always read.

34. Blessed be that king of Kings,
Whose name instant success brings.

35. Blessed be those tresses black,
Vision's feast and mercy's track.

36. Blessed be that stately parting,
Day coming in and night departing.

37. Blessed be his act of combing,
Which left lovers's hearts throbbing.

38. Blessed be those ears that hear,
Every sound from far and near.

39. Blessed be the dynasty Hashimite,
Dazzling wave in a flood of light.

40. Blessed be his head and the hair,
Which the crown of success wear.

41. Blessed be those eyebrows,
For which the niche of Kaaba bows.

42. Blessed be the shade benign,
Of eyelashes black and fine.

43. Blessed be his eyes, those gems,
From which mercy's fountain stems.

6. Blessed be his noble mind,
The most sublime of its kind.

7. Blessed be the source of knowledge divine,
Outstanding and the last in the Prophet's line.

8. Blessed be the point of Life's hidden unity,
And also the centre of its visible diversity.

9. Blessed be Nature's privileged one,
Who divided the moon and called back the sun.

10. Blessed be the blanket, rich in mystic quality.
Under which the food increased in quantity.

11. Blessed be the sovereign, wise and high,
whose rule extends from earth to sky.

12. Blessed be the giver of blessings diverse,
On whose account God created the universe.

13. Blessed be the best of all Prophets,
The most kind and last of the Prophets.

14. Blessed be he who merged in God's light,
And established the rule of right over might.

15. Blessed be the Prophet, most distinguished,
Matchless, exquisite and unparalleled.

16. Blessed be the star that brightly shone,
And in size had gradually grown.

17. Blessed be the jewel of Nature's plenty,
Whose knowledge extended from here to externity.

18. Blessed be the strength of the helpless,
Committed to the uplift of the penniless.

19. Blessed be our Prophet's perfection,
Which bore divine unity's reflection.

20. Blessed be the balm in hardship and dismay,
Whose aim in life is justice and fairplay.

21. Blessed be my strength in misery,
My hope and wealth in poverty.

22. Blessed be the clue to mystic signs,
That throws light on God's design.

23. Blessed be the totality of most and least,
That changes a pantheist into a monotheist.

24. Blessed be the success after patience,
How nice ! if shortage is followed by abundance.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

Blessed be Mustafa, mercy for mankind
God's Light true way to find.

Ala-Hazrat Shah Ahmed Riza Khan's

SALAM

by

G.D. Qureshi
B.A. (Hons.) ; M.A. English (Sind)
LL.B. (Sind) ; M.A. English (Leeds)
Lecturer College of Art and
Technology New Cast U.K. E-4 Pon-Tyne

1. Blessed be Mustafa, mercy for mankind,
   God's light, the right way to find.
2. Blessed be the highest of the high,
   The brightest star of prophecy's sky.
3. Blessed be the sovereign of Kaaba and paradise,
   Who is compassionate, merciful and wise.
4. Blessed be the hero on the night of his ascension,
   The apple of the people's eye in heaven.
5. Blessed be the splendour of the next world,
   Dignity, justice and grandeur of this world.

Ahmad Raza did not take active part in politics but he paved the way for freedom with his brilliant philospphy based on the Holy Quran and Hadith. He was deadly against the Hindu-Muslim Unity. In fact, this was the basic idea which can rightly be called the foundation of Pakistan. He frankly told the Muslims that "Nehru's Dhoti and the British trousers would be of no use to the Muslims. The Muslims should turn to the Holy Prophet, (صلی اللہ علیہ وسلم)". Again, he opposed the Khilafat Movement and warned the Muslims well in time of its evil designs. Gandhi led the Khilafat Movement to the detriment of the Muslims. Had the ruler of Afghanistan not checked the Muslim to enter Afghanistan, the Muslims of India would have suffered till the crack of doom.

He was a great Mathematician and Economist but the world did not do justice to him. It admired Kyenes for his theory of Equation in 1936 but the man who gave it in 1912 i.e. 24 years before Keynes never recieved his share. In the same years, he appealed tothe Muslims of the world to open banks of their own but again his nation turned a deaf ear to him. Till 1940, the Muslims of India had no bank of their own. He wrote a good deal against interest and was in favour of banking without interest. He, time and again, advised the Muslims to buy the articles of their need from the shops of the Muslims.

He was also a poet. He wrote Naats but with much care. His Naats are often recited in the meetings as well as on the radio and television to revive the spritual feelings of the Muslims.

In short, he was a Jurist, thecologian-cum-calm politician and a reformer. Throughout his life and in all his works he maintained this motto 'Love the Holy Prophet' (صلی اللہ علیہ وسلم) and in this respect he could not compromise with any.

May God we follow his principles of life. He died in 1921 and was buried at Breilley.

LIFE OF A SAINT
(Ahmad Raza Khan Brailvi)

By Prof.Ishrat Hussain Mirza

Islam does not believe in priesthood but does believe in Sainthood. Saint is a man who is true in his love for God and His Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) and also charitable, meek and patient. He prays to God not for wordly and heavenly gains but for the greater will of God. Maulana Ahmad Raza Khan is a saint. I love him and he is my hero.

He was born at Barielly (India) in 1856, a year before the war of independance. He was a born genius. He read the Holy Quran when he was only four years old. Later, he became astonishingly well versed in more than fifty branches of learning, pertaining to Ancient Sciences, Current Sciences and Oriental Learnings and left contribution in all these academic disciplines.

He believed in Sufism and in 1872 he went to Shah Al-i-Rasul and was admitted to the Qadirya Order. He was deeply religious and led his life strictly in accordance with the dictates of Islam. He went for the first pilgrimage in 1878 and in 1905, he proceeded for his second pilgrimage. During his stay at Mecca Moazzamma and Madina Monawara, he won the respect of noted scholars who visited him and received from him diplomas and fatawa. He attained such eminence in this field that the scholars of the Indo-Pak sub-continent and also of the Islamic World acknowledged him as a great Jurist. The poet and thinker of the East, Dr. Mohammad Iqbal remarked, "Such a genius and intelligent Jurist did not emerge". The renowned Theologian-cum-politician Mawlana Abu-al-A'lla Mawdudi writes in his letter of 12th february, 1974 addressed to the editor of the monthly Tarjuman-e-Ahli Sunnat Karachi", In my eyes the late Maulana Ahmad Raza Khan was the bearer of religious knowledge and insight and was a respectable leader of the majority of Muslims."

The religious turn of mind of the saint in creed and law unalterably determined by the old traditional views. Though he was well versed in scores of branches of knowledge yet in the later years he ristricted his interest to the following branches of religious learning:

i) To support and defend the Holy Prophet, (صلی اللہ علیہ وسلم)
ii) To uproot the innovations prevalent in Muslim Society,
iii) To issue Fatwa according to the Hanafi School of Juris- prudence.

Ahmad Raz
for freedom
Hadith. He
was the ba
tan. He fra
trousers wo
to the Hol
Movement
Gandhi led
the ruler of
the Muslims

He was a
justice to h
the man v
recieved hi
the world to
ear to him.
He wrote a
without inte
ticles of the

He was als
often recite
revive the s

In short,
reformer.
motto 'Love
not compro

May God
buried at B

55 : 33

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ

a. O' company of jinn and men if you have power that you may go out of the boundaries of the heavens and the earth (then let us see) do go but you can not go out with out strength. (Maulana Ashraf Ali Thanvi)

b. O' tribe of jinn and of men if you are able to pass through the confines of heaven and earth, pass through then you shall not pass through except with an authority. (Arberry)

c. Similarly this verse has been translated by Abdullah Yousuf Ali and Maulana Abdul Majid Daryabadi.

In this scientific age the boundaries of heaven and earth have been crossed. Some translators have opined that no one can cross the boundaries. This has created doubt in the minds of the people about this verse. Ala Hazrat Ahmad Raza translation has removed doubts for ever. He translates:-

"O' company of jinn and men, if you can that you may go out of the boundaries of the heavens and the earth, then do go. Wherever you will go, His is the Kingdom,

Karachi (Prof) Shah Faridul Haque
Dt: 15.6.1988

2 : 173

وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

a. And that on which anyother name has been invoked besides that of Allah. (Abdullah Yousuf Ali)

b. And that over which is invoked the name of any other than Allah. (Abdul Majid Daryabadi)

c. And the animal that has been earmarked in the name of any other than Allah. (Maulana Ashraf Ali Thanvi)

ALA HAZRAT AHMAD RAZA

"And the animal that has been slaughtered by calling a name other than Allah"

Now see the difference in translation. Generally the translators while translating these words have conveyed such meaning that makes all lawful animals that are called by any other name than Allah unlawful. Sometime animals are called by other names for example, if any one calls any animal like Aqiqa animal, or Valima animal or sacritificial animal sometime people purchase animals for Isale-Sawab (coveying reward of a good deed to their near and dear ones) and call them as Ghauzal Azam or Chisthi animals, but they are slaugtered in the name of Allah only. Then all such animals would become unlawful.

The only befitting translation is of Ahmad Raza Khan that conveys the real sense of the verse. All such lawful animals become unlawful if they are slaughtered in any other name than Allah.

3 : 142. وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

a. Before Allah has known the men fought hard. (The Quran Dar-Al-Choura) Beirut.

b. While yet Allah knoweth not those of you who really strive. (Pickthal).

c. Without God know who of you have struggled. (Arberry).

d. While yet Allah has not known those who have striven hard. (Abdul Majid Daryabadi).

e. While yet Allah (openly) has not seen those among you have striven on such occasion. (Maulana Ashraf Ali Thanvi).

f. And yet Allah has not known those among you are to fight. (Maulana Mahmoodul Hasan).

g. Ala Hazrat Ahmad Raza KHan "And yet Allah has not tested your warriors".

Now the readers can themselves see the difference of translation of this verse. Most of the translators while translating this verse have forgotten to remember that Allah is the knower of seen and unseen. God forbid! the general translators have given the conception that Allah does not know anything before its occurrence.

Even a Qadiani translator has translated the verse in a better way, "While Allah has not yet distinguished those of you that strive in the way of Allah". (Maulvi Sher Ali)

i. Did He not find thee wandering and direct thee? (Pickthal)

j. And saw you unaware of the way so showed you straight way. (Maulana Fateh Mohammad Jallendhri).

"And He found you drown in His love therefore gave way unto Him" (Ahmad Raza).

The translators have translated the word Dhal ضَآل in such a way that it affected directly the personality and prestige of the prophet whereas the concensus is that the prophet is sinless prior to the declaration of prophethood and after the declaration. The words wandering groping, erring are not befitting to his dignity. The word ضَآل has many meanings the most appropriate meaning has been adopted by Ala Hazrat Ahmad Raza Khan.

48 : 2

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ
وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ
وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ

In this verse the word ذنب has been translated by almost all famous translators of urdu english as sin or error or faults. Thus the verse has been translated usually as "so that Allah may forgive your faults (or errors or sins)". Whereas the basic faith of muslims is that the prophet is sinless, and faultless.

Ala Hazrat has translated the verse "so that Allah may forgive the sins of your formers and your latters on account of you.

Here the prefixed particle La لَ gives the meaning of 'on account of' according to various commentators of Quran particularly (KHazin and Ruhul Beyan).

Ala Hazrat Ahmad Raza Khan has interpreted the Quran in the light of authentic and current commentaries of Holy Quran. His interpretation raises the respect of the revealed Book dignity of the prophets of Allah and prestige of humanity in the eyes of the readers.

NowI give here a comparative translation of some important verses,

93 : 7 وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝

a. Did He not find you wandering and guide you? (An English translation published in Beirut Lebanon by Dar-Al-Choura).

b. And He found thee wandering, and He gave the guidance. (Abdullah Yousuf Ali).

c. And found thee lost on the way and guided thee? (Mohammad Asad).

d. And He found thee wandering in search for Him and guided thee unto Himself. (Maulvi Sher Ali Qadiani).

e. And He found thee wandering, so He guided thee. (Abdul Majid Daryabadi).

f. And found thee groping, so He showed the way. (Maulana Mohammad Ali Lahori Qadiani).

g. And He found you uninformed of Islamic laws so He told you the way of Islamic laws. (Maulana Ashraf Ali Thanvi).

h. Did He not find thee erring and guide thee? (Arberry)

Uniqueness does not emply that he has assigned novel meaning and explanation to the Holy Quran.

No one is allowed to assign novel meanings to the revealed words of Quran on his own accord.

In his translation, Hazrat Ahmad Raza has tried to assign such meanings to the words of Quran, that there may not occur any contradiction in the meaning of the words and verses of Quran.

The other thing which he has kept in his mind while translating Holy Quran that such meaning should be selected that may not injur the status and dignity of Allah Almighty, and His Prophets.

By this translation, Hazrat Ahmad Raza has illuminated the flame of true faith, love and respect of Allah Almighty and the Holy Prophet in the hearts of urdu knowing muslims of the world.

I have tried my best to translate the urdu version of Hazrat Ahmad Raza into simple english conveying the thought given in urdu translation. I laboured hard to choose such english words which should necessarily convey the same sense that has been expressed in urdu version. While doing this important and sacred job, I had many famous english translations before me.

The worth of this english translation can only be visualized by a comparative study of various other urdu and english translations. A detailed comparison is not possible here, therefore I have chosen some important verses. This comparative study will enable a muslim of true faith to appreciate the depth of the knowledge of Hazrat Raza and his love, and close relation with Allah Almighty and His beloved prophet.

He devoted his entire life to the propagation of real faith and traditions of the Holy Prophet.

His main theme of the life was extreme and devoted love of Allah and His last Messenger Muhammad (Sallal-laho-alaihe Wasallam).

He could bear any thing except utterances against Islam, Allah, and His Messengers.

He was a traditionist and a true follower of the juris-prudence of Imam Azam Abu Hanifa. He was a great mystic too and was a staunch lover of Shaikh Abdul Qadir Jilani of Baghdad.

Ahmad Raza's religious works have no parellal in his time. His ability, far-sightedness and depth of thought have been recognized by the ulemas and Muftis of all the four schools of jurisprudence not only of this subcontinent but of Harmain Sharifain and other muslim world.

He was awarded certificates of recognition by these men of Islamic learning when he visited Harmain Sharifain for performing Haj (Pilgrimage) in the beginning of 20th century.

Though he has written numerously, but his two mcst famous works the translation of Holy Quran in urdu and Fatwai Razvia in twelve huge volumes have proved his superiority, deep thinking, ability and extreme love of Allah Almighty and Prophet Muhammad (Sallal laho Alaihe Wasallam) over entire group of ulemas of his time. Ahmad Raza filled a new spirit and enthusiasm for Islam in the hearts of muslims. He revived love and affection of the last prophet and of his teachings. Seeing his works for the revival of Islam, he deserves to be called a revivalist of 20th century.

UNIQUE TRANSLATION

By Prof. Shah Faridul Haque

This english version of the Holy Quran is the translation of Kanzul Iman the urdu version of Imam Ahle Sunnat Maulana Shah Ahmad Raza Khan of Brielly.

This is an accepted fact that the revealed Arabic words of the Holy Quran cannot be actually transformed in any other language of the world. Literal translation of Arabic Quran conveying the same meaning is not only difficult but is impossible.

Therefore the translation of Arabic Quran in any other language is usually an explanatory translation.

Imam Ahle Sunnat Shah Ahmad Raza Khan's urdu translation known as Kanzul Iman is an explanatory translation.

This explanatory translation of Urdu was completed in the beginning of 20th century i.e. 1910.

It is the most famous and accepted urdu translation of muslims belonging to the school of jurispredence and the institution of the people of tradition and of the congregation in Indo-Pak subcontinent.

Imam Ahmad Raza, a great jurist and a learned scholar of Islam was born in 1856 at Brielly (India) and died in 1921.

He is considered to be the most learned and authentic authority on Quran, Sunnah and jurisprudence by majority muslims of this subcontinent.

He was a great writer and wrote about one thousand small and big books relating to various aspects of Islam.

The Western civilisation misguided the young men so profoundly, that they strayed from their religion, culture and society and the English suceeded in their nefarious designs.

The alienation from religion palpably jeopardised the separate identity of the Indian Muslims. But when Quaid-e-Azam wanted to unite the Muslims on one platform in the name of Islam, they gathered like moths around him. Islamic thinking and affinity was ingrained in the Muslims which culminated in the partition of India.

The Muslims got a new country which came into existence because of the fact that the Muslims were a separate nation. Their religion, culture and customs are quite different from those of the Hindus. It is a pity that a separate state was acquired in the name of Islam, but those at the helm of affairs did not make any effort to introduce Islam in Pakistan in the real sense. It was imperative to transform Pakistan into a truly Islamic state. Islamic education should have been imparted to the young generation. They should have been told why the Mulims of India had struggled for Pakistan and why great sacrifices of life and property were given. But unfortunately attention was diverted from this issue. The race for political power started. The foundations of Pakistan had not yet become strong that the country became a prey to political turmoil. The neglect of religion proved to be highly harmful. We identified ourselves with provinces, forgetting that we are simply Muslims First and Last.

The basic reason behind that calamities that befell our country was our neglect of religion. If Islamic education was stressed right from the beginning, we would not have witnessed these ominous days. To day, it is most essential to bring the strayed new Muslim generation back to Islam by means of Islamic education, Isamic culture and history. If efforts in this behalf are initiated in the right earnest, it is likely that new generation may regain its Islamic identity. According to Allama Dr.Mohammad Iqbal:
"This soil is very fertile, if it is slightly wet".

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

BIBLIOGRAPHY

1) Crowther, G:"An outline of Money".
2) Dewetl, K.K.:"Modern Economic theory".
3) Isphani,A.H, "I remember"
Published in "Quaid-e-Azam as seen by his contemporaries", compiled by Jamil-ud-Din Ahmed, Publishers United, Lahore, 1966.

4) Keynes, J.M. "General Theory of Employment, Interest and Money", Harcourt, New York.

5) Klein, L.R., "the keynesian Revolution", Macmillan, N.Y, 1947
6) Kurihara, K.K. "Monetery Theory and Public Policy". Allen and Urwin, London, 7th Impressin, 1967.

Fourth Guide Line:

The fourth guide line of the Maulana Ahmad Raza Khan is not concerned with economic reform, but its importance is great in itself. he said, "We should popularize Islamic learning and spread it among the muslims" (1)

This was the period when the educational reforms of Sir Syed Ahmad Khan were influencing the Mslims who were trying to imbibe Western learning. The acquistion of the English Education was a good thing in itself. Our Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) has emphasised the acquisition of knowledge by the Muslims. But the thing that was harmful and which the Maulana had felt at that very tie was that the young generation was becoming attracted to the Western culture along with English eductaion which was highly abominable and objectionable. The Maulana had realized that if the Muslims gave up religious education, they would lose their Islamic identity and individuality. The new civilisation will wreck their unity. Their condition will resemble the following couplet.

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

"They could neither find God, nor the company of their beloved. They were left utterly disgruntled."

Akbar Allahabadi had felt this trend. He admonished the Muslims through his poetry that they should not forget their real position. Your most precious treasure is your religion and culture. But the intoxication of reform was so deep that the Muslims did not pay any heed to this crucial problem. Akbar Allahabadi said in his couplets "When Syed met the people with the Gazette, he collected lacs of rupees, the Shaikh showed the Quran, but he could not get a single paisa'' And that: ''The enemies have lodged a report in the Police Station that Akbar takes the name of God in this epoch''.

سید اٹھے جو گزٹ لے کے تو لاکھوں لائے
شیخ قرآن دکھاتے رہے پیسہ نہ ملا

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

---

1) This guide line is also connected with economics in the sense that the action on the first three guide lines would have resulted from religious consciousness and affinity. And Islamic learning is essential to create Islamic consciousness in the Muslims. So this guide line is also directly related to the Islamic economics.

European Common Market was formed between the countries of Westren Europe as a result of Rome Treaty because West Germany could not rehabilitate its economy single handed. It was the time when the USA was dominating the world politics and the Dollar was unrivalled as the world currency.

The idea underlying the formation of the European Common Market was the same as hinted by the Great Maulana in his third guide line i.e. the Muslims should not purchase anything from any body except the Muslims. According to the Rome Agreement, the member countries would produce those articles in which they enjoy comparative advantage over other countries. The member countries would deem themselves to be a unit. The trade between the member countries would be free and unrestricted. There will be no restriction on the mobility of the factors of production. Imports will be heavily taxed export will be encouraged to the utmost. Those commodities which the member countries can produce will not be imported from abroad. Business transactions would be mostly amongst the member countries.

At the inception of the E.C.M even the members were not sure of its success. But with the lapse of time this institution blossomed into a very powerful economic institution. The economy of the members was stablised on very solid grounds. The financial position of members became very strong.We saw that the position of the American Dollar in world market became less important and German became the hardest currency of the world.

The phenomenal success of the Europeon Common Market gave birth to a new branch of economics which is called the theory of economic integeration. Much has been and is being written about it.

Being impressed with the splendid success of the E.C.M. ten countries formed the Europeon Free Trade Area (E. F. T. A.) but it could not be as successful. The agreement between Iran, Turkey and Pakistan was on the same lines but it could not be sucessful. A conference of the three member countries was held on April, 26, 1976 in Izmeer, Turkey to make R.C.D. a success, but so far no positive results have came to the surface. If the three countries try to revive this institution, it can be successful to the benefit of the member countries.

The upshoot of this discussion is that if the Muslims had acted sincerely on the suggestions of Maulana Ahmad Raza Khan, they would certainly have the same success as attained by E. C. M. One of our great Savants had lighted the torch of economic progress. We had to find out the path of progress in that light, but unfortunately instead of following the way shown by the Maulana, we completely ignored him. We can ascribe our failure to follow the path shown by the great Maulana to our misfortune or lack of far-sightedness. Or the national leaders became so much engrossed with social, educational and political reforms that they did not give requisite attention to the economic rehabilitation of the Muslims which is really astonishing and regrettable, although in 1912 Maulana Ahmad Raza Khan had shown the beacon light for the economic betterment of the Muslim community.

not pay any heed to them. The educated muslims were lookig towards the west for guidance. They were oblivious of the fact that Allah had sent a man in their midst by following whose suggestions the muslims would have extricated themselves from penury and would have started living an honourable economic life.

In my opinion the third economic guide line is most important. He wanted to give economic protection to the muslims. The Hindus were much ahead of the muslims in the field of trade and business. The Hindu bannias wanted to maximise their profit. The muslim had no business experience. If the muslims ventured into business, the Hindus tried their utmost to oust them from business. Non- partonisation by muslims also hastened thier ruin. Maulana Ahmad Raza Khan knew all these trends. The only solution consisted in the muslims patronising by muslim traders and shop keepers and all business transactions should be carried among the muslim interse. The position of the muslim businessmen and shop keepers resembled the nascent industry which is to be prtotected against ruthless foreign competition. The muslims must patronise the muslim shop-keepers who wanted to prosper in the business field.

What would have been the likely economic results if the indian muslims had acted on the suggestions of Malana Ahmad Raza Khan? The money of muslims would have gone to the muslim shop-keepers who would have made more purchases from the muslim wholesalers. The muslim wholesalers would have purchased more goods from the muslim manufacturers who would have produced more to cope with the increased demand. Economic resources like land, labour and capital are required to produce more foods. Increased production would be provided to the unemployed muslim labour. With an increase in their incomes, their effective demand would have increased. This would have brought the spiral of prosperity for the muslims. The question arises where the muslim industrialists could get the capital from. The answer to this question is hidden in the first two quide lines of Maulana Ahmad Raza Khan; that the muslims should save and the wealthy muslims should establish banks which provide funds for productive projects.

Effective demand plays a vital role in the Kynesian theory of Employment, Interest and Money. And the idea of effective demand is clearly present in the third guideline of Maulana Ahmad Raza Khan. But entire credit goes to Kynes. We praise Western economists while quite oblivious are the suggestions of our eminant savant. It is most deplorable.

Now let us see how far the Westren World has acted upon this guide line of the great Maulana after the Second Great War. The countries of Westren Europe like Germany, France and Italy were completely ruined due to the War. Germany and Italy were completely destroyed.

After the War, Germany was divided into Westren Germany and the Communist (Eastern) Germany . Similar was the plight of Italy and France . But Westren Germany soon improved its condition by giving first priority to economic reconstruction and development.

During Second great War, as a boy I saw the following couplet written on the shops of Muslims at Lukhnow.

"IF THE MUSLIM DESIRES AN HONOURABLE LIFE IN INDIA, HE SHOULD ALWAYS PURCHASE EVERY ARTICLE FROM A MUSLIM".

زندگی عزت کی مسلم ہند میں چاہے اگر
تو یہ لازم ہے کہ سودا جب بھی لے مسلم سے لے

This couplet seemed to be an echo of the third guide line of Maulana Ahmad Raza Khan. This couplet impressed me very much, but I saw the well-to-do Muslims purchasing various things from the shops of Hindus at Lucknow. At that time there were economic experts among Muslims, but all of them took their clue from the western economists. They were absolutely un- mindful of the facts that oneof their savants was telling them about useful economic facts but none seriously thought about the third economic guide line; nor understood it; nor sought its clarification; if some muslim economist had explained the far- reaching consequences of this guide lines the muslims, in india, would not have been economically inferior to other nation.

Whether International trade should be free or protected is an old controversy. Leading econmists of Europe and America have advanced arguments for and against protection. Adam Smith, the father of Economics was the greatest advocate of free trade. Free trade means that there are no restrictions on the import and export of goods and services between the various trading countries or they are nominal, on the other hand, protection consists in protecting nascent national industries against foreign competition by the Government. Adam Smith's book " An Enquiry into the Wealth of Nations " was published in 1776. In 1791, Alexander Hamilton, an American stateman, strongly advocated the policy of protection and opposed free trade policy . Fredrick fist of Germany gave cogent argument in favour of protection.The most important argument advanced for protection is that of protecting nascent industries against foreign competition. In the absence of protection,the new industries may succumb to the blast of foreign competition. Another argument is that national wealth circulates in the country and augments business transactions. I want to say somthing in the light of the third guide line of Maulana Ahmed Raza Khan.

The war of independence of 1857 put an end to the Muslim Empire in India and the British entrenched themslves in India. By 1912, the British Empire had became very strong in india. No body could think that the Briltsh would quit India after 35 years. Now the muslim had no regime of their own, but the muslim nation still existed who knew what it had lost. The muslim leaders had to evolve suitable policies for the social, religious and economic regeneration of the muslim. The muslim leaders were active in educational, political and social spheres, but no body did anything to remove the economic backwardness and poverty of muslim. At this critical juncture Maulana Ahmad Raza Khan presented his economic guide lines, but unfortunately the muslims did

As Keyen's equation saving = Investment will be disturbed, the economy will become prey to inflation or slump. It will increase un-empolyment and un-utilised economic resources. This will result in several social evils.

At present the importance of savings and banks has became universal. In 1912 when economic literacy was very low, who knew that after 30 or 40 years savings or banks will acquire so much importance. Maulana Ahmed Raza Khan had peeped into the future. He not only advised Muslims to refrain from prodigality, but also persuaded them to save. He also appealed to the rich Muslims to set up banks in which the Muslims could deposit their small savings and wherefrom the accumulated funds may be lent to the comptent Muslim Industrialists so that they could compete with the Hindu Industrialists in the industrial and commercial fields.

Pakistan came into existence on 14th August, 1947. The Hindus were sceptical about its economic viability. It was a fact. The Pakistan treasury was empty. The Muslims had no experience of industries and banking. There was an economic vacuum which had to be filled despite the odds. Gradually with the grace of Allah the difficulties were surmounted and Pakistan was put on the road to development.

I think that in 1912 if some far-sighted Muslims had acted on the advice of Maulana Ahmed Raza Khan, then the economic history of the Muslims in India would have been different and Pakistan would not have faced such bleak economic conditions. Such deep thinking and such guide lines which were pregnant with far reaching consequences were beyond the reach of an ordinary mind. It was the feat of Maulana Ahmed Raza who advised the wealthy Muslims to set up Muslim Banks so as to better the economic lot of the Muslims. Quaid-e-Azam also repeated the same thing in 1946. If in 1912 a few Muslim capitalists like Sir Adamji Daud and Mirza Ahmed Isphani had responded to the call of Maulana Ahmed Raza Khan, the economic future of Muslims would have improved considerably. And the economic consequences of this progress would have proved beneficial not only for the Muslims of the Indian sub-continent, but also the Muslims of the world would have reaped its benefits.

THIRD GUIDE LINE:

Now we refer to the third guide line of Maulana Ahmed Raza Khan which is, the Muslims should not purchase any thing from any body except the Muslims. How important is this guide line? Also take a stock of present day world's economic order. It is a pity that the Muslims neither understood this golden rule, nor acted upon it. But after the Second World War, the war affected countries of Western Europe adoopted it and at present these countries are most prosperous in the world.

cape the attention of the Maulana. So he appealed to the affluent Mus lims to set up banks for the Muslims. It goes without saying tha Maulana Ahmad Raza Khan aimed at banking without interest or in-trestless banking.

The banks play an important role in sustaining the economy of a country. Credit is the life blood of commerce and the banks provide it. The banks collect the small savings of the people and make them available for investment in productive channels. We cannot think about a viable economy without banks. That is why the present economic system is called the compound interest system i.e. a system based on compound interest.

Finance holds the pivotal position in Economic Planning. No economic plan, whatever its size, can be completed without funds. It is the duty of the banks in a planned economy to minimise the paucity of funds from the economy and encourage investment. The banks perform two functions:-

1) They collect large and small savings of people.
2) They lend these funds to those persons who invest them in productive channels i.e., in the production of such goods and services as assist in the production of wealth in the future.

Thus the importance of banks in the modern era is well established. Quaid-e-Azam was a farsighted statesman. He realised the importance of a Muslim Bank for the economic development of Muslims long before establishment of Pakistan. He deplored the absence of Muslim banks. Being moved by the persistent exhortations of Quaid-e-Azam, Sir Adamjee Daud and Mirza Ahmad Isphani who were counted amoung the leading capitalists of the undivided India, set up the Muslim Commercial Bank in Calcutta on 9th July 1947. After partition of India the Head Office of this bank was transfered to Pakistan. At present, this bank is playing an important role in the economy of Pakistan through its numerous branches.

The modern financial experts have enumerated two types of savings. (1) Saving & (2) Hoarding. If an individual saves twenty rupees out of his monthly income of Rs.100/-, his monthly saving will be Rs.20/-. Similarly, the nation saves. If national income exceeds national expenditure, the result is national saving.

The individual can deposite their savings in the bank or invest them in some National Saving Scheme. This is called saving proper. But if the persons keep their savings to themselves, it is called Hoarding.

As long as persons deposit their savings in banks or invest them in some national saving scheme, the economy will remain balanced. But in case of hoarding of savings, the economy will become unbalanced.

have to depend on foreign loans and grants. The third method of financing the development program consists in the issue of inconvertible currency notes by the Central bank of the country. But this method increases inflation which if uncontrolled results in economic crisis or depression.

So the easiest and the best way is to encourage national savings. The level of savings is low in the developing countries because the income of people is low. Moreover if there is an increase in individuals income, it is spent on procuring durable consumers goods. According to an estimate of the economist the rate of saving in most of the underdeveloped countries is 5 to 8 percent, whereas in developed countries it ranges from 15% to 18% of the national income. The developing countries should augment their savings to 15% to accelerate the pace of economic development.

We have allready seen that according to Keynesian equation S=I, if savings are increasing, then investment will also increase. In 1950, Colin Clark an American Economist, suggested that Bharat, China and Pakistan each should save 12% of their national income for economic development purposes. The developing countries including Pakistan are floating various savings schemes to accumulate funds for economic development. National saving is the key to economic development.

Now the discerning minds should keep in view this environment. In 1912, Maulana Ahmad Raza Khan had advised the Muslims to shun un- necessary expenditures and save as much as possible. At present, the Government is also urging the people to save to the maximum limit. Now, would you not recognize the economic farsightedness of Maulana Ahmad Raza Khan? Would you not be convinced of the fact that the discerning eyes of the Maulana were visualising the future very clearly. Keynes won the title from the British Government for discovering a thing which Maulana Ahmad Raza Khan had already published in 1912. It is a pitty that the Muslims did not pay any heed to this fact.

SECOND GUIDE LINE :-

Now let us come to the second guideline. The Maulana said the rich Muslims of Bambay, Calcutta, Rangoon, Madras and Hyderabad Decen should establish banks for their Muslim brethren. This guideline is so important from economic point of view that we cannot help recognizing the economic insight of Maulana Ahmad Raza Khan. In 1912, there were a few banks in the bigger cities of India. They were owned by the English or the Hindus. Upto 1940, there was no Muslim Bank in India. It was not an easy task to assess the importance of banks in 1912, but importance of these future financial institutions could not es-

the 20th centuary prior to the establishment of Pakistan, it will become crystal clear that during that period the Indian Muslims squnadered crores of rupees in litigation. The Muslims constituted only 14% of the population of the U.P. They were well-to-do Muslim landlords (Zamindar) but litigation was their popular pastime. One of my near relatives who was a Zamindar used to visit us over a period of twelve years in connection with litigation with his brother-in-law. After partition of India into Bharat and Pakistan, Vallabh Bhai Patel abolished Zamindari and ruined the Muslim Zamindars. Then agrarian litigation died a natural death.

The first guide line makes it clear that Maulana Ahmad Raza Khan did not like expenditures on litigation. Litigation sowd the seeds of discord among Muslims. Secondly, the millions of rupees which were spent on litigation, if saved, would have ameliorated the economic conditions of the Indian Muslims. These expenditures were un-necessary. Litigation could be avoided if the spirit of consultation and cooperation was allowed to prevail between the disputants. In that case the money of Muslims would not have enriched others.

Maulana Ahmad Raza Khan stressed the need for saving in 1912, because he was sure that it was the best means of removing the poverty of Muslims. He was for drastically curtailling un- necessary expenditure and using the money thus saved on the economic rehabilitation and welfare of the Muslim masses. In 1936 Keynes enunciated his theory of employment and money, and strengthened the foundations of new or macro-economics. The most important variables of his theory are savings and investment. He maintains that to secure equilibrium in the economy, savings and investment should be equal. If there is disequilibrium in the two variables,the economy will become prey to slump or inflation and both these situations are harmful from political, economic and social point of view. The great depression of 1929 - 30 exploded the Government's policy of non intervention in economic affairs of the country or the policy of laissez faire was falsified by economic fluctuations. Keynes advised the Government to fully intervene in the economic affairs of their respective countries to check slump and bring about quick economic recovery and prosperity. So the Governments took full part in economic rehabilitation and development and thus trade cycle was curbed.

The present is the epoch of economic planning. USSR is the pioneer in the field of economic planning in the world. The plans are generally drawn for 5 years periods.

Now backward and under-developed countries are engaged in economic planning through the Five Years Plan. The funds for the completion of plans are derived from two sources: 1.National Savings 2.Loans. If National Savings are inadequate, the developing countries

There is no doubt that regular books on Economics were being published, but the massses were not interested in this subject. The students used to avoid this subject, considering it to be dry.

The tremendous increase in the importance of Economics after the First Great War and particularly the Great Depression of 1929-30 is unprecedented in the history of development of social sciences. The number of students of Economics in American Universities and Colleges was very small. The girls particularly avoided to study Economics. But after 1940 the cnditions changed radically and there was a great increase in the number of the students of Economics. Now the American experts are thinking of introducing the study of Economics at the primary stage.

It goes without saying that the Great Depression (1929-30) gave a great impetus to the study of Economics in the masses and the Governments. The classical theories existed for the control of depression, but the Great Depression falsified these theories. The need was felt for a new theory which could help in combating depression. In 1936, J.M.Keynes , a British Economist published his book, "THE THEORY OF EMPLOYMENT, INTEREST AND MONEY" which trigered a revolution in Economic thinking in the world. Keynes theory enabled countries to overcome slump and depression. Keynes was made a lord in recognition of his new theory.

The readers should note that the new Economic theories were developed after 1930. It is rather surprising that Maulana Ahmad Raza Khan anticipated the new Economic developments in 1912. If rich Muslims had paid attentions to the guide lines of Maulana Ahmad Raza khan since 1912, the Economic condition of the Indian Muslms would have improved a lot.

Now let us discuss these guidelines in detail. In my opinion, the first three guidelines are concerned with the spirit of new Economics and the fourth one is concerned with the spread of Islamic Studies.

First Guide Line

"Excepting those matters in which the Government intervenes, the Muslims should settle their disputes by mutual consultation so that crores of rupees which spent on litigation may be saved (for Economic Development).

They key point in this guide line is saving. Our Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) condemned prodigality over 1400 years ago. The Modern Econcmics condemn loose spending. They emphasise that un- productive expenditure is fruitless. If we study the Economic life of the Indian Muslims in

ECONOMICS GUIDE LINES AND ITS ANALYSIS

The research work Dr.Muhammad Masood Ahmed has done on Maulana Ahmad Raza Khan Berelvi is well known. In course of his research work Dr.Masood Ahmed focused his attention on the Economic Guide lines of Maulana Ahmad Raza Khan which he enunciated in his pamphelet " Tadbeer-e-Falah-o-Nijat-wa-Islah" which was published from Calcutta in 1912/1331 AH. The details of these guide lines are as follows :-

1. Excepting those matters in which the state is intervening, the Muslims should settle their conflicts by mutual consultation, so that crores of rupees which are squandered in un-necessary litigation may be saved.

2. The rich Muslims of Bombay, Calcutta, Rangoon, Madras and Hyderabad-Decan should setup banks for their Muslim brethren.

3. The Muslims should not purchase anyting from non-Muslims. They should have business dealings with the Muslims only.

4. There should be emphasis on the spread of Ilm-i-deen (Islamic Teachings)

Apparently these four points or guide lines are brief, but Dr. Masood Ahmed has entrusted the task of eluciding these guide lines to me as a humble student of Economics. This task is stupendous. Despite my twenty years teaching experience, I think my knowledge is limited. Inspite of my limitations, I have made my mind to explain these guide lines to the best of my ability.

Allama Iqbal Says

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

Indeed these are the guidelines of a "MOMIN" who was saturated with the love of the Holy Prophet.(صلی اللہ علیہ وسلم)

Before discussing these guidelines , I would like to say something by the way of Preface.

In 1912 when these guide lines were published , the study of Economics as a distinct subject was not common. In other developed countries of the world like England, America, France and Germany a special group of intellectuals was engaged in acquiring knowledge of Economics.

Maulan Ahmad Raza Khan said that India was 'Darus- Salam'. If this fatwa was accepted, the Indian Muslims would not have suffered the privations caused by hijrat, nor the Muslim nation would have suffered from the curse of interest. The Maulana in his book "KIFLAL FAQIHAL FAHIM FI QARTAS-AL-DRAHIM" (The position of currency Note and its related matters according to Shariah) has suggested such devices which benefit the Muslims without interest business. Beggary is a great national curse. It is not only the height of mental interia, but is a great problem for the entire nation.

Maulana Ahmad Raza Khan has strongly condemned beggary in his pamphelet "KHAIRAL AMAL FI HUKM AL-KASAB WA ASSOAL SUWAL" and has emphasised the importance of hard work and legitimate ways of earning one's livelihood which opens the doors of individual and social property.

It is necessary for the intellectuals of 'Ahl-e-Sunnat' to popularise the services of Maulana Ahmad Raza Khan and the other Ulema of that to the nation.

The "Markazi Majlis-e-Raza" is distributing the booklet under review gratis. Before this the Majlis distributed thousands of pamphelets and booklets about Maulana Ahmad Raza Khan. May Allah confer his benedictions on the members and patronisers of the movement. Ammeen.

ALLAMA Mohammad Abdul Hakeem Shraf Qadri
1st Ramzan-ul-Mubarak 1397 AH
Lahore

****

FOREWORD

ECONOMIC GUIDE LINES OF IMAM AHMAD RAZA KHAN AND ITS ANALYSIS UNDER THE LIGHT OF MODERN ECONOMICS — THEORY AND PRACTICE:

Moulana Ahmad Raza Khan is a unique personality of the present Century. One who is an erudite like him can fully appreciate him. When Mohammad Rafiullah Siddqui, Professor of Economics, read the economic guide lines of the Moulana, he extolled him. The first quarter of this century was a turbulent period when great 'Ulema' and leaders could not maintain their balance. In such a stormy period, Maulana Ahmad Raza Khan presented four principles for the economic welfare of Muslims entitled "TADBEERE FALAH-O- NIJAT-WA-ISLAH". These four are important even today. Something has been said about these guide lines in this monogram.

The economic viewpoints of Imam Ahmad Raza Khan like that of a true Muslim resemble Nizam-e-Mustafa. The Quranic verses tell us that the aim of human life like that of quadrupeds are solly eating and drinking, but it is to follow the commandments of Allah in this life. The obedience of Allah is a must in all sphere of life, be it Articles of Faith or Acts or Economics or Politics. And obedience to Allah is impossible without obedience to the Holy Prophet (...صلی اللہ علیہ وسلم...).

The essence of the teachings of Imam Ahmad Raza Khan is that obedience to Allah should emerge from obedience to Muhammad (..صلی اللہ علیہ وسلم..). Then you will become free from the anxiety of earning your bread. Allah says in the Holy Quran, "We have apportioned among them their livelihood in the life of the world". And there is not a living creature on Earth left the sustenance thereof depends on Allah (Chapter 11/1).

In the beginning of the present century contraversy was rife whether India is "Darus - Salam" or "Darul - Harab". A group of Ulema declared India to be "Darul - Harab ". Due to this 'Fatwa' (1) it became necessary for the Muslims to migrate from India to other countries, (2) Usury business was allowed with the Hindus of India. Hijrat movement caught momentum. Thousands of Muslims sold their properties on nominal rates and migrated to Afghanistan. When they returned, they were penniless. Interest is a curse that spreads poverty and penury. Interest vitiates the nobility of man. Compound interest makes human life objectly miserable. The Muslims were already burdened with the interest of the Hindus. This 'Fatwa' made the situation still worse.

Translator Profile:

Professor M.A.Qadir was born on 7th June 1921. He did M.A. Economics in the year 1943 and M.Com in 1946 from Agra University, Bharat. He joined Government College of Commerce in 1948 as a Lecturer in Commerce; became the professor of Commerce in 1953 and a senior Professor of Economics (Grade-19) in December, 1966, when he was transfered to Government Degree College, Sukkur. He served as the principle of two Degree Colleges at Sukkur viz: Govt Degree College and Govt. College of Education and also as Principal of the C & S Govt. College, Shikarpur from where he retired in June, 1981.

He is the author of a number of books on Economic Theory, Banking, Modern Economic Development and Business Management and numerous standard articles on Economic and Commercial topics. He is also the author of a book on the life and Mission of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) which is yet to be published.

****

ECONOMIC GUIDE LINES FOR MUSLIMS

PROPOSED BY IMAM AHMAD RAZA KHAN

In 1912 AD

Writen by: PROF. MOHAMMAD RAFIULLAH SIDDIQUI
Deputy Director of Colleges, Hyderabad Region.

Translated by: PROF. M.A. QADIR
Ex.Principal Govt. Degree College, Sukkur, Sind

Author's Profile

Professor Mohammad Rafiullah was born on 1st of March, 1934 at Muradabad, Bharat. He was educated at Lucknow, Lahore and Canada. The following are notable among his teachers:-

1. Allama Tajwar Najibabadi
2. Prof. Ashfaque Ahmed Khan
3. Dr. Ibadat Barelvi
4. Dr. Abul Lais Siddiqui
5. Prof. Syed Vaqar Azeem
6. Sufi Ghulam Mustafa Tabassum
7. Dr. Abdullah
8. Dr. S.M. Akhtar

The following are notable among the Foreign Teachers :-

1. Prof. Urquchart
2. Dr. Slater
3. Dr. Smith
4. Dr. Dane Usher
5. Prof. Aicheson

Professor M.R.U. Siddiqui passed his M.A. Economics in 1956 from the University of Punjab; in 1969, got M.S. Degree from the Queens University, Canada. He has been teaching Economics for the last couple of decades and belongs to the selected class of Professors who are fully acquainted with the new technique of teaching Economics.

Professor Siddiqui was also connected with P.A.F. in 1953 and 1954 and took flying training from Air Marshall Zulfiqar Ali Khan, but his fate willed otherwise. So he left Pakistan Air Force and joined Teaching line for the benefit of his thousands of students.

Awr Unka Arabi kalam (in Urdu, still in manuscript); Mohammad Idris Nigrami; Tatyib al-Ikhawan 1313/1895, 10, 11; Mohammad Masud Ahmad; Fadil-i-Barelwi Awr Tark-i-Muwalat, Lahore, 1391/1971,55-72(ibid); Fadil Bareilvi Ulama-i-Hijaz ki Nazar main, Lahore,1394/1974;(ibid), Neqlected Genius of the East, lahore, 1396/1976, (ibid); Raza Khan, in Encyclopedia of Islam (Urdu) vol.10; ibid; Urdu Main Qurani Tarjajim wa Tafasir (doctoral dissertation still un-published); Nizami Badayuni; Qamus al Mashahir, Badayun, 1388/1968;66, Rais Ahmead Jafri, Awraq-i- Gungashta, Lahore, 1388/1968;185; Rahman Ali, Tadkhira-i-ulema-i- Hind (Urdu transla-tion), Karachi. 1381/1961, 58,98,193,531:S.M.ikram; Modern Muslim India and the birth of Pakistan, Lahore,1390/1970:116-117;Shams Barelwi;Ala Hadrat kay Natiya Kalam ka Abadi Jaiza, Karachi 1395/1975; Zafar-ul-din:Al- Ifadat al Ridawiya (M.S.);(ibid) al-Mujmal al Mu'did, Lahore 1394/1974:3,4,6,8,10,12,15,25,27 (ibid);Hayat-i-A'lahadrat, Karachi 1357/1938:280, 198.

PRC

Writen by:

Translated

Author's F

Professor
Muradabac
Canada. Tl

1. Allam
2. Prof.
3. Dr. Ib
4. Dr. A
5. Prof.
6. Sufi C
7. Dr. Al
8. Dr. S.

The follc

1. Prof. I
2. Dr. Sl
3. Dr. Sr
4. Dr. Da
5. Prof. A

Professor M
the Universit
University, C
couple of de
who are fully

Professor Sic
and took flyir
willed otherw
for the benefi

As a good poet, he composed poems, mostly Na,at in Arabic ,persian, Urdu and Hindi.

He had two sons Maulana Hamid Raza Khan (d. 1362/1942) and Maulana Mustafa Raza Khan (d.1402/1981). Both were the head of Ahl-i-Sunnat in India and Pakistan during their time.

At a very early age he wrote a commentry of Hidaya al-Nahaw in Arabic followed by the Draya'al-Nihaya also in Arabic. From 1282/1865 to 1340/1921 he is credited with more than one thousand small and large books written on various subjects in Urdu. Most of these, however, are in manuscript.

His magnum opus is his collection of Fatawa, the Fatawa-i- Ridawiya in 12 volumes. In 1330/1911 he translated the Holy Quran into Urdu. It has been translated into English at the University of Kuwait by Dr.H.A.Fatmi of London University and published from Bradford (U.K.) and in Pakistan by Prof.Shah Farid-ul-Haque.

Among his published works are included Aljalli-al-Alam Istanbul, 1395/1975 (in Arabic), Al-Dawlat-al-Makkiya (1324/1905) Karachi, (in Arabic), Fatwa-i-Ridawiya, Lyllpur, 1394/1974 (in Arabic, Persian and Urdu), Hadaiq-i-Bakhshish (1325/1907), Karachi, (in Arabic, Persian, Urdu and Hindi), Husam al-Haramayn, 1395/1975, Lahore (in Arabic) Jadd al-Mumtar 'ala Radd Al-Muhtar 1326/1908 (in Arabic), published from Hyderabad (Bharat) and Karachi 1398/1978, 1404/1984 respectively. Kanz al-Iman fi Tarjuma al- Quran, Muradabad 1330/1911 (in Urdu), Kifl al-faqih al-fahim 'Ala Qirtas al Darahim, (1324/1906), Lahore, (in Arabic) Kalima al- Mulhima, Merrut, 1395/1975 Al-Mustanad al-Mu'tamad, Istanbul, 1394/1974 vol.II,1396/1976 (in Arabic, Persian, and Urdu) etc.etc.

BIBLIOGRAPHY: Badr al-Din:Sawanih A'la Hazrat, Lahore, 1382/1963 85-88, 305, 361, 362, 366, 368; Abd al Haq (ed):Qamus al Kutub- i-Urdu, Karachi 1381/1961, I,1,186,218,382,463,883,910,924 and 1063: Abd al Hayy Lakhnawi; Nuzhat al-Khawatir, Hyderabad Deccan 1390/1970, viii.4, 39: Ahmad Raza Khan: Fatawa-i-Ridiwiya 1328/1910, i,iii: 230:(ibid) Husam al-Haramayan Lahore, 1395/1975 71-230(ibid) Al-Nayyrah al-Wadiya, Lahore: 1394/1974, 6-8, (ibid) Al-Malfuz (ed) Lahore: 1338/1919, ii: 18-21:Farman Fatehpuri: Urdu ki Natiya Shairi, Lahore, 1394/1974, 86, Fayyaz Mahmud (ed.) Tarikh-e-Adabiyat-i Musalmanan-i Pakistan wa Hind, Lahore, 1392/1972, 342,407: Hamid Ali Khan: Hindustian kay Arab Shuara (doctoral dissertation still unpublished); Hamid Raza Khan; Al- Iijazat al-Matina, 1324/1906, 7,9,11,13,14,35,42; (ibid)

Al-Fuyudat al Malakiyya; Lahore: 1324/1908; I.H. Qureshi, Ulema in Politics, Karachi, 1393/1973;Mahmud Ahmed; Tadhkira -i-Ulema- ahl-sunnat, Bhawanipur (India):1391/1971, 223;(ibid); Imam Ahmed Raza

IMAM AHMAD RAZA KHAN OF BAREILY

(1856 - 1921)

By Professor Dr.Mohammad Masood Ahmed

Maulana AHMAD RAZA KHAN an eminent jurist, divine and scholar known among his disciples as A'la Hazrat or Fazil-i-Bareilwi S/O Naqi Ali Khan was born at BAREILLY (INDIA) in 1272/1856.His father and grandfather Raza Ali Khan (d.1282/1856) were also celebrated theologian.

He received his education from his father and other schollars of India and Arabia like Abd al-Rahman al-Makki (d. 1301/1883). Husayn bin Salih (d. 1302/1884)and Ahmed bin Zayn Dahlan al-Makki (d.1304/1886).

He gained proficiencies in various religious disciplines especially HADITH Literature and Jurisprudence.

In 1294/1877 he contracted his bay't with Shah Al-i-Rasul of Marahra (India) in Qadiriya order .

In 1295/1878 he went on his first pilgrimage to Mecca where he wrote his Arabic annotation AL-Nayyira Al-Wadiyya (1295/1878). In 1323/1905 he performed the Haj for second time During his stay at Meca and Madina he compiled some treatises in Arabic including (i) Al-Dawlat Al-Makkiya and kifl al- Faqih. These were appreciated by the local Arab Scholars.

He started issuing Fatwa according to the Hanafi school at an early age. Latter on got thoroughness in Islamic jurisporudence.
He was regarded as Champion of the Sunnah.

In 1322/1904 he founded the Dar al Ulum Manzar-i-Islam at Bareilly (India) of which he was the first rector.

In 1339/1920 during the Non-cooperation Movement (started in India by M.K Ghandhi) he opposed it on the ground that the Muslims were forbidden to cooperate with Non-Muslims in that peculiar circumstances. He set forth his ideas in his treatise Al Muhajja al-Mu'tamina, (ed.1340/1921). Thus he provided ideological ground for the Movement of Pakistan. His caliphs, desciples and adherents did their best for Pakistan.

As a good
Urdu and H

He had tv
Maulana M
Ahl-i-Sunna

At a very
Arabic fol
1865 to 13
and large
however, a

His magnu
in 12 volum
has been
Dr.H.A.Fati
and in Paki

Among his
1395/1975
Arabic), Fa
Urdu), Hac
Urdu and H
Jadd al-Mu
from Hyder
tively. Kanz
Urdu), Kifl
Lahore, (in
tanad al-Mu
Persian, an

BIBLIOGRA
85-88, 305,
Urdu, Karac
Abd al Ha
1390/1970,
i,iii: 230:(ibid
Nayyrah al
Lahore: 13
Lahore, 13
Musalmanan
Ali Khan: H
published);
7,9,11,13,14

Al-Fuyudat
Politics, Kar
sunnat, Bha

Event	AH	AD
42. Dr. Sir Ziaudeen arrived at Bareilly to discuss the scholarly matters wth Imam Raza	1332	1914
43. Refusal to attend the British Court and absence accepted by the court	1334	1916
44. Letter to the Cheif Justice of Deccan State.	1334	1916
45. Foundation of Jamaat-e-Raza-i-Mustafa Bareilly	1336	1917
46. Research on prohibition of prostration respect	1337	1918
47. Flouting of professis of American Professor Albert F. Porta	1338	1919
48. Scholarly Research against the theories profounded by Isic Newton and Einstein	1338	1920
49. Research against theory of rotation of earth	1338	1920
50. Research against theories of Philosphy of Old School of thoughts	1338	1921
51. Last word on two-nation theory	1339	1921
52. Disclosure of secret planning in Tahreek-e-Khilafat	1339	1921
53. Disclosure of secret mind behind Tehreek-e-Tark-e-Mawalat	1339	1921
54. Historical declaration against the blame of aiding and assisting of Britishers.	1339	1921
55..Death (at the age of 68 years)	25 Safar 1340 Ah	28th October 1921
56. Condeolence note by editor Paisa Akhbar, Lahore	1340	1921
57. Condolence Article by the Great Scholar of Sind Sarshar Uquali Thatvi	1341	1922
58. Tributes by the Justice D.F. Mullah of Bombay High court	1349	1930
59. Tributes by Shair-e-Mashriq Allama Dr. Muhammad Iqbal	1351	1932

1906
1906
1907
1912
1912
1912
1912
1913
1913
1913
1913

ıd his cer-
cholars.

e greatest
"SALLAL-
vould be a
correct the
and guide
and Sunnah.
ıthority on

31 Conferment of authority by Imam Ahmad Raza on the Scholars of Makka Mukarrama and Madinatul Munawwara. (9)	1324	1906
32. Arrival at Karachi and meeting with Maulana Abdul Karim Dars Sindhi.	1324	1906
33. Glowing tributes paid by Hafizul Kutubul Haram Syed Ismail Khalil Makki on a verdict by Imam Raza in Arabic	1325	1907
34. Acknowledgement of revivisence of Ahmed Raza by Sheikh Hideyatullah Bin Muhammad Bin Muhammad Saeed Al-Sindhi Muhajr Makki (10)	1330	1912
35. Translation of Quran in Urdu, Called Kanzul Iman Fi Tarjumatul Quran	1330	1912
36. Title "Imam-Al-Aimma al-Mujaddid Li Hind al-Umma by Sheikh Musa Ali Shamsi Alazhari.	1330	1912
37. Title of "Khatim-al-Fuqah wa al-Muhadethin by Hafiz Kutubul Haram Syed Ismail Khalil Makki.	1330	1912
38. Scholarly reply to the published question on Isosceles by Dr.Sir Ziaudeen.(11)	1331	1913
39. Announcemen of a Revolutionary Reformative Programme for the Islamic Nation	1331	1913
40. Scholarly reply to the question of Mr.Justice Muhammad Din of Bhawalpur High Court	1331	1913
41. Critical review on Agreement with British Government on the matters of Kawnpur Mosque	1331	1913

Notes·

(9) Ahmad Raza had reached the appex of authority and his certification was an honour for those scholars for those Scholars.

(10) Sheikh Hidayatullah himself was recognised as the greatest Scholars of his times. In terms of Hadees-i-Rasool "SALLAL-LAHO-ALAIH-E-WASALLAM" in every century there would be a virgin honour as Mujaddid, the Reviviscent, who will correct the people in religious matters who have gone astray and guide them to the correct path of Islam in the light of Quran and Sunnah.

(11) Dr. Sir Ziaudeen was himself a global renowned authority on the Mathematices and its branches.

42. Dr.
the scho
43. Refu
accepte
44. Lett
45. Fou
Bareilly
46. Res
respect
47. Flou
Albert F
48. S
profound
49. Res
50. Rese
School c
51. Las
52. Disc
Khilafat
53. Disc
Tark-e-M
54. Hist
aiding ar
55. Deat
56. Conc
Lahore
57. Con
Sind Sar
58. Trib
High cou
59. Trib
Dr. Muha

17. Verdict on prohibition of marriage with the womenfolk of present days Jews and Christians.	1298	1881
18. Check on Movement of Prohibition of Cow Slaughtering.	1298	1881
19. Maiden Persian book.	1299	1882
20. Glorious poem in Urdu "Qaseda-e-Mairagia"	1303	1885
21. Birth of second son Muhammad Mustafa Raza Khan, the great Mufti	1310	1892
22.Participation in foundering Ceremony of Nadawatal Ulema	1311	1893
23. Disassociation from the movement of Nadawatal Ulema	1315	1897
24. Scholary research on prohibition of ladies going to graveyards	1316	1898
25. Writing of Qasida in Arabic "Amal-ul-Abrar wa Alam-al-Ashrar.	1318	1900
26. Participation in 7 days congregation on Anti Nadawatul Ulema, at Patna	1318	1900
27. Title of "Mujaddid of present century" from religious scholars of India	1318	1900
28. Foundations of Darul-uloom Manzar-e-Islam, Bareilly	1322	1904
29. Second Haj Pilgrimage	1323	1905
30. Joint enquiry from Imam Kaaba Sheikh Abdullah Mirdad and his teacher Sheikh Hamid Ahmad Muhammad Jaddadi Makki and Scholarly reply by Ahmad Raza(8)	1324	1906

Notes:

(8) These two were great scholars of Islam at that time and were most reverend and respected amongst Scholars. They were impressed by the Fatwa of Ahmad Raza and his approach to the problems. Once upon Imam Ahmad Raza called on Sheikh Mirdad at Makka and on departure touched his knees, Sheikh said in Arabic, "We should be in your feet and shoes".

10. Final permission for awarding religious verdicts(4)	1293	1876
11. Oath of religious allegiance and permission to take Oath (5)	1294	1877
12. Maiden book in Urdu	1294	1877
13. First Haj pligrimage and visit to sacred places in Makka and Madinatul Munawwara	1295	1878
14. Permission for authentic quoting and explanation of Ahadees from Sheikh Ahmad bin Zain Bin Dahlan Makki, and		
(ii) from Mufti-e-Makka Sheikh Abdur Rehman Siraj Makki and		
(iii) from Sheikh Abid al-Sindhi, pupil Imam Kaaba Sheikh Hussain Bin Swaleh Jamalull Lail Makki (6)		
15. Imam Kaaba Sheikh Hussain Bin Swaleh Jamalull Lail Makki observed hallow (divine) light on the face of Ahmad Raza.	1295	1878
16. Revelation of absolution at Masjid Haneef, Makka (7).	1295	1878

Notes:

(4) when his verdicts were to be taken as final word of authority on religious matters.

(5) "Baat and Khilafat" as they are called. When a person submits himself to a religious Scholarly and Pious person - takes Oath or ba'at and when he is permitted to take Oath from others - Khilafat.

(6) "ilm-e-Hadees" - knowledge of Prophet's (SALLALLAHO-ALAIH-E-WASALLAM) sayings. As these sayings (Ahadees) are the great source, after Quran of commentments. A person has to prove his ability of memorising the Ahadees and narrating with all the sources. It is examined tallied ans certified by the authorities having such authorities in Ahadees. Sheikh Ahmad bin Zain Bin Hallan Makki and Sheikh Abdur Rehman Siraj and Imam Kaaba Sheikh Hussain bin Swaleh Jamalull Lail Makki were three source of Ilme-Hadees at that time.

(7) Through meditation God Almighty revealed the acceptance of submission, devotion and prayers of Ahmad Raza.

17. Ver
womenf
Christiar

18. Che
Slaughte

19. Mai

20. Glori

21. Birth
Raza Kh

22.Partic
Nadawa

23. Disa
Nadawat

24. Sch
going to

25. Writi
wa Alam

26. Part
Nadawat

27. Title
religious

28. Four
Bareilly

29. Secc

30. Joint
Abdullah
Hamid Al
and Schc

Notes:

(8) Thes
most
pres
probl
dad
in Ar

CHRONICLE
OF
IMAM AHMAD RAZA (Alaihe arrahma)
BY
PROFESSOR DR. MHAMMAD MASOOD AHMAD
TRANSLATED AND ANNOTED BY
RASHID HASAN QADRI
SENIOR VICE PRESIDENT
HABIB BANK LIMITED
KARACHI

1. Birth	10th Shawwal 1272 AH	14th June 1856 AD
2. Completion of Holy Quran (1)	1276	1860
3. Maiden Speech	1278	1861
4. Maiden Literary work in Arabic	1285	1868
5. Conferment Certficate for meritorious learning (2)	1286	1869
6. Incipience of giving verdict on religious matters conferred. (3)	1286	1869
7. Introduction of teaching and guidance	1286	1869
8. Marriage	1291	1874
9. Birth of first Son, Maulana Mohammad	1292	1875

Note:

(1) In Muslims, as a tradition, the child is first taught to read Quran as the first book in his educational Carrier. Usually a child when is of age of 4 years 4 months 4 days, he is given the first lesson, the ceremony is called "Bismillah".

(2) When a person completes a prescribed final course which includes Tafseer, Hadith, Fiqh, Logic, Philosphy etc. in Arabic, he is confered qualification of his accomplishement which is called "Dastat-e-Fazilat".

(3) A person unless confirmed by authorities (in the form of Dastar-e-Fazilat) cannot give the verdicts.

1. Birth

2. Comple

3. Maiden

4. Maiden

5. Confern
learning (2

6. Incipien
matters cc

7. Introduc

8. Marriag

9. Birth of

Note:

(1) In
as
is
so

(2) Wl
clu
is
"D

(3) A
e-l

on
sue
cial

ied
rza
hly

rts
ks
on
ıre
ve-
ıin
ın.

R

HOLY

QURA'N

Revealed at Mecca
THE OPENING

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ

(Allah in the name of The Most Affectionate, The Merciful)	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
1. All praise unto Allah, Lord of all the worlds.	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١﴾
2. The most Affectionate, the Merciful.	الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾
3. Master of the Day of Requittal.	مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣﴾
4. We worship You alone, and beg You alone for help.	اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿٤﴾
5. Guide us in the straight path.	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٥﴾
6. The path of those whom You have favoured.	صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
7. Not of those who have earned Your anger and nor of those who have gone astray.	غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿٧﴾

Professor Dr. Mohammad Masood Ahmed's contribution on Imam Ahmed Raza Khan is a continuous process. For this issue he has presented the life of Imam Ahmed Raza Khan with special reference to his published works.

This issue is also decorated with an article on Imam Ahmed Raza Khan titled "Life of a saint" by Professor Ishrat Hussain Mirza for which we are thankful to "Message International," a Bi-Monthly organ of World Islamic Mission.

Dear Readers, on our part, we always make all possible efforts to select articles of International Standard on the life and works of Imam Ahmed Raza Khan. However, to make this English Section of MA'ARIF-E-RAZA more useful and informative, you are requested that while forwarding your suggestions for its improvement, kindly also let us know the sources from where we can obtain English Articles on the life & works of Imam Ahmed Raza Khan.

EDITOR

FOREWORD

Encouraged by the response of our esteemed readers to the previous two English Editions of MA'ARIF-E-RAZA, we have through this issue, endeavoured to translate some of the most important topics of modern age penned down by Imam Ahmed Raza Khan.

The first in this series is the "Economic Guidelines for Mulims proposed by Imam Ahmed Raza Khan in 1912 A.D" which was published from Calcutta in a booklet titled تدبیر فلاح واصلاح نجات While Professor Mohammad Rafiullah Siddiqui has made a great effort to highlight the salient features of these guidelines in Urdu together with a comprehensive commentry, Professor M.A. Qadir has translated them into English. This article proves beyond any doubt that Imam Ahmed Raza Khan had a farsighted vision and had command not only on religious matters but also had complete grasp over the modern subjects.

Our Economists will surely agree that while the first Bank of Muslims was established in 1941, J.M. Keynes theory of Employment, Interest & Money was enunciated in 1936 and the European Common Market was formed after second World War, Imam Ahmed Raza Khan anticipated all these issues as back as in 1912 A.D.

The name of Professor Shah Faridul Haque needs no introduction. His latest and unique contribution is the English translation from Kanzul-Iman by Imam Ahmed Raza Khan. From this English Version, we are presenting translation of Surah-Al-Fatiha and also Shah Sahib's Comments on Kanzul-Iman.

This issue also includes English Version of امام احمد رضا کے ماہ وسال by Professor Dr. Mohammad Masood Ahmed. Mr. Rashid Hassan Qadri, the son of an illustrious scholar of Pak-o-Hind Allama Hamid Hassan Qadri, a great critic in Urdu Literature, while translating this topic has also attached useful notes, where ever found necessary, in order to make it more understandable and illucidative.

E

previou
throug
import
Raza K

T
propos
publish
While
effort
togeth
has tr
doubt
had co
grasp o

C
of Mu
ment,
Comm
Raza

ductio
from
Versio
Shah

by Pr
Qadri
Hassa
this t
in ord

CONTENTS

MA'ARIF-E-RAZA 1988

IDARA-I-TAHQEEQAT-E-IMAM AHMED RAZA (REGD)
234/7, Stretchen Road, Karachi.

1. F

2. S
E
E

3. C
E
T
F

4. I
E

5. E
P
K
E
E
P

6. U
E

7. L
B

8. S
T

MAARIF-E-RAZA 1988

VOL: VIII 1988

IDARA-I-TAHQEEQAT-E-IMAM AHMED RAZA (REGD)
234/7, Stretchen Road, Karachi.